بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

کتاب التوّابین

الامام موفق الدین ابی
محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

کتاب التوّابین

مصنف

الامام موفق الدین ابی
محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی

مترجم

مولانا مختار احمد رومی صاحب

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

نام کتاب	کتاب التوابین
مصنف	امام محمد عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	مولانا مختار احمد رومی، فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ
سال اشاعت	ستمبر 2006ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z 376
قیمت	-/105 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست

سابقہ امتوں کی توبہ کا ذکر

سابقہ امتوں میں سے اہل توحید کی توبہ

تائبین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر

اس امت کے بادشاہوں کی توبہ کا ذکر

اس امت میں سے ایک گروہ کی توبہ کا بیان

تائبین کی ایک جماعت کے احوال کا بیان

مؤلف کتاب

آپ کا اسم گرامی شیخ الاسلام، امام العصر، فقیہ زماں، زاہد وقت ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی الحنبلی ہے۔ آپ ارض فلسطین میں بیت المقدس کے قریب جماعیل شہر میں پیدا ہوئے۔ اس وقت فلسطین پر صلیبی قابض تھے۔ اس وجہ سے اس بابرکت گھر کے رئیس اور اس مقدس سلسلہ کے امیر (مؤلف کتاب کے والد گرامی) ابو العباس احمد بن محمد بن قدامہ نے اپنے پورے خاندان سمیت دمشق کی طرف ہجرت کی۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے ابو عمر اور مؤفق الدین اور ان کے خالہ زاد بھائی عبدالغنی مقدسی آپ کے ساتھ تھے۔

یہ تقریباً 551ھ کی بات ہے۔

اس سلسلہ میں حافظ ضیاء الدین مقدسی نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں انہوں نے اس علاقے کے لوگوں کی ہجرت دمشق کے اسباب تحریر کیے ہیں۔

ابتداء میں یہ بزرگ مسجد ابی صالح کے مشرقی دروازے کے "صالحیہ" محلہ میں جبل قاسیون کے قریب نزول کیا۔ اس مدت میں مؤلف کتاب قرآن کریم کے حفظ کے ساتھ ساتھ اپنے باپ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ سے علوم ابتدائیہ کا درس بھی لیتے رہے۔ آپ کے والد گرامی علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں مشہور تھے۔

پھر آپ نے مختلف شیوخ دمشق کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور فقہ کی مشہور کتاب "مختصر الخرقی" حفظ کرلی۔ جب آپ بیس سال کے ہوئے تو اپنے خالہ زاد عبدالغنی مقدسی کے ہمراہ بغداد شریف کے سفر پر روانہ ہوگئے۔

بغداد میں کچھ مدت آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں

رہے حضرت شیخ کی عمر مبارک اس وقت نوے سال تھی۔ آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "مختصر الخرقی" پڑھ کر سنائی پھر آپ کے وصال کے بعد حضرت شیخ ناصح الاسلام ابوالفتح المنی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں مذہب حنابلہ اور اس مذہب سے اختلاف رکھنے والی کتب پڑھ کر سنائیں۔ بغداد میں آپ کی مدت قیام چار سال ہے۔ وہاں آپ نے ہبۃ اللہ بن الدقاق وغیرہ سے بھی سماع کیا۔ پھر دمشق لوٹ آئے اور کافی عرصہ اپنے اہل وعیال کے پاس رہے۔ 567ھ میں ایک مرتبہ پھر بغداد تشریف لے گئے اور وہاں مزید ایک سال گزارا۔ اس عرصہ میں آپ نے ابوالفتح ابن المنی سے سماع کیا اور دمشق لوٹ آئے۔ یہاں سے (کچھ عرصہ بعد) 574ھ میں فریضہ حج کیلئے رخت سفر باندھا۔ حج سے فراغت کے بعد دمشق آکر "مختصر الخرقی" کی (مشہور ومعروف) شرح لکھنا شروع کی۔ یہ کتاب علوم اسلامیہ میں بالعموم اور مذہب حنابلہ میں بالخصوص فقہ کی ایک عظیم ترین تالیف ہے۔

(اس کتاب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے)

سلطان العلماء العزبن عبدالسلام فرماتے ہیں۔

جب تک میرے پاس "المغنی" کا کوئی نسخہ نہ ہو۔ فتویٰ دینے کو جی نہیں چاہتا۔

علوم دینیہ کے کثیر طلبہ نے حدیث اور فقہ میں آپ سے اکتساب فیض کیا اور آپ کی بارگاہ سے بے شمار لوگ فقیہ بن کر نکلے۔ آپ کے بھتیجے حضرت شمس الدین بن ابی عمر جو اپنے زمانے میں قاضی القضاۃ کے مرتبے پر فائز ہوئے وہ آپ کے شاگرد تھے۔

آپ نے مختلف فنون میں سلسلہ تصنیف وتالیف جاری رکھا۔ بالخصوص فقہ میں آپ نے بے شمار کتابیں لکھیں۔ جو اس فن میں آپ کے علو مرتبت کی گواہی دے رہی ہیں۔ اس فن میں آپ عظمت کا پرچم بن کر لہرائے اور اتنے مشہور ہوئے کہ آپ کے فضائل ومناقب ہر خاص وعام کی زبان پر جاری ہوگئے۔

ابن تیمیہ کا بیان ہے کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شام میں حضرت موفق الدین

رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ داخل نہیں ہوا۔

ابن الصلاح فرماتے ہیں۔ حضرت موفق الدین جیسا کوئی فقیہ میری نظر سے نہیں گزرا۔

سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جس نے ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی گویا اس نے کسی صحابی کی زیارت کی اور آپ کے چہرہ مبارک سے نور ٹپکتا تھا۔

آپ اکثر فنون میں امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں آپ کے بھائی ابو عمروالعماد کے علاوہ کوئی آپ سے بڑھ کر زاہد، پرہیز گار اور عالم نہ تھا۔

آپ بہت حیا والے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے قطعاً رغبت نہ تھی۔ آپ نرم طبع، متواضع، مسکینوں سے محبت کرنے والے۔ بلند اخلاق، سیر چشم، سخی، عبادت گزار، مہربان اور پختہ ذہن والے تھے۔

آپ کی طبیعت میں سکون، اپنے علم پر ثبات کم گوئی اور عمل سے محبت شامل تھی۔ دیکھنے والا ایک جھلک دیکھ کر ہی آپ سے مانوس ہو جاتا تھا۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ حافظ ضیاء الدین مقدسی اور حافظ ذہبی نے آپ کی سیرت پر ایک ایک کتاب لکھی ہے۔ آپ کا عمل، علم اور تقویٰ پر ہی نہیں ختم ہو جاتا بلکہ آپ نے مجاہد اسلام صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں جہاد بھی کیا۔ جس وقت صلاح الدین نے اہل صلیب کو نیست و نابود کرنے کیلئے اور ارض مقدس کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرنے کیلئے 583ھ میں لشکر سازی کی تو آپ خود، آپ کے بھائی ابو عمرو، ان دونوں کے شاگرد اور خاندان کے کچھ افراد سلطان صلاح الدین کے ساتھ تھے۔ لشکر میں اہل علم کے اس گروہ کیلئے ایک الگ خیمہ نصب ہوتا تھا۔

آپ کی چند ایک کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

العمدۃ للمبتدئین، المقنع للمتوسطین، الکافی المغنی، شرح مختصر الخرقی اس میں آپ نے

علماء کے مذاہب بیان کئے ہیں اور اہل اجتہاد کیلئے ادلہ بھی ذکر کی ہیں۔ یہ کتابیں علم فقہ میں ہیں۔

اصول فقہ میں آپ نے "روضۃ الناظر" اور اصول حدیث میں "مختصر فی غریب الحدیث" نامی کتابیں لکھیں۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر کچھ کتابیں تحریر کیں جن کے نام کچھ یوں ہیں۔

البرہان فی مسئلۃ القرآن، القدر، فضائل الصحابہ المتحابین فی اللہ، الرقۃ والبکاء، دم الموسوسین، دم التاویل، التبیین فی نسب القرشیین، مناسک الحج، لمعۃ الاعتقاد الہادی الی سبیل الرشاد۔

آپ نے بروز ہفتہ عید الفطر کے دن 620ھ میں وفات پائی، آپ کا مزار دمشق کے محلہ صالحیہ میں جامع حنابلہ میں جبل قاسیون پر واقع ہے۔

مقدمۃ الکتاب

الشیخ الامام العالم الاوحد، الصدر الکبیر، شیخ الاسلام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

تمام تعریفیں کریم وہاب اور رحیم وثواب رب کیلئے ہیں جو گناہوں کو معاف کرنے والا توبہ قبول کرنے والا شدید العقاب ہے۔ جو توبہ کرنے والوں اور طہارت حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ جو اپنے در پہ حاضر ہونے والوں اور مغفرت طلب کرنے والوں کے گناہ معاف کرنے والا ہے۔

جو خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہے وہ ذات پاک جو عذر کنندگان کے عذر قبول کرنے والا ہے۔ اسی کیلئے ہیں تمام پاکیزہ اور بابرکت تعریفیں۔ جو تعریفیں اس کے کرم عزت اور جلالت کے شایان ہیں اور بے حساب درود ہوں اللہ کی جانب سے اللہ کے نبی اور دوست حضرت محمد ﷺ پر جو خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء ہیں۔

رحمت ہو آپ کی آل اور اصحاب پر کثیر سلامتی کے ساتھ۔

یہ کتاب (التوابین) ہے جو میں نے بعض توبہ کرنے والوں کے حالات کے بارے میں لکھی ہے۔

تاکہ ہمیں توبہ کرنے والوں کے حالات میں شوق پیدا ہو۔ ان کے احوال میں رغبت اور ان کی پیروی توفیق نصیب ہو۔

میں نے اس کتاب میں سب سے پہلے ملائکہ کی توبہ کا ذکر کیا ہے۔ (ہم نے بوجوہ اس فصل کا ترجمہ نہیں کیا مترجم)

پھر توبہ انبیاء علیہم السلام پھر پرانے زمانے کے بادشاہوں کی توبہ اور انبیاء سابقین کی

امتوں کی توبہ اور پھر سابقہ امتوں میں سے اہل توحید کی توبہ پھر اپنے نبی ﷺ کے صحابہ کی توبہ اور پھر اس امت کے بادشاہوں کی توبہ اور دیگر (گروہوں) کی توبہ کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارا سوال ہے کہ وہ ہماری توبہ قبول فرمائے اور ہمارے گناہوں کی بخشش فرمائے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انبیاء علیہم السلام میں سے توبہ کرنے والوں کا ذکر

1۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ

عمر بن ذر، مجاہد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے جب جنتی درخت کا پھل کھایا تو جنت کی ساری زینت ان سے اتر گئی۔ اور اس زینت میں تاج اور جھومر کے علاوہ کوئی چیز بھی ان پر باقی نہ رہی۔ اور جنت کے جس پتے کے ساتھ وہ ستر چھپاتے وہ (اسی وقت) گر جاتا۔ آپ روتے ہوئے حضرت حواء علیہا السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا خدا کے پڑوس سے نکلنے کیلئے تیار ہو جا۔ یہ گناہ کی پہلی بدبختی ہے حواء نے کہا اے آدم میرے گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے کیونکہ شیطان نے درخت کے بارے میں ان دونوں کے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھائی تھیں۔

اور اب آدم علیہ السلام اپنے رب سے شرم کی وجہ سے جنت میں (ادھر ادھر) بھاگ رہے تھے کہ ایک درخت کی کچھ شاخیں ان کے ساتھ چمٹ گئیں۔ اس سے آدم علیہ السلام نے گمان کیا کہ ان کی فوری سزا شروع ہو گئی ہے۔

آدم علیہ السلام نے العفو، العفو، (یا اللہ مجھے معاف کر دے) کہتے ہوئے سر جھکا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کیا مجھ سے فرار ہو رہے ہو۔ تو آدم نے عرض کیا نہیں میرے مالک تجھ سے شرم کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم و حوا کو میرے پڑوس سے نکال دو، کیونکہ انہوں نے میرا حکم نہیں مانا۔ تب جبرائیل علیہ السلام نے سر آدم سے تاج اتار لیا اور میکائیل علیہ السلام نے ماتھے کا جھومر چھین لیا۔

جب آدم علیہ السلام ملکوت قدس سے بھوک کے گھر (دنیا) میں اتر آئے تو اپنی خطاء پر

سو سال روتے رہے اور اپنے گھٹنوں پر سر رکھ کر آنسو بہاتے رہے۔ یہاں تک کہ زمین پر آپ کے اشکوں سے گھاس اور درخت اگ آئے اور (اتنا روئے) کہ سخت چٹانوں کے تنگ گڑھوں اور ہموار زمین کے گوشوں میں آپ کے آنسوؤں کا پانی ٹھہر گیا۔

ابو الفتح محمد بن عبد الباقی تک یہ روایت وہب بن منبہ سے پہنچی ہے وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس ناراضگی کی حالت میں سات دن گزارے پھر اللہ تعالیٰ نے ساتویں دن انہیں مطلع کیا۔ جبکہ آدم علیہ السلام سر جھکائے ہوئے پریشان حال اور غمگین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا اے آدم یہ کون سی سختی ہے جس میں میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ کونسی آزمائش ہے جس کی بدبختی اور شدت تم پر ٹوٹ پڑی ہے۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے معبود میری مصیبت زیادہ ہو گئی، میری خطا نے مجھے گھیر لیا ہے میں اپنے پروردگار کی بارگاہ سے نکل گیا ہوں۔ میں عزت کے بعد ذلت کے گھر میں پھنس گیا ہوں اور سعادت کے بعد بدبختی راحت و خوشحالی کے بعد تھکاوٹ عافیت کے بعد مصیبت اطمینان و قرار کے بعد بے اطمینانی و بے قراری، خلد و بقا کے بعد فنا اور امن کے بعد دھوکے کے گھر میں پھنس گیا ہوں۔

اے میرے معبود میں کس طرح اپنی خطا پر نہ رووں اور مجھے میری جان کیوں نہ غمگین کرے۔ یا الٰہی میں کس طرح اس آزمائش اور مصیبت کے نقصان کو پورا کروں؟

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کیا میں نے تجھے اپنے لئے چن نہیں لیا تھا؟ اور تجھے اپنے گھر کا مہمان نہیں بنایا تھا؟ اور اپنی مخلوق پر تجھے فضیلت نہیں دی تھی، اور میں نے تجھے کرامت کیلئے چن نہیں لیا تھا؟ اور تجھے اپنی محبت سے نوازا تھا۔ اور تجھے اپنی ناراضگی سے بچایا تھا۔ کیا میں نے تجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا تھا؟ اور تجھ میں اپنی روح پھونکی تھی۔ اور کیا میں نے ملائکہ سے تجھے سجدہ نہیں کرایا تھا اور کیا تو میری جنت میں میرا پڑوسی نہیں تھا؟ میرے کرم کی وجہ سے تو جہاں چاہتا بیٹھتا تھا۔

لیکن تو نے میرا حکم نہ مانا اور میرے عہد کو بھلا دیا اور میری وصیت کو ضائع کر دیا تو کس

طرح میرے عذاب کا انکار کر سکتا ہے۔ مجھے میری عزت وجلال کی قسم! اگر میں زمین کو تیرے جیسے مردوں سے بھردوں اور وہ دن رات میری تسبیح بیان کرتے رہیں اور اس میں کمی نہ کریں۔ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ (انبیاء:۲۰)

پھر اگر وہ تمام میری نافرمانی کریں تو میں ان کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو گناہگاروں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور (اے آدم) میں نے تیری کمزوری پر رحم کیا اور تیری غلطی کو معاف کر دیا اور تیری توبہ کو قبول کر لیا اور تیری آہ وزاری کو سنا اور تیرے گناہ کو معاف کیا۔

اے آدم یوں کہو:

لاالہ الا اللّٰہ انت سبحانک اللھم وبحمدک ظلمت نفسی وعملت السوء فتب علی انک انت التواب الرحیم

''کوئی معبود نہیں تیرے سوائے میرے اللہ تو پاک ہے اور میں تیری حمد بیان کرتا ہوں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور گناہ کر بیٹھا۔ پس میری توبہ قبول فرما بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

آدم علیہ السلام نے یہ کلمات کہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہا۔ لاالہ الا انت سبحانک اللھم وبحمدک ظلمت نفسی وعملت السوء فاغفرلی انت انک الغفور الرحیم ان کلمات سے دعا مانگو آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا۔ لاالہ الا اللّٰہ انت سبحانک اللھم وبحمدک ظلمت نفسی و عملت السوء فارحمنی انک ارحم الراحمین۔ یہ کلمات کہو۔

اس مصیبت کی شدت کی وجہ سے آدم علیہ السلام کے دکھ میں اور رونے میں اضافہ ہو گیا یہاں تک کہ فرشتے بھی آپ کے غم کی وجہ سے غمگین ہو جاتے اور آپ کے رونے کی وجہ سے رو پڑتے۔ آدم علیہ السلام جنت کے فراق میں دو سو سال روتے رہے۔ پھر اللہ

تعالیٰ نے جنتی خیموں میں سے ایک خیمہ ان کیلئے بھیجا۔ وہ خیمہ کعبہ شریف سے پہلے مقام کعبہ پر آدم علیہ السلام کیلئے لگایا گیا تھا۔

2۔ حضرت نوح علیہ السلام کی توبہ

وہیب بن الورد نے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے (مشرک بیٹے کیلئے نجات طلب کرنے پر) عتاب فرمایا اور کہا:

إِنِّىٓ أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ ٱلْجَـٰهِلِينَ ۝ (ہود:46)

''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نہ ہو جانا نادانوں سے۔''

اس عتاب کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام تین سو سال روتے رہے یہاں تک کہ کثرت گریہ کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے کی وجہ سے نشانات بن گئے۔

3۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ

وہب بن منبہ کی روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کا کلام سنا تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شوق پیدا ہو گیا اور عرض کیا۔

رَبِّ أَرِنِىٓ أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَىٰنِى وَلَـٰكِنِ ٱنظُرْ إِلَى ٱلْجَبَلِ فَإِنِ ٱسْتَقَرَّ مَكَانَهُۥ فَسَوْفَ تَرَىٰنِى (الاعراف:143)

''اے میرے رب مجھے دیکھنے کی قوت دے تاکہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے البتہ دیکھو اس پہاڑ کی طرف۔ سو اگر یہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو تم بھی دیکھ سکو گے مجھے۔''

محمد بن اسحاق کہتے ہیں، مجھے ایک ثقہ راوی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے پسر عمران مجھے دیکھ کر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے لاشریک پروردگار۔ میرے نزدیک تجھے دیکھ کر مرجانا تجھے نہ دیکھ کر زندہ رہنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میرے پروردگار مجھ پر اپنا فضل اپنی نعمتیں اور اپنا احسان مکمل فرما۔ میں تیرے (دیدار) کا سوالی ہوں (چاہے) اس کے بعد مرجاؤں۔

راوی کہتے ہیں کہ جو یبر نے ضحاک سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی شدید خواہش کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے موسیٰ) چلو اور فلاں پتھر جو کہ پہاڑ کی چوٹی پر ہے وہاں بیٹھ کر اسے دیکھو، کیونکہ میں اپنے لشکر تیری طرف اتارنے والا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور اس پتھر پر بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے لشکران کے سامنے کیے اور آسمان دنیا کے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ موسیٰ کے سامنے سے گزریں۔ پس وہ موسیٰ کے سامنے سے گزرے اور ان کی تسبیح و تہلیل کی آوازیں شدید کڑک کی طرح تھیں۔ پھر دوسرے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا۔

کہ وہ بھی موسیٰ کے سامنے سے گزریں۔ پس وہ بھی آپ کے سامنے سے گزرے حال یہ تھا کہ ان کے رنگ مختلف تھے بے حساب چہرے اور لاتعداد پر تھے۔ بعض کے رنگ شیر کی طرح تھے جو تسبیح کی آوازیں بلند کیے ہوئے تھے۔

(یہ منظر دیکھ کر) موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے اور کہا میرے رب! میں اپنے سوال پر شرمندہ ہوں۔ اے میرے رب کیا تو مجھے اس جگہ سے نجات عطا فرمادے گا؟

جس جگہ میں اب موجود ہوں؟ تو ملائکہ کے سردار نے ان سے کہا اے موسیٰ جو کچھ مانگا ہے اس پر صبر کرو کیونکہ تو نے کثیر میں سے ابھی بالکل تھوڑا دیکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ اتر کر موسیٰ کے سامنے سے گزرو۔ تو مختلف رنگوں کے لاتعداد فرشتے اتر آئے۔ جن کے رنگ آگ کے انگاروں جیسے تھے اور تسبیح و تہلیل سے ان کی آوازیں گرج رہی تھیں۔ پس خوف موسیٰ شدید ہو گیا اور آپ کے اندازے غلط ہونے لگے اور جناب موسیٰ زندگی سے مایوس ہو گئے۔

پھر سردار ملائکہ نے انہیں کہا اے فرزند عمران صبر کر یہاں تک وہ بھی دیکھ لے جس پر تجھ سے صبر نہ ہو سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان کے ملائکہ کی طرف وحی کی کہ تسبیح پڑھتے ہوئے موسیٰ کی طرف اترو۔ ملائکہ اتر آئے ان کے رنگ انگاروں جیسے اور تمام بدن برف جیسا تھا۔ تسبیح و تقدیس کی آوازیں بلند تھیں لیکن پہلے گزرنے والوں سے مختلف تھیں۔

فرشتوں کے سردار نے کہا اے موسیٰ صبر کرو اپنے سوال پر۔ پس اس طرح ہر آسمان کے فرشتے ان کی طرف مختلف رنگوں اور مختلف جسموں کے ساتھ اترتے رہے پھر ایسے ملائکہ آئے جن کی چمک نگاہوں کے نور کو سلب کرنے والی تھی۔ ان کے پاس نیزے تھے ہر نیزہ ایک بہت بڑی لمبی کھجور کی طرح تھا۔ گویا وہ آگ کے نیزے ہیں جن کی چمک سورج سے بھی زیادہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا حال یہ تھا کہ رو رہے تھے اور باآواز بلند کہہ رہے تھے۔ میرے پروردگار مجھے یاد رکھ اور مجھے بھلا نہ دے میں تیرا بندہ ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس حالت سے میں نہیں نکل سکوں گا۔ اگر میں نکلا تو جل جاؤں گا اور اگر یہاں ٹھہرا رہا تو مر جاؤں گا۔

فرشتوں کے سردار نے انہیں کہا قریب ہے کہ تو خوف سے مر جائے اور تیرا دل پھٹ جائے یہ ہے جس کو دیکھنے کیلئے تو یہاں بیٹھا ہے۔

راوی کہتے ہیں پھر جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام ساتوں آسمانوں کے فرشتوں حاملین عرش و کرسی سمیت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اے عبد خطا کار کے بھول جانے والے فرزند۔ کس نے تجھے اس (سوال) پر ابھارا اور تجھے کیسے جرأت ہوئی کہ تو رب سے دیدار کا سوال کرے۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام رو رہے تھے اور ان کے گھٹنے کانپ رہے تھے اور ان کا انگ انگ اکھڑ رہا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی یہ حالت دیکھی تو آپ کو قائمین عرش (فرشتے) دکھائے جنہیں دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کے دل کو سکون ہوا۔

اسرافیل علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ قسم بخدا ہم تمام فرشتوں کے سردار ہیں (اس کے باوجود) جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں رعب و ہیبت کی وجہ سے ہم نے عرش کی جانب نگاہیں نہیں اٹھائیں۔

اے کمزور بندے تجھے کس چیز نے اس پر ابھارا؟ موسیٰ علیہ السلام جو قدرے پر سکون ہو چکے تھے اب کہا اے اسرافیل میں نے چاہا کہ میں اپنے رب کی عظمتوں کی معرفت حاصل کرلوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں کی طرف وحی کی کہ میں پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالنے والا ہوں۔ (یہ سن کر) تمام آسمان، زمین، پہاڑ، سورج، چاند، ستارے، بادل، جنت، دوزخ، فرشتے اور سمندر کانپ اٹھے اور تمام کے تمام سجدے میں گر گئے اور (وہی کمزور بندہ دیدار الٰہی کا مشتاق) موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا

(الاعراف:143)

"پھر جب تجلی ڈالی ان کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اسے پاش پاش اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہو کر۔"

موسیٰ علیہ السلام نور الٰہی کی وجہ سے بے حس و حرکت ہو کر پتھر سے گر پڑے۔ اور پتھر (ہل کر) ان کے اوپر آ گیا اور ان پر قبے کی شکل میں سایہ کرنے لگا تا کہ آپ جل نہ جائیں۔

حضرت حسن علیہ الرحمۃ نے کہا پھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے پتھر موسیٰ علیہ السلام سے ہٹایا اور آپ کو کھڑا کیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے تو کہا: سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ (الاعراف:143) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پاک ہے تو (ہر نقص سے) میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں! جو کچھ انہوں نے سوال کیا اس پر توبہ کی اور کہا: اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اعراف:143) یعنی میں وہ پہلا شخص ہوں جو اس بات پہ ایمان لایا کہ کوئی بھی تجھے نہیں دیکھتا مگر وہ مر جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو ایمان لایا کہ دنیا میں تجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (1)

4۔ حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ

قتادہ نے حسن سے روایت کی ہے کہ بے شک حضرت یونس علیہ السلام انبیاء بنی

1۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے رب ارنی کہا تو اللہ تعالیٰ نے لن ترانی فرمایا۔ یہاں پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "لن ترانی اے موسیٰ! آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے مجھے دیکھنے کی تاب اس نگاہ میں ہے جو مازاغ کے سرمہ سے سرگیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دیدار الٰہی ناممکن نہیں اور اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے۔" (ضیاء القرآن، جلد ۲، صفحہ ۸۰)

اسرائیل میں سے ایک نبی کے ساتھ تھے اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی طرف وحی کی کہ یونس علیہ السلام کو نینویٰ بھیج دو تاکہ انہیں میرے عذاب سے ڈرائیں۔ پس آپ بادل نخواستہ ان کی طرف تشریف لے گئے۔

حضرت یونس علیہ السلام تیز طبع اور سخت غصے والے شخص تھے۔ آپ (اہل نینویٰ کے پاس) گئے اور انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ لیکن انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کی نصیحت کو ٹھکرا دیا۔ اور آپ کو پتھر مارے اور (شہر سے) نکال دیا۔ پس آپ وہاں سے لوٹ آئے۔ پھر بنی اسرائیل کے نبی علیہ السلام نے آپ سے کہا اپنی قوم کی طرف چلے جائیں۔ آپ ان کے پاس (دوبارہ) تشریف لے گئے۔ انہوں نے پھر آپ کو پتھر مارے اور شہر سے نکال دیا پھر اسی (محترم) نبی نے آپ سے کہا اپنی قوم کی طرف چلے جائیں۔ آپ پھر تشریف لے گئے انہوں نے پھر آپ کو جھٹلایا اور آپ نے انہیں عذاب کی دھمکی دی تو انہوں نے کہا (اے یونس) تم نے غلط کہا ہے۔

پس جب انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور اللہ کا انکار کیا۔ اور (آسمانی) کتاب کا انکار کیا۔ اس وقت آپ نے اپنے رب سے اپنی قوم کیلئے ضرر کی دعا کی۔

اور کہا اے میرے رب بے شک میری قوم نے کفر کے علاوہ (باقی تمام اچھی چیزوں) کا انکار کیا ہے پس تو ان پر اپنا عذاب نازل فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں ان پر اپنا عذاب نازل کرنے والا ہوں۔

آپ ان کے شہر سے نکل گئے اور تین دن بعد عذاب آنے کی دھمکی دی اور اپنے گھر والوں کو بھی نکال لیا اور چل پڑے پھر آپ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور اہل نینویٰ کی طرف دیکھ رہے تھے اور عذاب کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

پس ان پر عذاب اتر آیا اور انہوں نے عذاب دیکھ لیا اس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا عذاب ختم کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دیکھا تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا اے یونس اب اگر تم اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ تم پر تہمت

لگائیں گے اور تیری تکذیب کریں گے پس آپ اپنی قوم پر ناراض ہو کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ دجلہ کے کنارے پہنچ گئے اور ایک کشتی پر سوار ہو گئے۔ جب کشتی عین دریا کے درمیان پہنچی اللہ نے اسے حکم دیا کہ ٹھہر جا پس کشتی رک گئی۔

جب کہ اردگرد کی کشتیاں چل رہی تھیں۔ لوگوں نے کہا تمہاری کشتی کو کیا ہو گیا۔ سواریوں نے کہا ہمیں علم نہیں یونس علیہ السلام نے کہا میں جانتا ہوں لوگوں نے کہا پھر اس کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا اس کشتی میں اپنے رب سے بھاگا ہوا ایک غلام ہے۔ جب تک تم اسے پانی میں نہیں پھینکو گے کشتی نہیں چلے گی۔ لوگوں نے پوچھا وہ غلام کون ہے آپ نے فرمایا میں ہی ہوں۔ لوگ آپ کو پہچان گئے اور کہا آپ کو تو ہم قطعاً نہیں پھینکیں گے قسم بخدا۔ تیرے سوا اس مشکل سے نجات کی ہمیں امید نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر قرعہ اندازی کر لو جس کا نام نکل آئے اسے دریا میں پھینک دو۔

پس کشتی والوں نے قرعہ اندازی کی تو یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا۔ لیکن انہوں نے آپ کو پھینکنے سے انکار کر دیا پھر دوبارہ قرعہ اندازی کی تو بھی قرعہ جناب یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ تیسری بار بھی قرعہ آپ ہی کے نام نکلا تو آپ نے فرمایا مجھے پھینک دو۔

ایک روایت میں ہے آپ نے کہا اے قوم مجھے پانی میں پھینک دو اور خود نجات حاصل کر لو۔ قوم نے بڑھ کر بڑی نرمی سے آپ کو اٹھا لیا آپ نے کہا مجھے کشتی کے اگلے حصے میں لے چلو انہوں نے ایسا ہی کیا جب وہ آپ کو پھینکنے لگے تو ایک مچھلی منہ کھولے سامنے کھڑی تھی۔ جب آپ نے مچھلی دیکھی تو فرمایا مجھے کشتی کے پچھلے حصہ کی طرف لے چلو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ابھی پھینکنے ہی والے تھے کہ مچھلی پھر منہ کھولے سامنے کھڑی تھی۔ جب آپ نے مچھلی کا پیٹ اور ہولناک منظر دیکھا تو آپ نے کہا مجھے کشتی کے درمیان لے چلو وہ آپ کو کشتی کے درمیانی حصہ پر لائے اب بھی مچھلی سامنے موجود تھی آپ نے فرمایا مجھے کشتی کی دوسری جانب لے چلو تب بھی مچھلی سامنے منہ کھولے کھڑی تھی تاکہ آپ کو پکڑ لے اب آپ نے کہا مجھے پھینک دو اور خود نجات پا جاؤ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جائے نجات نہیں۔ پس انہوں نے

آپ کو پھینک دیا اور مچھلی نے آپ کو پانی میں گرنے سے پہلے نگل لیا اور نیچے لے کر چلی گئی۔

حضرت حسن کہتے ہیں مچھلی آپ کو لے کر اس جگہ چلی گئی جہاں پانی میں اس کا ٹھکانہ تھا۔ پھر وہ آپ کو زمین کی تہ تک لے گئی اور آپ کو چالیس دن تک سمندر کی سیر کرائی۔ وہاں حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلیوں اور سنگریزوں کی تسبیحات سنیں۔ پھر آپ نے بھی اپنے رب کی تسبیح و تہلیل اور قدوسیت کا ذکر کرنا شروع کر دیا اور آپ نے اپنی دعا میں یہ کہنا شروع کر دیا: اے میرے مولا تیرا گھر آسمانوں میں ہے اور زمین میں تیری قدرتیں اور عجائبات ہیں میرے مولا تو نے مجھے پہاڑوں سے گرایا اور میدانوں میں پھرایا اور مجھے تین اندھیروں میں قید کر دیا۔ اے معبود! تو نے مجھے وہاں قید کیا جہاں مجھ سے پہلے کسی کو قید نہیں کیا گیا۔ یاالٰہی تو نے مجھے ایسی سزا دی کہ مجھ سے پہلے کسی کو ایسی سزا نہ دی گئی۔

جب چالیس دن مکمل ہو گئے اور آپ کا دکھ انتہا کو پہنچ گیا۔

فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (انبیاء:87)

"پھر اس نے پکارا (تہ در تہ) اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاک ہے تو بے شک میں ہی قصورواروں سے ہوں۔"

تب ملائکہ نے آپ کی آہ و زاری سنی تو آپ کی آواز کو پہچان لیا۔ آپ کے رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے اور آسمان، زمین اور مچھلیاں بھی رونے لگ گئیں۔ خالق جبار (جل جلالہ) نے کہا اے ملائکہ کیا وجہ ہے میں تمہیں روتا دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا ہمارے پروردگار ایک کمزور اور غمگین آواز کسی دور جگہ سے سنائی دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ میرا بندہ یونس ہے (جو رو رہا ہے) اس نے میرا حکم نہ مانا تو میں نے اسے سمندر میں مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا ہے۔

انہوں نے عرض کیا: پروردگار، وہی نیک بندہ جس کے بہت سارے نیک اعمال ہر دن اور ہر رات آسمانوں تک آیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہاں (وہی بندہ) اس پر ملائکہ نے اور زمین و آسمان نے رب کی بارگاہ میں آپ کی سفارش کی۔

تب اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا اس مچھلی کی طرف جاؤ جس کے پیٹ میں حضرت یونس کو قید کیا گیا ہے اور اسے کہو کہ مجھے اپنے بندے یونس سے ایک کام ہے پس تم اسی جگہ جاؤ جہاں سے تم نے اس کو نگلا تھا اور اس جگہ آ کر اس کو اُگل دو۔ جبرائیل علیہ السلام مچھلی کی طرف گئے اور اسے (حکم ربانی) سے آگاہ کیا۔ مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر چلی اور ساتھ یہ کہہ رہی تھی میرے مالک میں تیرے بندے کی تسبیح سے مانوس ہو گئی تھی (فقط میں کیا) سارے سمندری جانور تیرے بندے کی تسبیح سے مانوس ہو گئے تھے۔

اور میں اس کیلئے پاکیزہ جگہ بن گئی تھی۔ اور تو نے میرے بطن کو اس کیلئے جائے نماز بنا دیا تھا جہاں تیرا بندہ تیرا ذکر پاک کرتا تھا۔ تیرے بندے نے تیری تقدیس بیان کی اور میرے اردگرد کا سمندری ماحول بھی تیرے ذکر کی لذت سے لبریز ہو گیا۔ پس اب تو اس کو میرے پیٹ سے نکال رہا ہے جبکہ مجھے اس سے انس ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے مچھلی) میں نے اس کی خطا معاف فرما دی ہے اور اس پر اپنی رحمت (تمام) کر دی ہے پس تم اسے باہر پھینک دو پھر دجلہ کے کنارے مچھلی آپ کو اسی جگہ لے آئی جہاں سے آپ کو نگلا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مچھلی کے قریب ہوئے اور اپنا منہ مچھلی کے منہ کے قریب کیا اور کہا اے یونس علیہ السلام آپ کو سلام ہو۔ رب العزت تمہیں سلام کہتا ہے یونس علیہ السلام نے کہا اے آواز تجھے مرحبا مجھے تو خوف تھا کہ پھر شاید یہ آواز کبھی نہ سن سکوں۔ اے آواز مرحبا جسے میں اپنے مولا کے قریب سمجھتا ہوں پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے مچھلی رب رحمٰن کے حکم سے یونس کو باہر پھینک دے مچھلی نے انہیں پھینک دیا اور وہ اس وقت ایسے چوزے کی طرح تھے جس پر بال نہ اگے ہوئے ہوں۔

پھر جبرائیل علیہ السلام نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ حضرت حسن کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر کدو کا پودا اگا دیا اس کا وسیع سایہ تھا جس کے سائے میں آپ بیٹھے رہے

اور کدو کی شاخوں کو حکم دیا گیا کہ آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور آپ چھوٹے بچے کی طرح اس سے دودھ پیتے رہے۔

حضرت حسن کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پہاڑی بکری آپ کی طرف بھیجی۔ جس کی کھیری سے دودھ آتا تھا وہ حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آئی جبکہ آپ چوزے کی طرح تھے بکری نے جھک کر اپنے تھن آپ کے منہ میں ڈال دیئے اور آپ اس وقت وہ دودھ اس طرح چوستے تھے جس طرح کہ چھوٹے بچے چوستے ہیں جب آپ سیر ہو جاتے تو بکری چلی جاتی۔

بکری اسی طرح آپ کے پاس آتی جاتی رہی یہاں تک کہ آپ مضبوط ہو گئے اور آپ پر نئے سرے سے بال اگ آئے۔ اور آپ اس طرح ہو گئے جس طرح مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے تھے۔ پھر وہاں سے کوئی گزرنے والا گزرا اس نے آپ کو چادر اوڑھا دی۔ اسی حال میں ایک دن آپ سوئے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو حکم دیا کہ شجر یونس کو جلا دو۔ سورج نے وہ پودا جلا دیا تو دھوپ آپ کے جسم پر پڑی اور اس کی تپش آپ کی جلد تک پہنچی تو آپ نے عرض کیا۔ اے میرے رب تو نے مجھے تاریکیوں سے نکالا۔ اور تو نے مجھے درخت کا سایہ عطا کیا جس کے نیچے میں بیٹھتا تھا تو نے وہ بھی جلا دیا۔ میرے مولا کیا تو مجھے محروم کر دے گا (ہر چیز سے) یہ کہہ کر آپ رو پڑے تو جبرائیل آپ کے پاس آئے اور کہا اے یونس اللہ تعالیٰ پوچھ رہا ہے کیا تو نے وہ پودا کاشت کیا تھا اور پروان چڑھایا تھا تو آپ نے کہا نہیں۔ تو جبرائیل نے کہا جب آپ کو علم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے تو پھر تیرے رونے کا سبب کیا ہے۔

اور کس طرح تو نے ایک لاکھ چوبیس ہزار بندوں کیلئے دعائے ضرر کی تھی کیا تو نے ان کی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جبرائیل نے آپ سے کہا اے یونس ایک درخت جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے اگایا تھا اس کے لئے تو روتے ہو اور ایک لاکھ سے زیادہ جانوں کیلئے نہیں روتے۔ تم نے تو ایک آن میں انہیں ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس وقت یونس

علیہ السلام کو محسوس ہوا کہ انہوں نے درست نہیں کیا تھا اس پر انہوں نے اللہ سے مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔

اور حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام کچھ مضبوط ہو گئے تو اس درخت سے نکل کر ادھر ادھر جایا کرتے تھے (ایک دن) ایک آدمی کے پاس آئے جو گھڑے بنایا کرتا تھا۔

آپ نے کہا اے اللہ کے بندے یہ کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا میں گھڑے بناتا ہوں اور بیچتا ہوں جن سے اللہ کا فضل (روزی) طلب کرتا ہوں پس اللہ نے قلب یونس میں یہ بات ڈال دی کہ اسے گھڑے توڑنے کیلئے کہیں۔ آپ نے اس سے ہی کہا تو وہ ناراض ہو گیا اور کہا تم کیسے آدمی ہو؟ تم مجھے فساد کا حکم دے رہے ہو اور تم مجھے اس چیز کے توڑنے کا حکم دے رہے جو میں نے محنت کے بعد بنائی ہے اور جس سے مجھے اپنے رزق کی امید ہے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا کہ اے یونس کیا تم نے نہیں دیکھا کہ یہ کمہار کس طرح غضب ناک ہو گیا ہے جب تم نے اسے وہ چیز توڑنے کا حکم دیا ہے جو اس نے بنائی ہے؟

اور تم ہو کہ مجھے اپنی قوم کی ہلاکت کیلئے کہتے ہو۔ تمہارا اس سے کیا بگڑتا ہے کہ تیری ہی قوم کے ایک لاکھ سے زائد تیرے امتیوں کی اصلاح ہو جائے۔(1)

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (صافات:143)

"پس اگر وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے والوں سے نہ ہوتے۔"

مسبحین سے مصلین نماز پڑھنے والے مراد ہیں وہ لوگ جو نزول مصیبت سے پہلے بارگاہ الٰہی میں جھکتے ہیں۔

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (صافات:144)

1۔ یونس علیہ السلام نے دعائے ہلاکت کی تھی۔ قوم نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ آپ غضب ناک ہو کر چلے گئے۔ یہاں وہی واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ تیری قوم کی اصلاح تیری قوم کی ہلاکت سے بہتر ہے۔ (مترجم)

"تو پڑے رہتے مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو شخص خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے اللہ تعالیٰ مصیبت میں اسے یاد رکھتا ہے اور اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور جو خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے غافل ہوتا ہے اور مصیبت میں اسے یاد کرتا ہے اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

(انبیاء:87)

"اور یاد کرو ذوالنون کو جب وہ چل دیا غضب ناک ہو کر یہ خیال کیا کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کریں گے...... الخ۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِى الْمُؤْمِنِيْنَ

(انبیاء:88)

"پس ہم نے اس دعا کی داعی قبول کر لی اور اسے غم سے نجات عطا فرمائی۔ ہم نیک بندوں کے ساتھ ایسا ہی اچھا سلوک کرتے ہیں۔ جب وہ گناہ کر کے توبہ کرتے ہیں تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضور ﷺ کا فرمان ہے میرے بھائی یونس علیہ السلام نے تاریکیوں میں ان کلمات کے ساتھ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نجات عطا فرمائی۔ پس کوئی مصیبت زدہ مومن جب ان کلمات سے دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور فرما دے گا۔ یہ اللہ کی جانب سے ایسا وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی نہیں۔

ذکر التوابین من ملوک الامم الماضیه

گزشتہ امتوں میں سے بادشاہوں کی توبہ کا ذکر

5۔ طالوت کی توبہ

احمد بن مبارک نے ہمیں خبر دی ثابت سے ثابت نے ابو علی بن دوما سے خبر دی انہوں نے مخلد بن جعفر سے خبر دی انہوں نے حسن بن علولہ سے انہوں نے اسمٰعیل بن عیسیٰ سے انہوں نے اسحاق بن بشر سے انہوں نے ابو الیاس سے اور انہوں نے وہب بن منبہ سے روایت بیان کی ہے۔

بے شک داؤد علیہ السلام نے جب جالوت کو قتل کر دیا اور طالوت بنی اسرائیل کو لے کر کامیاب واپس ہوئے تو انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح داؤد علیہ السلام سے کر دیا اور ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس پر بنی اسرائیل نے اکٹھے ہو کر کہا ہم طالوت کو تسلیم نہیں کرتے اور اپنا حکمران داؤد علیہ السلام کو بناتے ہیں کیونکہ وہ یہودا کی اولاد میں سے ہے اور ملک کا زیادہ حق دار ہے جب طالوت کو اس بات کا علم ہوا تو اسے (اپنے حصہ کی) حکومت (کے جانے) کا خوف ہوا۔ اس نے ارادہ کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو دھوکے سے قتل کر دے۔ اس کے ایک وزیر نے اسے کہا تیرے لئے قتل داؤد ممکن نہیں بجز اس کے کہ تیری بیٹی (زوجہ داؤد) تیری مدد کرے۔ پس طالوت اپنی بیٹی کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میں نے ایک کام کا ارادہ کیا ہے اور چاہتا ہوں کہ تو میری مدد کرے۔ اس نے کہا وہ کون سا کام ہے۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ داؤد کو قتل کر دوں۔ کیونکہ اس نے میرے بارے میں قوم میں تفریق ڈال دی ہے۔

بیٹی نے کہا اے میرے باپ۔ بے شک داؤد صاحب ہیبت اور سخت غصے والا شخص ہے اگر تم اسے قتل نہ کر سکے تو میں تیری جان (کے ضائع ہونے) کی طرف سے مطمئن نہیں

ہوں۔ اگر وہ تم پر کامیاب ہو گیا تو تمہیں قتل کر ڈالے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے تیری ملاقات اس حال میں ہو گی کہ تم خود اپنی جان کے قاتل ہو گے اور داؤد کیلئے تیرا قتل حلال ہو گا۔

اور جہاں تک میں جانتی ہوں تیرے حلم اور تیری رائے کی پختگی اور عقلمندی کے ہوتے ہوئے یہ کام بڑا عجیب لگتا ہے۔ (میرے باپ) میں تمہیں کس طرح اس گھٹیا رائے کے سپرد کر دوں۔ اور یہ ایک کمزور حیلہ ہے داؤد تک پہنچنے کا۔ اور تو جانتا ہے کہ وہ (اس وقت) تمام اہل زمین سے جرأت کے اعتبار سے شدید ہے اور موت کو گلے لگانے میں سب سے زیادہ بہادر ہے۔

طالوت نے (اپنی بیٹی سے) کہا میں شوہر کی دیوانی عورت کی بات سننے کیلئے تیار نہیں۔ جس کی محبت نے اس کو باپ کی نصیحت قبول کرنے سے روک دیا ہے۔ اور خوب یاد رکھ کہ میں نے تمہیں اس کام کیلئے تب بلایا ہے جب میں نے اپنے آپ کو اس کی سسرالی قرابت سے دور کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔

اب یا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا یا تمہیں اس کو قتل کرنا پڑے گا۔ بیٹی نے کہا مجھے مہلت دو کہ میں کسی فرصت کے لمحے اس کے بارے میں آگاہ کروں۔

راوی کہتے ہیں کہ جویبر نے ضحاک سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی ہے کہ بنت طالوت وہاں سے اٹھیں اور مشک لی پھر اسے مشروب سے بھر دیا اور اس مشروب کو کستوری، عنبر اور دوسری خوشبوئیں ملا کر معطر کر دیا۔ پھر اس مشک کو داؤد علیہ السلام کی چارپائی پر رکھ دیا اور اوپر سے داؤد علیہ السلام کے لحاف سے اسے ڈھانپ دیا۔ یہ بات داؤد علیہ السلام کو بھی بتا دی۔ اور انہیں (کہیں) چھپا دیا۔

پھر طالوت کو اطلاع دی اور کہا آؤ داؤد کی طرف اور اسے قتل کر دو۔ پس طالوت آیا یہاں تک کہ تلوار لے کر گھر میں داخل ہوا۔ پھر اس کی بیٹی نے کہا یہ داؤد ہے تم جانو اور وہ جانے۔ پھر طالوت نے اپنی تلوار (لحاف کے اوپر سے ہی) داؤد کے دل میں گھونپ دی اور اس پر اپنا وزن ڈالا یہاں تک کہ تلوار پار ہو گئی۔ مشک پھٹ گئی اور کستوری کی خوشبو پھیل گئی۔

طالوت نے کہا اے داؤد تم مرنے کے بعد بھی کتنے پاکیزہ ہو اور زندگی میں تم اس سے بھی زیادہ پاکیزہ تھے۔ اور تم متقی اور طاہر تھے اب طالوت نادم ہوا اور رونا شروع کر دیا اور تلوار لے کر خود کو قتل کرنا چاہا کہ اس کی بیٹی نے اسے پکڑ کر کہا ابا جان تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اپنے دشمن پر کامیاب ہو چکے ہو۔ اس کو قتل کر دیا ہے اور اللہ نے اس سے تمہیں راحت عطا کی ہے اب تیرے لئے سارا ملک خالی ہو چکا ہے۔

اس نے کہا میری بیٹی تمہیں علم ہے کہ حسد اور غیرت نے مجھے اس کے قتل پر ابھارا ہے اور دوزخی ہو گیا ہوں اور بنی اسرائیل اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوں گے پس اب میں اپنے آپ کو قتل کرنے والا ہوں۔ اس نے کہا ابا جان کیا آپ اس بات سے خوش ہوں گے کہ آپ نے داؤد علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔

طالوت نے کہا ہاں۔ تب اس نے داؤد کو کمرے سے باہر نکالا اور کہا ابا جان تم نے داؤد کو قتل نہیں کیا داؤد تو یہ ہے۔ اس پر طالوت بہت شرمندہ ہوا۔

مکحول سے روایت ہے کہ ایک اہل کتاب کا گمان ہے کہ طالوت نے بارگاہ رب العزت میں توبہ کی اور اپنے تمام گناہوں سے خلاصی کی راہ تلاش کرنے لگا۔ طالوت بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت کے پاس آیا وہ عورت ان اسماء الٰہی کے وسیلہ سے دعا کرتی تھی جن سے دعا قبول ہو جاتی اور اس سے کہا میں ایک ایسا گناہ کر بیٹھا ہوں جس کا کفارہ سوائے حضرت الیسع علیہ السلام کے اور کوئی نہیں بتائے گا۔ کیا آپ میرے ساتھ ان کی قبر تک جائیں گی اور وہاں اللہ سے دعا مانگیں گی کہ اللہ انہیں ہمارے لئے زندہ کرے تاکہ میں ان سے اپنے گناہ کا کفارہ پوچھ لوں۔

بوڑھی ماں نے کہا ہاں اور چل کر دونوں مزار نبی پر آئے۔ بوڑھی نے دو نفل پڑھے پھر اللہ سے دعا مانگی تو مزار انور سے حضرت الیسع علیہ السلام تشریف لائے۔

اور فرمایا اے طالوت تیری خطا اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تم نے مجھے میری قبر سے نکالا ہے؟ طالوت نے کہا اے اللہ کے نبی! مجھ پر میرا معاملہ دشوار ہو گیا ہے اور آپ سے سوال

کیے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے فرمایا تیرے گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ تو خود اور تیرے گھر والے اللہ کی راہ میں جہاد کریں یہاں تک کہ تم میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ بچے۔

پھر حضرت الیسع علیہ السلام اپنے مزار اقدس میں تشریف لے گئے اور طالوت نے ایسا ہی کیا خود بھی راہ خدا میں قتل ہوا اور اس کے گھر والے بھی اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے۔

6۔ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک شہزادے کی توبہ

ابو عقیل الدروقی نے بکر بن عبداللہ مزنی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں ایک شخص تھا جسے لمبی زندگی، کثیر مال اور کثیر اولاد سے نوازا گیا تھا۔ اس کے بچوں میں سے جب کوئی بڑا ہو جاتا تو شعر و شاعری کا لباس پہن لیتا اور پہاڑوں کی طرف نکل جاتا۔ درختوں سے خوراک کھاتا اور تادم آخر اللہ کی زمین میں گھومتا رہتا۔ اس نسل میں سے ایک پورے گروہ نے یکے بعد دیگرے اسی طرح زندگیاں بسر کیں پھر اس بادشاہ کے اپنے بیٹوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

آخری عمر میں اس بادشاہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے اپنی قوم کو بلایا اور کہا مجھے بڑھاپے میں ایک (اور) فرزند عطا کیا گیا ہے اور تم اپنے اوپر میری شفقت دیکھ رہے ہو۔ مجھے ڈر ہے کہ میرا یہ بچہ بھی اپنے پہلے بھائیوں کے نقش قدم پر نہ چلنا شروع کر دے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر میرے بعد میری اولاد میں سے کوئی تم پر حاکم نہ ہوا تو تم تباہ ہو جاؤ گے۔ پس تم اس کی کم سنی میں ہی اس کے ساتھ لگ جاؤ اور دنیا اس کی نگاہوں میں محبوب بنا دو۔ شاید اس طرح میرے بعد یہ تمہارے پاس کچھ عرصہ رہ جائے۔ قوم نے ایک دیوار بنائی جو ایک مربع فرسخ احاطے پر مشتمل تھی اور اس حویلی میں اس زمانے کی تمام چیزیں مہیا کی گئی تھیں۔

ایک دن وہ لڑکا گھوڑے پر سوار ہوا تو دیکھا کہ اس کے آگے ایک بند دیوار ہے اس نے (قوم سے) کہا میرا خیال ہے کہ اس دیوار کے پیچھے ایک نئی دنیا اور نئے لوگ ہیں۔ لہٰذا تم مجھے نکالو تاکہ میں اپنے علم میں اضافہ کر سکوں اور باہر کے لوگوں سے ملاقات کر سکوں۔

یہ بات اس کے باپ کو بتائی گئی تو وہ گھبرا گیا اور ڈر گیا کہ کہیں یہ اپنے بھائیوں کی راہ پر نہ چل نکلے اور (قوم سے) کہا اس پر تمام لہو ولعب جمع کر دو (تاکہ اسے باہر نکلنے کا خیال نہ آئے) قوم نے ایسا ہی کیا۔

پھر سال بعد دوبارہ وہ سوار ہوا اور کہا میرا نکلنا اب بہت ضروری ہے پھر اس بوڑھے کو بتایا گیا اس نے کہا اسے باہر نکال لو اسے ایک تانگے پر بٹھایا گیا جس کو زبرجد اور سونے سے مزین کیا گیا تھا اور اس کے ارد گرد لوگوں کی دو قطاریں دیواروں کی طرح بن گئیں۔

اس سفر کے دوران اس نے ایک مبتلائے مصیبت شخص کو دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ مصیبت زدہ ہے اس نے کہا کیا تکلیف بعض انسانوں کو پہنچتی ہے یا اس شخص کو جو اس سے ڈرنے والا ہو۔ لوگوں نے کہا ہر ڈرنے والے کو اس نے کہا مجھے بھی؟ جبکہ میں اس قوت وحکومت میں ہوں۔ لوگوں نے کہا ہاں تمہیں بھی وہ بولا افسوس ہے تمہاری اس زندگی پر یہ تو گدلی زندگی ہے۔ اس طرح وہ غمگین اور اداس ہو کر واپس لوٹا اس کے باپ کو یہ بات بتائی گئی تو اس نے کہا اس پر مزید لہو ولعب کی فراوانی کر دو یہاں تک کہ تم اس کے دل سے حزن وملال کا احساس ختم کر دو۔

ایک سال وہ اس جگہ رہا پھر کہا مجھے باہر نکالو۔ پھر اسے پہلے کی طرح نکالا گیا۔ راہ چلتے ہوئے اس نے ایک شخص کو دیکھا جو بوڑھا ہو چکا تھا اور اس کے منہ سے تھوک بہہ رہا تھا اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ایک بوڑھا شخص ہے اس نے پوچھا کیا بڑھاپا بعض لوگوں پر آتا ہے یا ہر اس شخص پر جو اس سے ڈرتا ہے اگرچہ اس کو عمر عطا کی گئی ہو، اسے کہا گیا ہر ڈرنے والے کو اس نے کہا حیف ہے تمہاری اس زندگی پر۔ یہ زندگی تو کسی کیلئے بھی خوشگوار نہیں۔ اس بات کی خبر اس کے باپ کو دی گئی اس نے کہا زندگی کی رونقیں اس کے محل میں بکھیر دو قوم نے ایسا ہی کیا۔

(اس کے بعد) وہ ایک سال (اور) ٹھہرا رہا پھر پہلے کی طرح سوار ہو کر نکلا۔ دوران سفر ایک چارپائی تھی جس کو لوگ کندھوں پر بٹھا کر لا رہے تھے۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے

لوگوں نے کہا ایک آدمی مر گیا ہے (یہ اس کا جنازہ ہے) اس نے کہا موت کیا ہوتی ہے۔ یہ جنازہ میرے پاس لاؤ۔ لوگ جنازہ اس کے پاس لائے اس نے کہا اس (میت) کو بٹھا دو لوگوں نے کہا یہ (اب) بیٹھ نہیں سکتا۔ اس نے کہا اس کے ساتھ باتیں کرو۔ لوگ کہنے لگے یہ (اب) باتیں نہیں کر سکتا۔

پھر اس نے پوچھا تم اسے کہاں لے جا رہے ہو۔ وہ کہنے لگے ہم اسے زیر زمین دفن کر دیں گے۔ اس نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ انہوں نے کہا اس کے بعد حشر قائم ہوگا شہزادے نے پوچھا حشر کیا ہوتا ہے لوگوں نے کہا۔

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ (مطففین 5:)

''جس دن لوگ پروردگار کل جہاں کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

پھر اس دن ہر شخص کو اس کی نیکیوں اور برائیوں کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

شہزادے نے پوچھا کیا اس جہان کے علاوہ بھی کوئی جہان ہے جس میں تمہیں (تمہاری اعمال کی) جزا دی جائے گی لوگوں نے کہا۔ ہاں (اس بات کا سننا تھا کہ) اس نے اپنے آپ کو گھوڑے سے گرا دیا اور اپنے چہرے کو مٹی پر ملنا شروع کر دیا۔

اور لوگوں سے کہنے لگا اس چیز سے میں ڈرتا تھا۔ قریب تھا کہ لاعلمی میں مجھے یہ دن دیکھنا پڑتا۔ اس رب کی قسم جو عطا بھی کرتا ہے اپنے سامنے کھڑا بھی کرتا ہے اور جزاء بھی عطا کرتا ہے میرا اور تمہارا یہ آخری دن ہے۔ آج کے بعد تمہارا میرے ساتھ کوئی واسطہ نہیں لوگوں نے کہا ہم تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک تجھے تیرے باپ تک نہ پہنچا دیں۔

وہ لوگ اسے اس کے باپ تک لے گئے قریب تھا کہ اس کا سارا خون بہہ پڑتا۔ اس نے کہا میرے بیٹے یہ آہ وزاری کیسی ہے۔ شہزادے نے کہا میرا رونا اس دن کیلئے ہے جس دن ہر چھوٹے بڑے کو ان کے ہر اچھے اور برے عمل کی جزا دی جائے گی۔ پھر اس نے کپڑے منگوائے اور ان کو پہن لیا اور کہا میں آج رات کہیں باہر نکلنے والا ہوں۔ جب آدھی

رات یااس کے قریب وقت ہوا تو شہزادہ نکل کھڑا ہوا۔ جب وہ محل کے دروازے سے نکلا تو کہا الٰہی میں تم سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں کہ دنیا میں میرے لئے اس میں سے نہ تھوڑا حصہ ہو نہ زیادہ۔ الٰہی میں پسند کرتا ہوں کہ پانی کا پانی اور مٹی کی مٹی ہو۔ (یعنی سب کچھ اپنی جگہ پر رہے یا نہ رہے) لیکن میں دنیا کی طرف ایک نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں۔

بکر بن عبداللہ فرماتے ہیں یہ آدمی ہے جو ایک گناہ کی وجہ سے گھر سے نکل گیا پتہ نہیں اس گناہ کی سزا کیا ہے۔ پس اس شخص کا حال کیا ہوگا جو گناہ بھی کرتا ہے اور جانتا بھی ہے کہ اس کی سزا کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسے کوئی پریشانی نہیں ہوتی اور نہ وہ آہ وزاری کرتا ہے اور نہ ہی توبہ کرتا ہے۔

7۔ صاحب خورنق کی توبہ

خالد بن صفوان بن اہتم سے یہ روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

ایک بادشاہ خورنق (1) اور سدیر (ایک نہر کا نام ہے) کی طرف ایک ایسے سال میں گیا جس میں موسم بہار کی پہلی بارش بہت جلد ہو گئی تھی اور اس کے فوراً بعد دوسری بارش بھی ہو گئی اور زمین نے اس سال تزئین و آرائش کا جوڑا پہن لیا تھا۔

اس بادشاہ کو وسیع ملک، اشیاء کی فراوانی، غلبہ اور قوت عطا کی گئی تھی۔ اس نے دور تک نگاہ دوڑائی اور ساتھیوں سے کہنے لگا۔ یہ سب کچھ کس کی ملکیت ہے لوگوں نے کہا یہ سب کچھ آپ کا ہے۔

اس نے کہا تم نے کوئی ایسا بھی دیکھا ہے جس کو میری طرح ملک و حکومت عطا کی گئی ہو۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کے پاس اصحاب حجت (اولیاء) میں سے کوئی (ولی) بیٹھا تھا اور زمین کبھی بھی بندوں میں رب کی حجت قائم کرنے والوں سے خالی نہیں ہوئی۔ اس نے کہا اے بادشاہ تو نے جس بات کا سوال کیا اس کے جواب کی مجھے اجازت ہے؟ اس نے کہا ہاں اجازت ہے۔ اس نے کہا اے بادشاہ! تیرا کیا خیال ہے جس ملک میں تو موجود ہے اس میں

1۔ خورنق، حیرہ میں نعمان بن شقیقہ کے محل کا نام ہے۔

ہمیشہ سے موجود تھا یا یہ بطور میراث تمہیں ملا ہے اور جس طرح تیرے پاس آیا ہے اسی طرح (تیرے مرنے کے بعد) دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔

بادشاہ نے کہا یہ زائل ہونے والا ملک ہے اس (بندۂ خدا) نے کہا پھر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ ایک تھوڑی سی چیز پر تم اترا رہے ہو۔ جس میں تیرے رہنے کا عرصہ تھوڑا ہے۔ اور جس سے نکلنے کی مدت زیادہ ہے اور کل تمہیں اس کا حساب بھی دینا پڑے گا۔

بادشاہ۔ نے کہا تیرا بھلا ہو پھر اس سے نجات کی سبیل کیا ہے اور کس چیز کو طلب کیا جائے (یہ کہہ کر) اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔

اس شخص نے کہا۔ (راہ نجات یہ ہے کہ) تو اپنے ملک میں رہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے ہر خوشی اور غمی کی حالت نیز غصے اور خوشنودی کی حالت میں یا پھر حکومت چھوڑ دے اور اپنا تاج اتار کر گدڑی پہن لے اور آخر دم تک اس پہاڑ میں اپنے رب کی عبادت کرتا رہے۔

بادشاہ نے کہا میں آج رات سوچوں گا کل تمہیں ملوں گا اور دو باتوں میں سے ایک کے بارے میں تمہیں آگاہ کردوں گا۔

جب صبح ہوئی بادشاہ نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا میں نے یہ پہاڑ، چٹیل میدان اور بنجر زمین (عبادت کیلئے) پسند کرلی ہے۔ اور میں نے تاج اتار کر سادہ کپڑے پہن لئے ہیں۔ اگر تم نے میرے ساتھ آنا ہے تو پھر مجھے چھوڑنا نہیں۔

پھر ان دونوں نے اللہ کا نام لے کر پہاڑ میں رہنا شروع کردیا اور تادم واپسیں وہیں (ذکر الٰہی کرتے) رہے۔

اسی کے بارے میں بنی تمیم زید العبادی کے بھائی نے کہا ہے:

ترجمہ اشعار

''اے دوسروں کی تکلیف پر خوش ہونے والے، زمانے کو برا بھلا کہنے والے کیا تو (ہمیشہ) سلامتی اور کثرت کے ساتھ رہے گا یا زمانے نے تمہیں پختہ دستاویز لکھ کر دے دی ہے

(ہمیشہ سلامت رہنے کی) (نہیں) بلکہ تو فریب خوردہ اور ناواقف ہے۔ کیا تو نے دیکھا ہے کہ موت نے کسی کو چھوڑ دیا ہو یا کسی پناہ گزین کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ ایرانی بادشاہوں کا بادشاہ کسریٰ نوشیروان اور اس سے پہلے کا بادشاہ "سابور" کہاں ہے۔ شاہان روم نے عظیم محلات بنائے لیکن ان میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں۔ "حضر" (شہر) کو آباد کرنے والے دریائے (دجلہ) اور (نہر) خابور کو آباد کرنے والے کہاں ہیں وہ عمارتیں جنہیں سنگ مرمر سے مضبوط کیا گیا اور ان کے عالی شان کلس بنائے گئے جن کی چوٹیوں پر پرندے گھونسلے بناتے تھے۔ لیکن گردش زمانہ نے ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑا وہ ملک ویران ہو گئے اور ان کے دروازے بے رونق پڑے ہیں۔ تو خورنق کے بادشاہ کو یاد کر جب وہ ایک دن مشاہدہ کیلئے آیا۔ اس کو خوش کر دیا کثرت مال و منال نے اور وسعت بحر اور رونق نہر (سدیر) نے وہ دھوکہ کھا گیا اور کہنے لگا کیا کسی زندہ کا خوش ہونا اسے موت کی طرف لے جاتا ہے۔"

8۔ نعمان بن امریٔ القیس الاکبر کی توبہ

محمد بن سلام الجمعی نے اصمعی سے روایت کیا ہے کہ نعمان بن امریٔ القیس الاکبر جس نے قصر خورنق تعمیر کروایا تھا ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور محل کی طرف جھانک کر دیکھا اس نے اپنے اردگرد دیکھا اور وہاں موجود لوگوں سے کہا کیا تمہیں علم ہے کسی ایسے شخص کا کہ جسے میری طرح ملک عطا کیا گیا ہو۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ مگر ایک آدمی ان میں خاموش کھڑا تھا اس نے کہا اے بادشاہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں بھی کچھ کہوں۔ شاہ نے کہا ضرور کہو۔ اس نے کہا جو چیزیں تو نے جمع کی ہیں یہ تیرے پاس شروع سے تھیں اور آخر تک رہیں گی یا یہ وہ چیزیں ہیں جو تم سے پہلے لوگوں کے پاس تھیں۔ ان کے ہاتھ سے نکل کر تیرے پاس آئیں اور اسی طرح تیرے ہاتھ سے نکل کر دوسروں کے پاس چلی جائیں گی۔ اس نے کہا نہیں بلکہ مجھ سے پہلوں کے پاس تھیں ان سے زائل ہو کر میرے پاس آئیں اور (عنقریب) میرے ہاتھ سے بھی نکل جائیں گی۔

اس شخص نے کہا تو پھر تم اس چیز پر ناز کر رہے ہو جس کی لذت تم سے چھن جائے گی اور اس کا وبال تمہارے سر باقی رہے گا۔ تم نے اس میں تھوڑا وقت گزارا لیکن (اس کے بدلے) طویل عرصے کیلئے تمہیں گروی رہنا پڑے گا۔

بادشاہ رو پڑا اور کہا اس سے بچنے کی بھی کوئی راہ ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں دو میں سے ایک کام کر لو یا تو تم یہاں رہو اور اپنے رب کی اطاعت کرنا شروع کر دو یا بوسیدہ لباس پہن کر اس پہاڑ پر چلے جاؤ لوگوں سے بیزار ہو کر خلوت میں اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔

بادشاہ نے پوچھا جب میں ایسا کر لوں تو مجھے کیا ملے گا؟ اس شخص نے کہا تمہیں ایسی زندگی ملے گی جس کے بعد موت نہیں ہوگی اور ایسا شباب نصیب ہوگا کہ بڑھاپے کا خطرہ نہیں ہوگا اور ایسی صحت جس کے بعد بیماری کا اندیشہ نہیں ہوگا اور ایسا نیا ملک جو کبھی پرانا نہیں ہوگا۔

بادشاہ نے کہا اے صاحب حکمت انسان میں دیکھ رہا ہوں ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اس نے بادشاہ کی تائید کی بادشاہ نے کہا پھر فانی (چیزوں میں دلچسپی لینے) میں کیا بھلائی ہے؟ اللہ کی قسم میں ایسی زندگی طلب کرنے لگا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو سکے گی۔
پھر بادشاہ نے لباس شاہی اتار پھینکا۔ بوسیدہ کپڑے پہن لئے اور اللہ کی زمین میں (کہیں دور) نکل گیا۔ اس مرد حکیم نے بھی اس کی پیروی کی۔ دونوں نے اکٹھے رہ کر اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ موت نے انہیں آلیا۔ عدی بن زید شاعر نے اسی کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں جن کا ترجمہ ابھی گزر چکا ہے۔

اسود یعفر کے اشعار کا ترجمہ

"آل محرق کے بعد میں کسی چیز کی تمنا کروں حالانکہ وہ اپنے گھر اور نعمتیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں جو خورنق سدیر، بارق اور سنداد نیز عالیشان محلات کے بسانے والے تھے وہ انقرہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور پہاڑ کی جھرنوں سے فرات کا پانی ان کے پاس بہتا تھا۔ یہ وہ

سرزمین تھی جسے کعب بن مامہ اور ابن ام داؤد نے اپنی خوشگوار آرام گاہ کیلئے منتخب کیا تھا۔ ہوائیں ان کے شہروں کے محلات کو چھو کر گزرتی تھیں گویا وہ گھر مقام صفین پر واقع گھر (میعاد) پر موجود ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام نعمتیں اور غافل کر دینے والی اشیاء ایک دن بوسیدگی اور فنا کے گھاٹ اتر جائیں گی۔"

9۔ ایک بادشاہ کی توبہ

یہ واقعہ محمد بن احمد البراء نے کتاب الروضہ میں ذکر کیا ہے عون بن عبداللہ بن عتیبہ کہتے ہیں میں نے یہ واقعہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو سنایا تھا کہ

زمانہ قدیم میں ایک بادشاہ نے ایک محل کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر میں خوبصورتی کی حد کر دی (بعد از تکمیل) کھانے کا اہتمام کیا اور لوگوں کو دعوت دی اور محل کے دروازوں پر کچھ آدمیوں کو بٹھا دیا جو ہر نکلنے والے سے پوچھتے کیا تم نے اس محل میں کوئی عیب دیکھا ہے۔ لوگ کہتے "نہیں" یہاں تک کہ آخر میں کچھ چادر پوش (فقیر) آئے انہوں نے ان سے بھی پوچھا کیا تم نے اس میں کوئی عیب دیکھا؟

ان (فقراء) نے جواب دیا ہاں دو عیب دیکھے ہیں۔ چوکیداروں نے انہیں روک لیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے اور بتایا کہ ہم لوگوں سے پوچھتے رہے تھے سب نے کہا اس میں کوئی عیب نہیں۔ یہاں تک کہ یہ چادروں والے آئے تو انہوں نے کہا اس میں دو عیب ہیں۔

بادشاہ نے کہا میں ایک عیب پر بھی خوش نہیں تھا (یہ دو عیب بتا رہے ہیں) انہیں میرے پاس لاؤ۔ وہ لوگ بادشاہ کے پاس لائے گئے بادشاہ نے کہا کیا تم نے کوئی عیب دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں دو عیب دیکھے ہیں اس نے کہا وہ عیب کون سے ہیں انہوں نے بتایا ایک عیب تو یہ ہے کہ یہ محل فنا ہو جائے گا اور دوسرا عیب یہ ہے کہ اس کا مالک مر جائے گا۔

بادشاہ نے پوچھا تم کوئی ایسا محل جانتے ہو جو خود فنا ہو اور اس کا مالک نہ مرے۔ فقیروں نے کہا ہاں محلات جنت (ان عیوب سے پاک ہیں)

بادشاہ نے کہا ان کو چھوڑ دو۔ پھر انہیں اپنے پاس بلایا اور کہا اگر میں برسر عام تمہارے

ساتھ جاؤں تو رعایا مجھے نہیں چھوڑے گی۔ لیکن فلاں جگہ میرا اور تمہارا وعدہ ہے (اکٹھے ہونے کا) پھر ایک عرصہ وہ اکٹھے رہے ایک دن اس نے کہا۔ تمہیں میرا آخری سلام ان (فقراء) نے کہا کیا وجہ ہے کیا تم نے ہمارا کوئی ناپسندیدہ عمل دیکھا ہے اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا پھر اس جدائی کا سبب کیا ہے۔ اس نے کہا تم میری پہلی حیثیت جاننے کی وجہ سے میری عزت کرتے ہو۔

راوی کہتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اس کا معنی مناسب محسوس ہوا۔ پھر عتبہ، مسلم کے پاس گئے اور انہیں یہ بات بتائی۔ پھر مسلمہ حضرت عمر کے پاس آئے جبکہ یہ بات بتائی جا چکی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے مسلمہ تجھے کیا ہو گیا ہے تمہاری کیا رائے ہے کہ ایک شخص کو ناقابل برداشت بوجھ کا پابند کیا گیا تو وہ اپنے رب کی طرف بھاگ گیا۔ اس وجہ سے اس پر کوئی سزا ہے؟

اس نے کہا اے امیر المؤمنین امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں رب سے ڈرو۔ قسم بخدا اگر آپ نے ایسا کہا تو امت باہمی قتل و غارت میں مبتلا ہو جائے گی۔ مسلمہ انہیں بار بار یہی واسطے دیتے رہے۔

10۔ امرئ القیس کی توبہ

مرزبانی نے ازدی سے روایت کیا ہے کہ امرئ القیس کندی جو صحرا کو عبور کرنے والا پہلا شخص ہے۔ اس نے طویل زندگی لہو ولذت میں گزاری اور کھیل کود میں کثرت سے مشغول رہا۔ ایک دن سوار ہو کر نکلا یا تو صحراء میں جانے کے لئے یا شکار کرنے کیلئے یہ اپنے دوستوں سے جدا ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے جس نے مُردوں کی بہت ساری ہڈیاں جمع کر رکھی ہیں اور انہیں اپنے سامنے رکھ کر الٹ پلٹ رہا ہے۔

بادشاہ نے پوچھا تیری داستان کیا ہے اور تجھے اس برے حال اور جسم کی لاغری رنگت کی تبدیلی اور صحرا کی تنہائی تک کس نے پہنچایا ہے؟

اس نے کہا (میرا قصہ یہ ہے کہ) میں ایک دور دراز سفر پر ہوں اور میرے اوپر دو نگران ہیں جو ہر وقت ایک تنگ، تاریک اور وحشت ناک مقام کی طرف ہانک رہے ہیں۔ پھر وہ مجھے بوسیدگی کے قرب میں اور ہلاکت کے پڑوس میں زمین کی تہوں میں رکھ دیں گے۔

پھر اگر مجھے اسی جگہ رکھ کر چھوڑ دیا جاتا باوجود اس کے کہ وہاں تنگی، وحشت اور بے اعتنائی ہے اور حشرات ارض میرے گوشت اور پٹھوں میں سے لقمہ خوری کرتے رہیں یہاں تک کہ میں ریزہ ریزہ ہو جاؤں اور میری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں۔ پھر یہ میری آزمائش کی ایک حد اور میری بدبختی کا اختتام ہوتا (اور میں اس پر گزارہ کر لیتا) لیکن اس کے بعد مجھے حشر کے دن اٹھایا جائے گا اور مقام جزاء کی گھبراہٹ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ پھر مجھے اس بات کا بھی علم نہیں کہ مجھے کون سے گھر میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ (دار جزاء میں یا دار سزاء میں)

جس کے انجام کا یہ حال ہو وہ کس طرح خوش رہ سکتا ہے۔ جب بادشاہ نے اس کی گفتگو سنی تو گھوڑے سے اتر کر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا اے مرد (حکیم) تیری گفتگو نے میری لذت حیات کو گدلا کر دیا ہے اور میرے دل کو خوف سے بھر دیا ہے۔ پس اپنی گفتگو میرے لئے دہرا اور اپنے دین کی وضاحت کر۔

اس شخص نے کہا جو کچھ میرے سامنے ہے کیا اس کو دیکھ رہے ہو، بادشاہ نے کہا ہاں۔ اس نے کہا یہ ان بادشاہوں کی ہڈیاں ہیں جنہیں دنیا نے اپنی زیب و زینت کی وجہ سے دھوکے میں ڈالا اور اپنے مکر سے دنیا ان کے دلوں پر چھا گئی۔ اور ان منازل کی تیاری سے انہیں غافل کر ڈالا۔ یہاں تک کہ موت نے اچانک انہیں آلیا۔ اور (لمبی) آرزوؤں نے انہیں رسوا کر ڈالا اور ان سے نعمتوں کو چھین لیا۔

عنقریب یہ بکھری ہوئی ہڈیاں پھر جسم بن جائیں گی پھر انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی یا تو یہ سکون کی جگہ (جنت) میں جائیں گے یا ہلاکت کے گھر (دوزخ) میں

جائیں گے۔

پھر وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور اس کا پتہ بھی نہ چلا۔ بادشاہ کے ساتھی اس سے آ ملے۔ (شدت خوف سے) بادشاہ کا رنگ بدل چکا تھا اور اس کے آنسو چھم چھم برس رہے تھے۔ وہ رنجیدہ ہو کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ جب رات چھا گئی تو اس نے شاہانہ لباس اتار کر دو بوسیدہ کپڑے پہن لئے اور راتوں رات (کہیں) نکل گیا یوں اس (کی شاہانہ زندگی) کا انجام ہوا۔

شاہانِ یمن میں سے ایک بادشاہ کی توبہ

کہا جاتا ہے کہ یمن کے دو بادشاہوں کے درمیان جنگ ہوئی ان میں سے ایک دوسرے پر غالب آ گیا۔ اور اس کو قتل کر کے اس کے لشکر کو بھگا دیا۔ پھر (فاتح) بادشاہ کیلئے تخت سجایا گیا اور دارالحکومت کی آرائش کی گئی اور لوگ اس کے استقبال کیلئے آئے۔ ابھی وہ ''قصر شاہی'' میں جانے کیلئے گلی میں جا ہی رہا تھا کہ اس کے سامنے ایک ایسا شخص کھڑا ہو گیا جسے پاگل سمجھا جاتا تھا اس نے یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ

''اگر تو عقلمند ہے تو زمانے کی بات غور سے سن کیونکہ تو حکم دینے والوں اور منع کرنے والوں کے درمیان ہے۔ کتنے ہی ایسے بادشاہ ہیں جن پر مٹی ڈال دی گئی ہے ابھی کل ہی کی بات ہے کہ وہ (بادشاہ) منبروں پر موجود تھے۔ اگر تو صاحب بصیرت ہے تو دنیا سے تمہیں اتنا ہی حصہ لینا چاہئے جتنا مسافر سفر کیلئے زادِ راہ لیتا ہے جب دنیا انسان کے دین کو ضائع نہ ہونے دے۔ تو اس کے علاوہ جو کچھ بھی ضائع ہو جائے نقصان دہ نہیں۔''

بادشاہ نے کہا تو نے سچ کہا ہے اور گھوڑے سے اتر آیا۔ اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور انہیں قسم دی کہ کوئی بھی اس کے پیچھے نہ آئے۔ ان کے ساتھ وہ اس کا

آخری وقت تھا۔ کئی دن تک یمن بادشاہ کے بغیر خالی رہا۔ یہاں تک کہ نیا بادشاہ چنا گیا اور ملک اس کے حوالے کیا گیا۔

12۔ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی توبہ

مصنف فرماتے ہیں یہ واقعہ میں نے متلفظ (نامی کتاب) سے پڑھا ہے۔

عبدالواحد بن زید روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص تھا جس کے پاس ایک اونی جبہ اور ایک لوٹا تھا جس سے لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا اس نے اپنے دوستوں سے کہا اس جبے اور لوٹے کے سوا میں کوئی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا کہ مجھے قیامت کے دن اس کا بوجھ اٹھانا پڑے۔ پس جب میں مر جاؤں تو یہ دونوں چیزیں فلاں بادشاہ کو دے دینا کہ دوسرے دنیوی سامان کے ساتھ ان کو بھی اٹھا لے۔ جب وہ عابد فوت ہو گیا اس کے ساتھیوں نے بادشاہ کو اس کی وصیت کے بارے میں بتایا۔ بادشاہ نے کہا وہ عابد تو ایک جبہ اور لوٹا بھی نہ اٹھا سکا اور میں نے کتنی دنیا اٹھا رکھی ہے۔ پس اس نے جبہ اٹھا لیا اور اسے پہن لیا اور لوٹا پکڑا اور کسی دوسرے ملک جا کر لوگوں کو پانی پلانا شروع کر دیا۔

13۔ ایک اسرائیلی بادشاہ کی توبہ

شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح ابن عبداللہ الجیلی (غوث اعظم) اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے راوی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک شخص کو خلیفہ بنا لیا۔ اس شخص نے چاند کی روشنی میں بیت المقدس کی چھت پر نماز پڑھنا شروع کر دی راوی کا بیان ہے آپ نے اس کے کچھ کام ذکر کیے جو وہ کیا کرتا تھا۔ راوی فرماتے ہیں وہ ایک رسی کے ذریعے نیچے اترا۔ بعد ازیں رسی تو اسی طرح لٹکی رہی اور وہ کہیں دور چلا گیا۔ وہ چلتا رہا یہاں تک کہ وہ مصر کے کسی شہر میں سمندر کے کنارے ایک قوم کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ

لوگ اینٹیں بنا رہے ہیں اس نے ان سے پوچھا کہ وہ کس طرح یہ اینٹیں بنا رہے ہیں اسے بتایا گیا اس نے بھی ان کے ساتھ مل کر اینٹیں بنانا شروع کر دیں اور وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے رزق کھاتا تھا۔ جب نماز کا وقت آتا وضو کرتا اور نماز ادا کرتا۔ ان مزدوروں نے یہ بات اپنے سردار کو بتائی کہ ہم میں ایک ایسا آدمی ہے جو اس طرح کرتا ہے۔ سردار نے اس کی طرف تین بار پیغام بھیجا لیکن اس نے تینوں بار جانے سے انکار کر دیا۔

پھر سردار بذاتِ خود اپنی سواری پر اس کی طرف آیا جب اس نے اسے آتے دیکھا تو بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ بھی اس کے پیچھے بھاگا لیکن وہ آگے نکل گیا۔ اس نے کہا اتنی دیر رک کہ میں تم سے بات کر سکوں۔ اس نے رک کر اس سے گفتگو کی اور اپنی داستان اسے سنائی اور کہا کہ وہ (قوم موسیٰ پر) حاکم بنایا گیا تھا اور خوف الٰہی کی وجہ سے ان سے جدا ہو کر بھاگ آیا ہے۔

سردار نے کہا مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں بھی تم سے ملنے والا ہوں۔ پس سردار بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں نے مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی یہاں تک مصر کے شہر "رمیلہ" میں ان کی وفات ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں وہاں ہوتا تو ان دونوں کی قبریں بھی بتا دیتا۔ ان نشانیوں کی وجہ سے جو اللہ کے رسول ﷺ نے بتائی تھیں۔

14۔ بتوں کی عبادت کرنے والے ایک اسرائیلی مرد کی توبہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص تھا جس (کی عبادت کی کثرت) سے لوگ بہت متاثر تھے۔ ایک دن لوگوں نے اپنے نبی کے پاس اس کا ذکر کیا اور اس کی تعریف کی۔ اللہ کے نبی نے فرمایا بے شک وہ ایسا ہی ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو لیکن وہ سنت کا تارک ہے یہ خبر عابد تک بھی پہنچ گئی اس نے کہا میں پھر کس چیز میں اپنے نفس کو مشغول رکھوں۔

وہ عابد اپنے مکان سے اترا اور اللہ کے نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور ظاہری اعتبار سے اس نبی محترم کے ہاں اس کی پہچان نہیں تھی۔ اس نے سلام کیا اور عرض کیا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کی بارگاہ میں میرا ذکر کیا گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے اگر تو سنت میں

سے ایک چیز کا تارک نہ ہو۔ (اگر میں اس سنت پر عمل کروں تو) کس طرح میں اپنے آپ کو عبادت میں مصروف رکھ سکتا ہوں اور لوگوں سے کس طرح علیحدہ رہ سکتا ہوں۔

اس نے کہا میں تو رب ذوالجلال کی سنت پر عمل پیرا ہوں۔ نبی محترم نے فرمایا کیا تم فلاں شخص ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ تو نبی محترم نے فرمایا تم نے اسلام میں کوئی نئی چیز تو نہیں نکالی بجز اس کے کہ تو نے شادی نہیں کی۔

عابد نے عرض کیا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں؟ انہوں نے فرمایا نہیں جب اللہ کے نبی نے دیکھا کہ وہ اس کام کو معمولی سمجھ رہا ہے تو فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تیری طرح سب اس کام سے منہ موڑ لیں تو مسلمانوں کے دشمنوں سے مقابلے کیلئے لشکر کہاں سے آئے گا اور مظلوم کا حق ظالم سے کون لے کر دے گا اور نماز کون قائم کرے گا؟

عابد نے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ نے سچ کہا ہے میں اس (شادی) کو حرام نہیں سمجھتا۔ لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی مسلمان عورت سے شادی کروں اور اپنی غربت کی وجہ سے اسے مشکلات میں مبتلا کر دوں۔ جبکہ میرے پاس اس پر خرچ کرنے کیلئے بھی کچھ نہ ہو۔ اور امراء مجھے اپنی بچیوں کا رشتہ نہیں دیتے۔ تو ان کے نبی نے فرمایا۔ اس کے علاوہ کوئی اور رکاوٹ تو نہیں؟ اس نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور چیز مانع نہیں۔ نبی گرامی قدر نے فرمایا۔ مین نے اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دی۔ اس نے کہا مجھے قبول ہے عابد کی شادی ہوگئی اور اس کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قسم بخدا بنی اسرائیل میں سے کسی لڑکے کی پیدائش پر ان کو اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی خوشی اس بچے کی پیدائش پر دیکھنے میں آئی۔

لوگ کہتے ہیں یہ ہمارے نبی کا بیٹا (نواسہ) ہے اور ہمارے ولی کا بیٹا ہے اور ہمیں امید ہے یہ اس مقام تک پہنچے گا جس پر بہت کم لوگ پہنچے ہوں۔

راوی فرماتے ہیں، جب وہ بچہ بالغ ہوا تو قوم سے جدا ہو کر بت پرستوں کے ساتھ مل گیا قوم نے بھی اس سے تعلق توڑ لیا۔ بہت سے بت پرست اس کے پاس جمع ہو گئے۔ بت

پرست اس کے پاس بیٹھے تھے ایک دن اس نے کہا کیا وجہ ہے یہ (مسلمان) تم پر غالب کیوں ہیں حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں تم تعداد میں کافی ہو۔ اس کے ساتھیوں نے کہا ان (مسلمانوں) کا ایک قائد ہے جو انہیں منظم رکھتا ہے جبکہ ہم رہنما کے بغیر ہیں اس نے کہا اس کے بغیر کوئی رکاوٹ نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ وہ کہنے لگا پھر میں تمہارا امیر ہوں لوگوں نے پوچھا تم ایسا (مقابلہ) کرو گے اس نے جواب دیا ہاں۔ وہ خود بھی میدان میں آیا اور اس کے ساتھی بھی نکل آئے۔

یہ بات اس نبی تک اور اس لڑکے کے باپ تک پہنچ گئی۔ بنی اسرائیل اپنے نبی کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ اور اس لڑکے کا باپ بھی بنی اسرائیل کے ساتھ تھا۔ اس نے لڑکے کی طرف پیغام بھیجا کہ خدا کا خوف کرو اور اسلام کی طرف لوٹ آؤ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر وہ نبی اور عابد اپنی قوم کو لے کر اس کے مقابلے میں گئے۔ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا خوب قتل و غارت ہوئی کثرت سے خون ریزی ہوئی۔ نبی اور ولی (عابد) دونوں قتل ہو گئے بنی اسرائیل کو شکست ہو گئی۔ اس نے بھاگنے والوں کا پیچھا کیا اور ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ بنی اسرائیل کے مذہبی پیشوا پہاڑوں میں چھپ گئے۔ (باقی) لوگ اس کو تسلیم کرنے لگے۔ اس نے کہا یہ ملک اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا جب تک بنی اسرائیل کو ختم نہ کر دیا جائے۔ اس نے پہاڑ کی طرف لوگوں کو روانہ کیا تا کہ غاروں میں چھپے ہوئے اسرائیلیوں کو قتل کر دیا جائے۔ (باقی ماندہ) لوگ بھی جمع ہو گئے اس کی قوت میں شدت آ گئی۔ جب بنی اسرائیل کے مذہبی لوگوں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے انہوں نے کہا ہم اس شخص کے ملک سے نکل گئے۔ پھر بھی یہ ہمیں چھوڑتا نہیں ہم غضب الٰہی کے مستحق بن گئے۔ ہم اپنے عابد اور اپنے نبی کو چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے۔ لیکن یہ ہمیں پھر بھی نہیں چھوڑتا آؤ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں اور اس شخص کے ساتھ جنگ کریں۔ انہوں نے ایک شخص کو اپنا امیر بنا لیا۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے آپ کو موت کیلئے تیار کر لیا اور اللہ کی بارگاہ کی طرف رجوع کر لیا اور پھر دشمن سے جنگ کیلئے نکلے اور صبح سے شام تک

لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ رات ان کے درمیان حائل ہوگئی۔ پھر اگلی صبح انہوں نے حملہ کیا اور فریقین کے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ یہاں تک کہ رات پھر آ گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تیسری صبح انہوں نے حملہ کیا اب انہوں نے اپنے آپ کو راہِ خدا میں روک لیا تھا اور شدت سے جنگ کی۔ ان کے امیر نے کہا مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ صبر ہم پر نازل ہو چکا ہے اور ہوا ہماری معاون بن چکی ہے اگر تم کامیاب ہو جاؤ اور تمہارے لئے اس لڑکے کو زندہ پکڑنا ممکن ہو تو اسے زندہ پکڑ کر لانا قتل نہ کرنا۔ انہوں نے رات تک جنگ کی نہ یہ بھاگتے تھے نہ وہ ہٹنے کا نام لیتے۔ جب دن ختم ہونے کے قریب تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی سچائی کو جان لیا تو ان پر اپنی نصرت نازل کر دی۔ پس انہوں نے اللہ کے حکم سے مشرکین کو شکست دی اور اس لڑکے کو زندہ پکڑ کر اپنے امیر کے پاس لائے۔ بنی اسرائیل اپنے امیر کے پاس اکٹھے ہو گئے اور کہا کیا سزا ہے اس شخص کی جو ہماری قوم میں سے ہو اور اس نے ہمارے نبی اور اپنے والد کو قتل کر دیا ہو۔ اور ہمارے اوپر بت پرستوں کو مسلط کر دیا ہو جنہوں نے ہمیں قتل بھی کر دیا ہو اور ہمارے لوگوں کو در بدر پھرایا ہو۔ ایک کہنے والے نے کہا۔ اسے آگ میں جلا دو۔ ایک نے کہا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ ایک نے کہا اسے عذاب دیا جائے۔ جب بھی کوئی رائے پیش کرتا امیر کہتا ہے کہ یہ معمولی سزا ہے۔

لوگوں نے کہا پھر تم بہتر سمجھتے ہو۔ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہم اسے زندہ پکڑ کر سولی پر چڑھا دیں۔ نہ اسے کھانا دیں۔ نہ پانی دیں اور نہ قتل کریں۔ اس کو چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ یہ خود بخود مر جائے۔ لوگوں نے کہا ایسا ہی کرو۔ پھر اسے سولی پر لٹکا دیا گیا اور نگرانی کیلئے چوکیدار مقرر کر دیئے گئے۔

ایک دن گزر گیا، دوسرا اور تیسرا دن بھی گزر گیا جب شام کا وقت ہوا اس نے موت کو اپنے سر پر دیکھا تو اپنے جھوٹے خداؤں کو پکارنے لگا۔ سب سے پہلے اپنے گمان کے مطابق سب سے افضل بت کو پکارا۔ جب اس نے کوئی جواب نہ دیا اسے چھوڑ کر دوسرے کو

پکارا اسی طرح تمام بتوں کو پکارتا رہا لیکن کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ اس وقت آدھی رات گزر چکی تھی (ہر طرف سے مایوس ہو کر) اس نے کہا اے میرے نانا اور میرے باپ کے معبود۔ اے اللہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور ان بتوں کو باری باری پکارتا رہا جن کی میں عبادت کیا کرتا تھا۔ اگر ان کے ہاں کوئی بھلائی ہوتی تو یہ ضرور میری پکار کا جواب دیتے۔

اے اللہ مجھے معاف کر دے اور اس عذاب سے نجات عطا کر دے یہ کہنا تھا کہ بند ٹوٹ گئے اور نیچے (اتر کر) بیٹھا تھا۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ اس نے ایک رات بت کو پکارنا شروع کر دیا۔ لیکن کسی نے بھی اس کی بات نہ سنی۔ پھر اس نے آسمان کی جانب دیکھا اور کہا اے حنان ومنان میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے عرش کی بلندی سے لے کر تیری زمین کی گہرائی تک تیرے سوا تمام معبود جھوٹے ہیں۔ فقط تو سچا ہے میرے رب میری مدد فرما۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا اس نے پھانسی والی رسی کھول دی اور اسے نیچے اتار دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اسے چوکیداروں نے پکڑ لیا اور اپنے امیر کے پاس لے آئے۔ اس نے کہا اس کے بارے میں تمہارا کیا حکم ہے۔ بنی اسرائیل نے کہا اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آزاد کر دیا ہے تو کہتا ہے اس کے بارے تمہارا کیا حکم ہے۔ امیر نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ میں نے چاہا تھا کہ تم سے مشورہ کرلوں۔ پھر اسے چھوڑ دیا، سعید بن جبیر کہتے ہیں۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ اللہ کی قسم اس کے بعد بنی اسرائیل میں سے اس سے اچھا اور بہتر کوئی آدمی نہ تھا۔

15۔ ایک بادشاہ کی توبہ

امام ابو الحسین علی بن عساکر بن المرحب السطائحی المقری مختلف رواۃ کے واسطہ سے بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کرتے ہیں۔

قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اور وہ اپنے رب کی بارگاہ میں نہایت سرکشی کا مظاہرہ

کرتا تھا مسلمانوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اسے زندہ پکڑ لیا۔ لوگ مشورہ کرنے لگے کہ ہم اسے کس طرح قتل کریں۔ بالآخران کا اتفاق اس بات پر ہوا کہ اسے ایک دیگ میں بند کر کے اس کے نیچے آگ جلادی جائے اور اسے قتل نہ کیا جائے تا کہ یہ عذاب کا مزہ چکھ لے۔

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ دیگ کے اندر بادشاہ نے ایک ایک کر کے اپنے جھوٹوں خداؤں کو پکارنا شروع کر دیا وہ کہتا اے میرے فلاں معبود، اس عبادت کا واسطہ اس نماز کا واسطہ اور ان سجدوں کا واسطہ جو میں تیرے لئے کیا کرتا تھا مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرما۔

جب اس نے دیکھا کہ وہ اس کی کوئی مدد نہیں کر رہے اس نے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا اور کہا لا الہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پورے اخلاص سے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی کا ایک ریلا بھیجا جس نے وہ آگ بجھادی پھر ہوا آئی اور اس نے دیگ کو اٹھالیا اور وہ زمین وآسمان کے درمیان گھومنا شروع ہوگئی۔ اور بادشاہ لا الہ الا اللہ کا ورد کر رہا تھا۔ پھر ہوا نے وہ دیگ ایک ایسی قوم کے پاس پھینک دی جو اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ بادشاہ اب بھی لا الہ الا اللہ ہی پڑھ رہا تھا اس قوم کے لوگوں نے اسے دیگ سے نکالا اور کہا۔ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا اس نے کہا میں فلاں جگہ کا بادشاہ ہوں اور سارا گزشتہ قصہ سنادیا یہ سن کر وہ سارے لوگ مسلمان ہو گئے۔

16۔ کنعان بادشاہ کی توبہ

اسحاق بن بشر کہتے ہیں بعض اہل علم کے حوالے سے مجھے ابن سمعان نے یہ روایت بیان کی۔

ذوالکفل جن کا نام الیسع بن خطوب تھا۔ جو حضرت الیاس کے ساتھ رہتے تھے یہ الیسع وہ نہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے۔ الیسع ذوالکفل داؤد علیہ السلام سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اس زمانے میں ایک جابر بادشاہ تھا جسے کنعان کہا جاتا تھا۔ اس کا ظلم وستم

اور سرکشی برداشت سے باہر تھی اور ذوالکفل اس سے چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اور اس کے ملک میں رہتے ہوئے اس سے اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ تیرے ملک میں ایک ایسا آدمی ہے جو تیرے معاملے میں فساد پیدا کر رہا ہے اور تیرے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے پس بادشاہ نے آپ کو بلا بھیجا تاکہ آپ کو قتل کر دے۔ آپ کو لایا گیا جب آپ اس کے پاس پہنچے اس نے کہا اس کی حقیقت کیا ہے جو کچھ مجھ تک پہنچا ہے کہ تم میرے غیر کی عبادت کرتے ہو؟

ذوالکفل نے کہا میری بات سنو اور سمجھو اور غصہ نہ کرو کیونکہ غصہ دشمن جان ہے۔ جو بندے اور حق کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور نفس کو خواہشات کے حوالے کر دیتا ہے اور جو صاحب قدرت ہو اسے غصے نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اسے اپنے ارادے (کو عملی شکل دینے) کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہو کیا کہتے ہو۔ ذوالکفل نے اپنی گفتگو کا آغاز اللہ کے ذکر اور اس کی حمد سے کیا۔ اور پھر کہا کیا تیرا گمان ہے کہ تو معبود ہے؟ کیا ساری مخلوق کا معبود ہے یا ہر اس چیز کا جو تیری ملکیت میں ہے اور اگر تو فقط اپنی مملوکات کا معبود ہے تو تیرے ساتھ وہ معبود بھی شریک ہے جو ان چیزوں کا رب ہے جو تیری ملکیت میں نہیں۔ اور اگر تو تمام مخلوقات کا معبود ہے تو پھر تیرا معبود کون ہے بادشاہ نے کہا تجھ پر افسوس میرا معبود کون ہو سکتا ہے؟

ذوالکفل نے فرمایا (تیرا معبود وہ ہے) جو آسمان اور زمین کا معبود اور ان کا خالق ہے اور سورج، چاند ستاروں کا خالق و معبود ہے اے بادشاہ۔ اللہ سے ڈر اور اس کے عذاب سے بچنے کی کوشش کر اگر تو نے اللہ کی عبادت کی اور اسے ایک مانا تو مجھے تیرے لئے اس کی بارگاہ سے ثواب کی امید ہے اور ہمیشہ کیلئے خدا کے قرب کی بھی امید ہے۔ بادشاہ نے کہا مجھے بتاؤ جس نے تیرے معبود کی عبادت کی اس کو کیا صلہ ملے گا۔ ذوالکفل نے جواب دیا مرنے کے بعد جنت (ملے گی) بادشاہ نے پوچھا جنت کیا چیز ہے آپ نے جواب دیا ایسا گھر جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست (قدرت) سے پیدا فرمایا ہے اور اسے اپنے دوستوں کا مسکن بنایا

ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن اٹھائے گا اس حال میں کہ وہ 33 سال کے بے ریش جوان ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ رہنے والی جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔ اہل جنت کی جوانی بڑھاپے سے ناآشنا ہوگی۔ وہ کوچ (موت) کے خطرہ سے بے نیاز ہمیشہ وہاں مقیم رہیں گے۔ ان کی حیات، حیات ابدی ہوگی جس میں موت کا خوف نہیں ہوگا۔ وہ نعمتوں، خوشیوں اور شادمانیوں میں رہیں گے۔

بادشاہ نے کہا جو تیرے معبود کی عبادت نہ کرے بلکہ نافرمانی کرے اس کی سزا کیا ہے تو آپ نے فرمایا ان کی سزا (جہنم کی) آگ ہے۔ (ایسے لوگ) شیطانوں کے ساتھ ہوں گے اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ کبھی بھی نہیں مریں گے ابدی عذاب اور طویل حقارت (ان کا مقدر ہوگی) زبانیہ (فرشتے) انہیں لوہے کے ڈنڈوں کے ساتھ ماریں گے۔ زقوم (1) اور ضریع (2) ان کا کھانا ہوگا اور کھولتا ہوا پانی ان کا مشروب ہوگا۔ بادشاہ پر گزشتہ اعمال کی وجہ سے خوف طاری ہوگیا وہ رو پڑا اور کہا۔ اگر میں اللہ پر ایمان لاؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا تجھے جنت ملے گی اس نے پوچھا اس کی ضمانت کون دے گا آپ نے فرمایا میں اس کا ضامن ہوں اور میں تیرے لئے ایک دستاویز لکھ دوں گا جو اللہ کے ذمہ کرم پر ہوگی۔ جب تو یہ دستاویز لے جائے گا اور اس تحریر کے مطابق تقاضا کرے گا اس چیز کا جو تیرے لئے ہوگی میرا مہربان و کریم رب تمہیں پوار پورا اجر عطا کرے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ عطا کرے گا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے اور تمام پر غالب بھی ہے۔

بادشاہ نے اس سلسلہ میں کچھ غور و فکر کیا اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے بھلائی کا ارادہ فرمایا تھا لہٰذا بادشاہ نے کہا میرے لئے اللہ کے نام ایک ضمانتی رقعہ لکھ دو۔

پس آپ نے لکھا:

1۔ زقوم۔ تھوہر کے درخت کو کہتے ہیں۔

2۔ ضریع۔ دوزخ کی ایک چیز کا نام ہے جو ایلوے سے زیادہ کڑی، مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم ہے۔ بیان اللسان۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''یہ تحریر فلاں کفیل نے اللہ تعالیٰ کے نام لکھی ہے کنعان نامی بادشاہ کیلئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے بے شک اللہ تعالیٰ اچھا کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور کنعان کیلئے فلاں کفیل کی ضمانت پر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اگر کنعان توبہ کرے اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرے اور اسی کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے اور جہاں چاہے اسے ٹھکانہ عطا کرے۔ اور اس کے لئے اللہ کے ذمہ وہی ہے جو اولیاء اللہ کیلئے ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب سے پناہ عطا فرمائے۔ کیونکہ وہ مومنوں کیلئے رحیم ہے اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔''

پھر آپ نے کتاب پر مہر لگائی اور کنعان کے حوالے کر دی۔ پھر بادشاہ نے کہا میری رہنمائی کرو کہ میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اٹھو اور پہلے غسل کرو اور نئے کپڑے پہنو۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے حکم دیا کہ حق تعالیٰ کی توحید کی گواہی دو اور شرک سے برائت کا اظہار کرو۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔

پھر بادشاہ نے پوچھا میں کس طرح اپنے رب کی عبادت کروں تو آپ نے اسے احکام اسلام اور نماز کی تعلیم دی۔ بادشاہ نے کہا اے ذوالکفل اس بات کو چھپائے رکھنا اور ظاہر نہ کرنا یہاں تک کہ میں درویشوں کے ساتھ مل جاؤں۔

اس کے بعد اس نے لباس شاہی اتار دیا اور چپکے سے نکل کر فقراء کے گروہ میں شامل ہو گیا اور اللہ کی زمین میں گھومنا شروع کر دیا۔ اس کی رعایا نے اسے گم پایا تو اس کی تلاش کی جب قوم کو اپنا حاکم نہ ملا تو کہا کہ ذوالکفل کو پکڑو۔ کیونکہ اسی نے ہمارے شاہ کو دھوکہ دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں قوم اپنے حکمران کی طلب میں نکلی جبکہ ذوالکفل چھپ گئے تھے۔ اپنے ملک سے ایک مہینے کی مسافت پر انہوں نے اپنے بادشاہ کو ڈھونڈ لیا۔

جب انہوں نے دیکھا کہ کنعان کھڑا نماز ادا کر رہا ہے وہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ بادشاہ ان کی طرف مڑا اور کہا واحد وقہار رب کو سجدہ کرو اور مخلوق میں سے کسی کو بھی سجدہ نہ کرو۔ کیونکہ میں زمین وآسمان اور شمس وقمر کے رب پر ایمان لا چکا ہوں۔ اس نے قوم کو نصیحت کی اور انہیں ڈرایا۔

پھر اسے درد شروع ہو گیا اور اس کی موت کا وقت قریب آ گیا۔ اس نے اپنے دوستوں سے کہا مجھ سے جدا نہ ہونا کیونکہ میرا دنیا میں یہ آخری وقت ہے۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے دفن کر دینا اور وہ تحریر نکالی اور ان کو پڑھ کر سنائی انہوں نے وہ یاد کر لی۔ اس نے ساتھیوں سے کہا یہ وہ تحریر ہے جو میرے رب کے نام لکھی گئی ہے۔

جو کچھ اس میں درج ہے میں اپنے مالک سے پورا پورا لے لوں گا۔ پس تم اس تحریر کو بھی میرے ساتھ دفن کر دینا۔

جب وہ فوت ہو گیا ساتھیوں نے اس کی تجہیز کی اور تحریر اس کے سینے پر رکھ کر دفن کر دیا۔ بعد از اں اللہ تعالیٰ نے ذوالکفل کی طرف ایک فرشتہ بھیجا اور فرمایا:

یاذاالکفل! ان ربک قد وفی بکنعان بکفالتک وھذا الکتاب الذی کتبته له وان اللّٰه عزوجل یقول ھکذا افعل باھل طاعتی۔

"اے ذوالکفل! تیرے رب نے تیری ضمانت پر کنعان کو پورا پورا اجر عطا کر دیا ہے اور یہ وہی نامہ ہے جو تو نے اس کیلئے لکھا تھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے اطاعت گزاروں کے ساتھ ایسا ہی اچھا سلوک کرتا ہوں۔"

ذوالکفل کے پاس جب فرشتہ وہ "تحریر" لے کر آیا تو ذوالکفل بھی لوگوں کے سامنے آ گئے۔ لوگوں نے انہیں پکڑ لیا اور کہا تو نے ہی ہمارے بادشاہ کو دھوکہ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہارے بادشاہ کو دھوکہ نہیں دیا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا ہے اور اس کے لئے جنت کی ضمانت دی ہے۔

اور آج فلاں وقت تمہارا بادشاہ فوت ہو گیا ہے۔ تمہارے لوگوں نے اسے دفن کیا ہے یہی ''نامہ'' ہے جو میں نے اللہ کے نام اس کیلئے لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا پورا حق عطا کر دیا ہے۔ اور یہ ''تحریر'' میرے قول کی تصدیق کرنے والی ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کے لوٹنے کا انتظار کرو۔

انہوں نے آپ کو روک لیا۔ یہاں تک کہ ان کے لوگ آ گئے انہوں نے ان سے سارا ماجرا پوچھا، ساتھیوں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ لوگوں نے کہا تم اس ''تحریر'' کو پہچانتے ہو جو تم نے بادشاہ کے ساتھ دفن کی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔

لوگوں نے وہ ''تحریر'' ان کو دکھائی انہوں نے پڑھ کر کہا یہ وہی ''تحریر'' ہے۔

جو بادشاہ کے ساتھ تھی اور ہم نے اسے فلاں دن دفن کیا ہے۔ انہوں نے وہ ''تحریر'' بھی دیکھ لی۔ اور ذوالکفل انہیں پہلے ہی بادشاہ کی موت کا دن کا بتا چکے تھے۔

پس وہ سارے ایمان لے آئے اور آپ کی پیروی کرنے لگے اس وقت ایمان لانے والوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اور ذوالکفل ان کے اسی طرح کفیل بن گئے جس طرح ان کے بادشاہ کیلئے رب کے حضور کفیل ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ذوالکفل رکھ دیا۔

ذکر التوابین من الامم

سابقہ امتوں کی توبہ کا ذکر

17۔قوم موسیٰ (علیہ السلام) کی توبہ

قتادہ نے حسن سے یہ روایت اس طرح بیان کی ہے کہ

موسیٰ علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوئے بچھڑے کی پوجا کرنے کے گناہ سے قوم کیلئے معافی کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ ان کی توبہ یہی ہے کہ وہ اپنی جانوں کو قتل کریں۔ موسیٰ علیہ السلام قوم کی طرف واپس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے جب تک تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ (یہ قتل کرنا ہی) تمہاری توبہ ہوگا۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ (البقرہ:54)

"یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک"

بارئکم سے مراد خالقکم ہے یعنی تمہارا پیدا کرنے والا۔ قوم نے کہا اے موسیٰ! علیک السلام ہم اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کریں گے اور قوم اپنے کیے پر شرمندہ ہوئی۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ قتل پر صبر کریں گے اور (اس) فیصلے پر (راضی رہیں گے) قوم نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے۔ پھر وہ صبح ہوتے ہی اپنے گھروں کے بیرونی صحنوں میں بیٹھ گئے۔ (حال یہ تھا کہ) ایک ہی باپ کے بیٹے دوسرے کے مقابل تھے۔ بعد ازیں موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ تلواریں پکڑ لیں اور پوجا کرنے والوں میں سے جو بھی ملے اسے قتل کر ڈالیں۔ وہ میدان کی طرف چل پڑے انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جو (بوقت قتل) بیٹھنے کیلئے سہارے والی چادر کو نہ کھولے (یعنی آرام سے بیٹھا رہے) اور نہ ہی اپنی نگاہ اوپر اٹھائے اور نہ اپنے ہاتھ

اور پاؤں سے رکاوٹ پیدا کرے اور نہ اپنے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پورا ہو جائے۔

پھر انہوں نے قتل کیا حال یہ تھا کہ بنی اسرائیل کا کوئی آدمی اپنی قوم کے پاس آتا جبکہ وہ اپنے بیرونی صحن میں بیٹھے ہوتے وہ کہتا (اے بنی اسرائیل) یہ تمہارے بھائی تمہارے پاس اپنی تلواریں سونت کر آئے ہیں، پس تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور صبر کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی لعنت ہے ایسے شخص پر جو اپنی چادر کھول دے یا اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھے۔ یا (قتل کرنے والوں کو) تیز نظر سے دیکھے یا اپنے ہاتھ یا پاؤں سے ان سے بچنے کی کوشش کرے، اس پر بنی اسرائیل کہتے۔ آمین

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب قوم موسیٰ کو قتل کا حکم دیا گیا تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! باپ بیٹے اور بھائی کس طرح ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر اندھیرا نازل کر دیا اور وہ ایک دوسرے کو دیکھے بغیر قتل کرنے لگے۔ قوم نے کہا جناب موسیٰ ہماری توبہ کی قبولیت کی نشانی کیا ہوگی؟

آپ نے فرمایا تلواریں اور ہتھیار قتل کرنے سے ٹھہر جائیں گے اور اندھیرا چھٹ جائے گا۔ راوی کہتے ہیں انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا یہاں تک کہ کمر برابر خون کی ندیاں بہہ نکلیں تو وہ خون میں ڈوبنے لگے اور معصوم بچے بارگاہ موسیٰ میں العفو، العفو کہتے ہوئے چیخ پڑے اور موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حضور رو پڑے، تب اللہ تعالیٰ نے رحمت نازل فرمائی اور ہتھیار ٹھہر گئے۔

موسیٰ علیہ السلام پکار اٹھے۔ (اے قوم) اپنے بھائیوں سے ہاتھ اٹھا لو، بے شک رحمت نازل ہو چکی ہے۔ پھر تاریکی دور ہو گئی اور قتل ہونے والوں سے مصیبت ٹل گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے مقتول شہداء ہیں اور ان کے زندوں کو بخش دیا گیا۔

18۔ قوم یونس (علیہ السلام) کی توبہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو اپنے رب کی بارگاہ میں ان کے لئے دعائے ضرر کی اور کہا: ”اے میرے رب میری قوم نے (توحید کا) انکار کر دیا ہے اور کفر پر قائم ہیں۔ پس تو ان پر اپنا عذاب نازل فرما۔“

۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں عذاب نازل کرنے والا ہوں۔ پس آپ وہاں سے نکل آئے اور قوم کو تین دن بعد عذاب آنے کی دھمکی دی اور اپنی بیوی کو بھی نکال کر لائے اور آپ کے ساتھ آپ کے دونوں چھوٹے بچے بھی تھے۔

آپ اپنے شہر سے نکل آئے اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر ”نینویٰ“ کی طرف دیکھنے لگے اور عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضرت مالک علیہ السلام داروغہ جہنم کی طرف بھیجا اور کہا کہ اسے کہو کہ جہنم کی جھلسا دینے والی ہوا میں سے ایک مثقال جو کے برابر ہوا کی ایک لپک نکالو اور اسے لے کر ”نینویٰ“ والوں کی طرف جاؤ۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور جو کچھ ان کے رب نے کہا تھا اس پر عمل کیا۔ قوم یونس نے وقت مقررہ پر عذاب آتا دیکھ لیا۔

ابو جلد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قوم یونس پر عذاب آ گیا اور ان کے سروں پر اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح گھومنا شروع کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں جب انہیں عذاب کا یقین ہو گیا کہ عذاب ان کے درپیش ہے تب انہوں نے جان لیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے سچ کہا تھا۔ اس پر انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا لیکن آپ نہ مل سکے۔

انہوں نے کہا آؤ اکٹھے ہو کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں۔ راوی کہتے ہیں وہ ایک جگہ اکٹھے ہوئے جس کو تل الرماد اور تل التوبہ کہتے ہیں۔ اس جگہ کو تل الرماد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام کے تمام وہاں گئے۔ عورتیں، مرد، بچے اور انہوں نے اپنے ساتھ اپنے چوپایوں اور

جانوروں کو بھی لے لیا۔ اور انہوں نے انسانوں اور جانوروں کے بچوں اور ان کی ماؤں کو مختلف حصوں میں علیحدہ کر دیا اور اپنے سروں پر راکھ ڈال لی اور اپنے پاؤں تلے کانٹے بچھا لئے۔ ٹاٹ اور اون کا لباس پہن لیا پھر اللہ سے پناہ مانگنے لگے اور با آواز بلند رونے اور دعا مانگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سچائی کو پہچان لیا۔

فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے رب تیری رحمت تمام کائنات پر غالب ہے۔ اولاد آدم میں سے یہ بڑے افراد ہیں جن کو تو عذاب دے گا تو پھر چھوٹوں اور جانوروں کا کیا بنے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل عذاب اٹھالو میں نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾ (یونس آیت:98)

"پس کیوں نہ ایسا ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی تو نفع دیتا اسے اس کا ایمان (کسی سے ایسا نہ ہوا) بجز قوم یونس (علیہ السلام) کے۔ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے دور کر دیا ان سے رسوائی کا عذاب دنیوی زندگی میں اور ہم نے لطف اندوز ہونے دیا انہیں (ایک مدت تک)۔"

ابوجلد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جب قوم یونس پر عذاب آ گیا اور اس نے ان کے سروں پر اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح منڈلانا شروع کر دیا تو ان میں سے کچھ سمجھ دار لوگ اپنے ایک پرانے عالم کے پاس گئے اور کہا تم دیکھ رہے ہو ہم پر کیا نازل ہو چکا ہے۔ پس ہمیں کسی دعا کی تعلیم دو۔ جس کے ساتھ ہم سوال کریں تو اللہ تعالیٰ ہم سے عذاب ہٹا لے۔ اس نے کہا تم کہو:

يا حيّ حين لا حيّ ويا حيُّ محيي الموتى، ويا حيّ لا اله إلّا أنتَ۔

ان کلمات سے دعا مانگنے پر اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب ہٹالیا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا کی واپسی پر آپ اپنی قوم کے چرواہوں میں سے ایک چرواہے سے ملے جو جنگل میں بکریاں چرا رہا تھا۔ آپ نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے تم کون ہو۔ اس نے جواب دیا میں یونس بن متی کی قوم سے ہوں۔

آپ نے فرمایا یونس کا کیا حال ہے۔ چرواہے نے کہا ہمیں اس کے حال کا علم نہیں مگر اتنی بات ضرور ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سے بہتر اور راست باز انسان تھا۔ اس نے ہمیں عذاب الٰہی کی خبر دی اور ان کے کہنے کے مطابق عذاب آ گیا۔ ہم نے بارگاہ ایزدی میں توبہ کی تو اللہ نے ہم پر رحم فرمایا۔ اب ہم حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں ہیں لیکن ہمیں نہ تو ان کا کوئی علم ہے اور نہ ہی کوئی ان کے بارے میں بتاتا ہے۔

آپ نے چرواہے سے کہا کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ اس نے کہا نہیں، (پھر کہا) قسم ہے اس رب کی جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو عزت بخشی ہے۔ جب سے حضرت یونس علیہ السلام ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں نہ تو آسمان سے بارش برسی ہے اور نہ ہی زمین پر سبزہ اُگا ہے۔

آپ (علیہ السلام) نے فرمایا کیا وجہ ہے تم رب یونس کی قسمیں کھاتے ہو۔ اس نے کہا ہم رب یونس کے علاوہ کسی کی قسم نہیں کھاتے اور اگر ہمارے شہر میں کوئی ایسا کرے تو اس کی زبان کھینچ لی جاتی ہے۔

آپ (علیہ السلام) نے فرمایا یہ تبدیلی تم میں کب سے آئی ہے۔ چرواہا کہنے لگا، جب سے اللہ نے ہم سے عذاب ہٹایا ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دنبی میرے پاس لاؤ۔ وہ ایک سوکھی دنبی آپ کے پاس لایا۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس کے پیٹ پر پھیرا اور فرمایا اللہ کے حکم سے دودھ دو۔ وہ دنبی دودھ والی ہوگئی۔ آپ نے اس کا دودھ نکالا اور خود بھی پیا اور چرواہے نے بھی پیا۔

چرواہے نے کہا اگر حضرت یونس علیہ السلام زندہ ہیں تو آپ ہی یونس ہیں۔ آپ نے فرمایا بالکل میں ہی یونس ہوں۔ اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں میرا سلام پہنچاؤ۔

چرواہے نے کہا بادشاہ نے اعلان کر رکھا ہے کہ جس نے کہا میں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے اور اس پر دلیل بھی پیش کی۔ میں لباس شاہی اسے عطا کر کے حکومت اس کے حوالے کر دوں گا اور خود حضرت یونس علیہ السلام سے مل جاؤں گا۔ چرواہے نے کہا اب بغیر دلیل کے یہ بات میں (بادشاہ اور) قوم تک نہیں پہنچا سکتا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ کہیں گے تم نے بادشاہ کی پیشکش میں لالچ کی وجہ سے جھوٹ بولا ہے۔

اور ہم میں سے اگر کوئی جھوٹ بولے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور ان کی نظروں میں آپ اس سے عظیم ہیں کہ میں انہیں وہ بات بتاؤں جس کی وجہ سے وہ میری تکذیب کریں اور مجھے قتل کر دیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: جس بکری کا ہم نے دودھ پیا ہے وہ تیری گواہی دے گی۔ آپ ایک چٹان سے ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے چٹان سے کہا تم (بھی) اس کی گواہی دو۔

ابن سمعان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یونس علیہ السلام نے چرواہے سے کہا اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں میرا سلام پہنچاؤ اور انہیں بتاؤ کہ میں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ وہ گیا اور انہیں خبر دی لیکن انہوں نے اس کی تکذیب کی۔

جب دُنبی اور چٹان نے گواہی دی تو وہ سارے اکٹھے ہو کر حضرت یونس علیہ السلام کی یاد میں رونے لگے ابھی دیکھا نہیں تھا۔

قوم نے چرواہے سے کہا، جب تم نے ہمارے نبی حضرت یونس علیہ السلام کی زیارت کی ہے تو ہم میں سے افضل اور ہمارا سردار ہے اور اسے اپنا حکمران بنا لیا اور کہا ہماری قوم میں سے کسی کا تم سے افضل ہونا مناسب نہیں اور اس کے بعد کہ تم نے اللہ کے رسول حضرت یونس علیہ السلام کی زیارت کر لی ہے ہم تیرے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اور

حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ ان کا آخری دور اس طرح کا تھا۔ نیز اس چرواہے نے چالیس سال ان پر حکومت کی۔

19۔ایک نبی علیہ السلام کی قوم کی توبہ

سعید بن سنان الحمصی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء میں سے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ تمہاری قوم پر عذاب اترنے والا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس محترم نبی نے یہ بات اپنی قوم کو بتائی اور فرمایا کہ اپنے بہترین افراد کو باہر لے کر جاؤ اور رب کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ ان کو ہدایت کی گئی کہ تین افراد کا وفد لے کر بارگاہ رب العزت میں التجا کرو۔ پس وہ تین افراد نکلے۔

ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ تو نے اپنے بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی اس میں تو نے ہمیں حکم فرمایا کہ جب سائل ہمارے دروازے پر آجائیں تو ہم انہیں خالی نہ لوٹائیں۔ اب ہم بھی تیرے در کے سوالی ہیں ہمارے سوال کو رد نہ فرما۔

دوسرے نے کہا، اے اللہ تو نے اپنے بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی اس میں تو نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس شخص کو معاف کر دیں جس نے ہم پر ظلم کیا ہو اور اب ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں تو ہمیں معاف فرمادے۔

تیسرے نے کہا اے اللہ تو نے تورات موسیٰ میں ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے غلاموں کو آزاد کر دیں اور ہم بھی تیرے غلام ہیں۔ ہمیں آزادی عطا فرما اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی طرف وحی کی کہ میں نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے اور انہیں معاف کر دیا ہے۔

سابقہ امتوں میں سے اہل توحید کی توبہ کا ذکر

20۔ نماز والوں کی توبہ

موسیٰ بن عقبہ، نافع رحمہما اللہ تعالیٰ سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:

(گزشتہ زمانے کا ذکر ہے) تین آدمی جا رہے تھے کہ ان کو بارش نے آلیا۔ انہوں نے ایک پہاڑ کی غار میں پناہ لی۔ (ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ) غار کے منہ پر ایک چٹان گر گئی اور اس نے ان پر غار کا منہ بند کر دیا پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا (اپنے اپنے) نیک اعمال میں غور کرو جو تم نے (محض) اللہ کی رضا کے لئے کئے ہوں اور ان کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرو۔ پس انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔

ان میں سے ایک نے کہا، اے میرے اللہ میرے والدین بوڑھے تھے اور ایک میری بیوی اور دو بچے تھے۔ میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ شام کو جب میں واپس آتا بکریوں کا دودھ دوہتا اور اپنے بچوں سے پہلے والدین کو پیش کرتا۔ ایک دن (بکریاں چرانے کے لئے) درخت کی تلاش میں میں دور نکل گیا۔

جب میں واپس آیا تو اپنے والدین کو دیکھا کہ وہ سو گئے ہیں۔ میں نے حسب معمول بکریوں کا دودھ نکالا اور اپنے ماں باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ ان کو جگانا بھی پسند نہیں تھا اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی پسند نہ کیا۔

میرے بچوں نے میرے قدموں میں چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ صبح طلوع ہونے تک میرا اور ان کا معاملہ ایک جیسا رہا (میں کھڑا رہا اور والدین سوئے رہے) اگر تیرے نزدیک میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے تھا تو ہمارے لئے اس غار میں فراخی پیدا فرما دے تاکہ ہم آسمان دیکھ سکیں تو اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی پیدا فرما دی۔

دوسرے نے کہا میرے اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی جس سے میں شدید محبت کرتا تھا جس طرح کہ مردوں کو عورتوں سے محبت ہوتی ہے۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ اپنا جسم میرے حوالے کر دے اس نے اس طرح کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں اسے سو دینار نہ دے دوں۔ میں نے محنت کر کے سو دینار اکٹھے کیے اور اسے دے دیئے۔ جب میں اس کے پاؤں میں بیٹھا۔ اس نے کہا، اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر اور مہر کو ناجائز طریقے سے نہ توڑ (یعنی حرام طریقے سے اس کی دوشیزگی پامال نہ کر) پس (اس کے یہ کہنے پر) میں کھڑا ہو گیا۔ اگر تیرے نزدیک میرا یہ عمل تیری رضا کیلئے تھا تو ہمارے لئے فراخی پیدا فرما دے تاکہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے تھوڑی سی فراخی (اور) پیدا کر دی۔

آخری شخص نے کہا، میرے مولا میں نے ایک مزدور کو کام پر لگایا تھا۔ جب اس نے کام مکمل کر لیا تو اس نے کہا مجھے میرا حق عطا کر دو۔ میں نے اس کی مزدوری پیش کر دی لیکن وہ چھوڑ کر چلا گیا۔

میں نے اس کی مزدوری (کے مال) کو بڑھایا یہاں تک کہ میں نے اس سے بہت سی گائیں اور ان کے چرواہے خرید لئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا رب سے ڈرو اور میرا حق نہ روکو۔ میں نے کہا جاؤ اور وہ (مال اور چرواہے) لے کر چلے جاؤ۔ اس نے کہا خدا کا خوف کرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا۔ وہ گائیں اور چرواہے لے جاؤ وہ لے کر چلا گیا۔

اگر تیری بارگاہ میں میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے تھا تو ہمارے لئے فراخی پیدا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے غار کا منہ ان کے لئے کھول دیا۔

21۔ کفل کی توبہ

عبداللہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

بنی اسرائیل میں ایک کفل (1) (نامی) شخص تھا۔ جو گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ یہ اس سے بدکاری کرے گا۔ جب یہ عورت کی اس جگہ بیٹھا جہاں مرد بیٹھتا ہے تو عورت لرز اٹھی اور رونا شروع کر دیا۔ کفل نے کہا کیا وجہ ہے کیا میں نے تمہیں مجبور کیا ہے؟ اس نے کہا تم نے مجبور تو نہیں کیا لیکن یہ ایسا کام ہے جو میں نے اس سے پہلے نہیں کیا۔ کفل نے کہا پھر اب تم یہ کام کیوں کر رہی ہو حالانکہ اس سے پہلے تم نے ایسا نہیں کیا۔

عورت نے کہا اپنی غربت کی وجہ سے۔ کفل نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور کہا اپنے گھر چلی جاؤ اور یہ دینار بھی تیرے ہیں اور پھر کہا قسم بخدا۔ کفل آئندہ کبھی بھی خدا کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ کفل اسی رات مر گیا۔ صبح اس کے دروازے پر لکھا تھا غفر اللہ الکفل "اللہ نے کفل کو بخش دیا ہے۔"

22۔ ایک عابد اور ایک گناہگار عورت کی توبہ

ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف راویوں کے حوالہ سے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک بازاری عورت تھی جسے انتہائی حسن دیا گیا تھا۔ اس سے ایک بار کی مقاربت کی قیمت سو دینار تھی۔ ایک دن ایک عبادت گزار شخص کی نظر اس پر پڑ گئی اور وہ عابد کے دل کو پسند آ گئی۔ عابد نے خوب محنت سے کام کیا اور سو دینار اکٹھے کر لئے پھر اس عورت کے پاس آیا اور کہا تو مجھے پسند آ گئی تھی۔ میں نے تیرے قرب کے لئے محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کیے ہیں۔ عورت نے کہا اندر آ جاؤ، وہ اندر چلا گیا۔ اندر جا کر کیا دیکھتا ہے کہ اس عورت کی چارپائی سونے کی ہے۔ وہ اس پر بیٹھ گئی اور کہا "آ جاؤ۔"

جب وہ اس جگہ بیٹھا جہاں مرد بیٹھتا ہے تو اسے اپنے رب کے حضور کھڑے ہونا یاد آ گیا۔ اس پر کپکپی طاری ہو گئی اور عورت سے کہا مجھے جانے کی اجازت دو اور سو دینار بھی اپنے

1۔ یہ کفل وہ شخص ہے جسے گناہ کے بعد توبہ نصیب ہوئی اور ذوالکفل نبی ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ یہاں کفل سے مراد وہی شخص ہے نہ کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام۔ مترجم

پاس رکھ لو۔

عورت نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تیرا تو خیال تھا کہ مجھے دیکھ کر تو نے مجھے پسند کر لیا تھا اور میرے قرب کے لئے تو نے بڑی مشکل سے سو دینار اکٹھے کئے تھے اور جب تیرے لئے میرے قریب ہونا ممکن ہو گیا تو اب اس طرح کیوں کر رہے ہو؟

اس نے کہا اپنے رب کے خوف اور اس کی بارگاہ میں کھڑے ہونے کی وجہ سے۔ اب تو میری نگاہوں میں تمام لوگوں سے ناپسندیدہ ہے۔ عورت نے کہا، اگر تم اپنی توبہ میں سچے ہو تو تم ہی میرے شوہر ہو۔ عابد نے کہا چھوڑو مجھے جانے دو۔ عورت نے کہا نہیں جب تک تم مجھ سے شادی نہ کرو۔ اس نے کہا مجھے نکلنے دو۔

عورت کہنے لگی اس شرط پر چھوڑتی ہوں کہ اگر میں تمہارے پاس آؤں تو تم مجھ سے شادی کر لو۔ عابد نے کہا "شاید"۔

عابد نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اپنے شہر کی طرف چلا گیا۔ اس کی توبہ کی برکت سے عورت نے بھی سچی توبہ کر لی اور اس عابد کے شہر جا پہنچی اور اس کے نام اور مکان کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ عورت کو عابد کا پتہ بتایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ ملکہ نامی عورت تیرے دروازے پر آئی ہے۔ جب اللہ کے بندے نے اس عورت کو دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی اور اس عورت کے سامنے گر کر جان دے دی۔

عورت نے کہا یہ تو میں حاصل نہ کر سکی کیا کوئی اس کا رشتہ دار ہے؟ لوگوں نے کہا ایک اس کا بھائی ہے لیکن ہے بہت کنگال۔

عورت نے کہا میں اس کے بھائی کے ساتھ محبت کی وجہ سے اس (فقیر) سے ہی شادی کروں گی۔ پس اس نے اس مرد کے ساتھ شادی کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں سے سات انبیاء پیدا فرمائے۔

23۔ ایک قصاب اور ایک لونڈی کی توبہ

بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت مروی ہے کہ ایک قصاب اپنے ایک

پڑوسی کی لونڈی پر عاشق ہوگیا۔لونڈی کے مالک نے اسے کسی کام کے لئے دوسرے گاؤں بھیجا۔قصاب نے بھی اس کا پیچھا کیا اور اسے رام کرنے کی کوشش کی۔لونڈی نے کہا اس طرح نہ کرو۔

درحقیقت جتنی محبت تمہیں میرے ساتھ ہے مجھے تیرے ساتھ اس سے بھی زیادہ محبت ہے لیکن میں اپنے رب سے ڈرتی ہوں۔

وہ کہنے لگا تم تو اللہ سے ڈرتی ہو اور میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا؟ (یہ کہہ کر) اس نے توبہ کی اور واپس لوٹ آیا۔راستے میں اسے سخت پیاس لگی قریب تھا کہ شدت پیاس سے اس کی گردن ٹوٹ جائے اسی حال میں اس کی ملاقات انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام میں سے ایک رسول (علیہ السلام) سے ہوگئی انہوں نے اس قصاب سے پوچھا تمہیں کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے پیاس لگی ہے۔انہوں نے فرمایا آؤ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ بادل ہم پر سایہ کرے اور ہم اپنے گاؤں پہنچ جائیں۔

اس نے عرض کیا جناب میرے نامہ اعمال میں کوئی نیک عمل نہیں۔آپ نے فرمایا میں دعا کروں گا تم امین کہنا۔

رسول پاک (علیہ السلام) نے دعا مانگی اور اس نے امین کہی تب بادل نے ان پر سایہ کر دیا اور وہ اپنے گاؤں پہنچ گئے۔قصاب نے اپنے گھر کی راہ لی تو بادل کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ہولیا۔وہ اللہ کے نبی واپس لوٹے اور اس سے فرمایا تو نے گمان کیا تھا کہ تیرا دامن نیک عمل سے خالی ہے۔میں نے دعا مانگی تھی اور تم نے امین کہی تھی۔اس بادل کے ٹکڑے نے تیرے پیچھے آ کر تجھ پر سایہ کیا ہے میں تیرے پاس آیا ہوں کہ مجھے بتا تیرا عمل کیا ہے؟

قصاب نے ساری بات عرض کر دی تو اللہ کے رسول نے فرمایا: اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنے والے کا وہ مقام ہے جو کسی اور کا نہیں۔

24۔روٹی صدقہ کرنے والے کی توبہ

ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

جب ابوموسیٰ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو انہوں نے اپنے بچوں کو بلا کر کہا۔ روٹی (صدقہ کرنے) والے شخص کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔

(وہ واقعہ یوں ہے کہ) ایک شخص ایک حجرے میں عبادت کیا کرتا تھا اور ستر سال تک وہ عبادت میں مشغول رہا۔ ایک دن وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ شیطان عورت کے روپ میں اس کے سامنے کھڑا ہے۔

وہ زاہد خلوت نشین سات دن اور سات راتیں اس عورت کے ساتھ رہا۔

پھر اس کی نگاہوں سے غفلت کا پردہ ہٹ گیا تو اس نے اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی اور ہر ہر قدم پر سجدہ کرتے ہوئے واپس اپنے حجرے کی طرف جانے لگا۔ راستے میں ایک دکان کے قریب پہنچا تو اس کو وہاں رات آ گئی۔ اس دکان پر بارہ مساکین بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تھک چکا تھا لہٰذا وہاں وہ ان لوگوں کے درمیان لیٹ گیا۔

اس جگہ ایک راہب رہتا تھا۔ جو ان مساکین کو روزانہ روٹیاں دیا کرتا تھا ہر مسکین کو ایک روٹی۔ روٹیاں دینے والا آیا تو اس نے ہر ایک کو ایک ایک روٹی دی۔

اس توبہ کرنے والے زاہد کو بھی اس نے مسکین سمجھا اور اسے روٹی دے دی۔ جو درویش روٹی سے رہ گیا تھا اس نے کہا آج تم نے مجھے روٹی سے محروم کیوں رکھا۔ روٹی دینے والے نے کہا کیا میں نے تمہیں روٹی نہیں دی؟ اپنے ساتھیوں سے پوچھ کسی کو دو روٹیاں تو نہیں دی گئیں۔ سب نے کہا نہیں۔

اس نے کہا پھر میں آج رات تمہیں کچھ بھی نہیں دوں گا۔

توبہ کرنے والے کو جو روٹی ملی تھی اس نے وہ اس متروک درویش کو دے دی۔ اسی رات اس توبہ کرنے والے کی وفات ہوگئی۔

اس کی ستر سال کی عبادت اور سات راتوں کے گناہ کو تولا گیا تو سات راتوں کے گناہ بھاری نکلے۔ پھر سات راتوں کے گناہ اور ایک روٹی صدقے کرنے کے ثواب کو تولا گیا تو روٹی صدقہ کرنے کا ثواب بھاری نکلا۔

ابو موسیٰ نے کہا میرے بچو! روٹی صدقہ کرنے والے کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ (یعنی ہمیشہ رب کی رضا کے لئے صدقہ کرتے رہنا) مترجم

25۔ ایک اسرائیلی راہب کی توبہ

ابوالحسن علی بن عساکر البطائحی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف روات کے واسطہ سے مغیث بن سمی رحمۃ اللہ علیہ۔ سے روایت کیا۔

فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے ایک راہب نے ساٹھ سال تک ایک حجرہ میں عبادت کی۔ ایک دن اس نے افق کی طرف دیکھا تو اسے زمین بڑی بھلی محسوس ہوئی۔ اس نے کہا کیا ہی اچھا ہو کہ میں نیچے اتر کر زمین کو دیکھوں اور سیر کروں۔ وہ ایک روٹی اپنے ساتھ لے کر نیچے اتر آیا۔

اس نے اپنے سامنے ایک عورت کو دیکھا۔ عورت نے بھی اس کے لئے اپنے حجاب اٹھا دیئے۔ ان توبہ شکن لمحات میں اپنے آپ کو قابو نہ رکھ سکا۔ اسی حال میں اس کی موت کا وقت آ گیا۔ حالت نزع میں ایک سائل نے اس کے پاس آ کر سوال کیا اس نے وہ روٹی اسے عطا کر دی اور مر گیا۔

بعد از مرگ، میزان کے ایک پلڑے میں ساٹھ سال کی عبادت اور دوسرے پلڑے میں (اس عورت کے ساتھ گزارے ہوئے وقت کی) خطا کو رکھا گیا تو گناہ کا وزن زیادہ نکلا۔ پھر روٹی صدقہ کرنے کا ثواب تولا گیا تو وہ گناہ سے بھاری نکلا۔

26۔ ایک عابد کی توبہ

محمد بن عبدالباقی مختلف راویوں کے واسطہ سے ابراہیم علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ایک متقی شخص نے ایک غیر محرم عورت سے بات کی اور پھر اس کی ران پر اپنا ہاتھ رکھ دیا

1۔ کتاب التوابین کے محشی عبدالقادر الارناؤوط، حاشیہ میں لکھتے ہیں: ہمارے دین میں یہ بات توبہ کی شرائط میں سے نہیں کہ جسم کو اذیت اور تکلیف دی جائے بلکہ گناہ سے رک جانا اور نادم ہو کر آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم قبولیت توبہ کے لئے ضروری ہے۔

پھر اٹھا اور اپنا وہی ہاتھ آگ میں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ ہاتھ جل گیا(1)۔

27۔ذی الرجل کی توبہ

عبدالرحمٰن بن زید اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں ایک راہب اپنے جھونپڑے میں عبادت کرتا تھا اور طویل عمر اس نے وہاں ہی گزار دی۔ ایک دن اس نے باہر جھانکا تو ایک عورت پر نظر پڑ گئی۔ جس کی وجہ سے وہ آزمائش میں مبتلا ہو گیا اور اس کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا اور اپنے حجرے سے اپنا ایک قدم باہر نکالا۔ اس کے سابقہ اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی دستگیری کی۔ (وہ رک گیا) اور کہا یہ میں کیا کر رہا ہوں؟ اس کی عقل واپس آ گئی اور اپنی پاک دامنی کا خیال آتے ہی وہ پشیمان ہو گیا۔ جب اس نے واپس حجرہ میں جانا چاہا اور اٹھے ہوئے قدم کو واپس لانے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

جو ٹانگ اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے باہر نکلی ہے وہ میرے ساتھ میرے حجرے میں آئے۔ قسم بخدا ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اس نے اس ٹانگ کو وہیں لٹکائے رکھا جو ہوا، بارش، دھوپ اور برف میں وہیں لٹکی رہی یہاں تک کہ کٹ کر نیچے گر گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول فرما لیا اور ذوالرِجل کے نام سے بعض کتب میں یاد فرمایا۔

28۔برخ العابد کی توبہ

ابن براء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الروضۃ'' میں ذکر کیا ہے۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت یوں مروی ہے کہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل قحط میں مبتلا ہو گئے اور آپ سے نزول باراں کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے قوم سے فرمایا میرے ساتھ پہاڑ پر چلو۔ وہ آپ کے ساتھ گئے۔ جب پہاڑ پر چڑھے تو آپ نے فرمایا جس نے بھی گناہ کیا ہو وہ میرے ساتھ نہ آئے۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ نصف سے زیادہ لوگ واپس لوٹ آئے پھر

آپ نے دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی کہا تو ایک یک چشم کے سوا سب لوٹ آئے۔ اس کو برخ العابد کہتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمایا کیا تو نے میری بات نہیں سنی؟ اس نے کہا سنی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تم گناہ سے پاک ہو۔ اس نے عرض کیا مجھے اس کا علم تو نہیں البتہ ایک بات میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔ اگر وہ گناہ ہوا تو میں بھی واپس لوٹ جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا بات ہے؟

اس نے کہا میں گلی میں جا رہا تھا کہ ایک گھر کا دروازہ کھلا تھا، میں نے اپنی اس ضائع ہونے والی آنکھ سے اندر ایک شخص کو دیکھا مجھے نہیں معلوم وہ مرد تھا یا عورت۔

پس میں نے اپنی آنکھ سے کہا تو نے میرے بدن میں سے گناہ کی طرف جلدی کی ہے اس کے بعد تیرا میرا ساتھ نہیں۔ میں نے انگلی ڈال کر اپنی آنکھ نکال دی۔ اگر یہ گناہ ہے تو میں ابھی لوٹ جاتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ گناہ نہیں۔

اور فرمایا اے برخ اپنے رب سے بارش کی دعا مانگو۔ برخ نے یوں دعا مانگی:

قدوسٌ قدوسٌ ما عندک لاینفذ۔ وخزائنک لاتفنی وأنت بالبخل لاترمیٰ۔ فما ھذا الذی لاتعرف بہ اسقنا الغیث الساعۃ الساعۃ۔ قال فانصرنا یحوضان الوحل۔

"(اے میرے رب) قدوس، جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے ختم نہیں ہوتا اور تیرے خزانے فنا ہونے والے نہیں اور تو بخل کی تہمت سے پاک ہے پھر (یہ حالت قحط) تیرے شایان نہیں، ہمیں بارش عطا فرما۔ کہتے ہیں کہ اتنی بارش ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور برخ علیہ الرحمۃ کیچڑ میں گرتے پڑتے واپس آئے۔"

29۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گناہگار امتی کی توبہ اور بارش

مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل قحط میں مبتلا ہو گئے۔ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے کلیم اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ

ہمیں بارش عطا فرمائے۔

آپ ان کو ساتھ لے کر صحراء کی طرف گئے اس وقت ان کی تعداد ستر ہزار یا اس سے زیادہ تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

"الٰہی ہمیں اپنے بادلوں سے سیراب فرما اور ہم پر اپنی رحمت عام فرمادے اور ہم پر شیر خوار بچوں اور چرنے والے جانوروں اور خمیدہ کمر بوڑھوں کی وجہ سے رحم فرما"

لیکن آسمان پر بادل بکھرنے اور سورج کی حرارت بڑھنے کے سوا اور کچھ نہ ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی اگر تیرے حضور میرے مقام میں فرق آ گیا ہے تو آخر الزمان امی لقب نبی محمد ﷺ کے واسطہ سے دعا کرتا ہوں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی اور فرمایا اے موسیٰ! میری بارگاہ میں تیرا مرتبہ کم نہیں ہوا۔ تم اب بھی میرے ہاں مکرم و محترم ہو لیکن تم میں ایک شخص ہے جو چالیس سال سے گناہ کر کے مجھے للکار رہا ہے لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ عبد خطا کار تم میں سے نکل جائے۔ اس کی وجہ سے میں نے بارش روک رکھی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی میں ایک کمزور بندہ ہوں اور میری آواز بھی کمزور ہے۔ ستر ہزار سے زائد کے مجمع میں میری آواز کہاں تک پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اعلان کرنا تیرا کام ہے لوگوں تک پہنچانا میرا کام ہے۔

آپ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا اے گناہگار بندے، تم چالیس سال سے گناہ کر کے اپنے رب کے غضب کو للکار رہے ہو۔ فوراً ہماری صفوں سے نکل جا۔ تیری وجہ سے ہم بارش سے محروم ہیں۔ وہ گناہگار بندہ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر دیکھا اسے کوئی بھی باہر نکلنے والا نظر نہ آیا۔ اس نے جان لیا کہ اسی کا نکلنا مطلوب ہے اس نے اپنے دل میں کہا اگر میں اس ہجوم سے باہر جاتا ہوں تو سارے بنی اسرائیل کے سامنے رسوا ہونا پڑے گا اور اگر ان کے درمیان بیٹھا رہوں تو میری وجہ سے لوگ بارش سے محروم رہیں گے۔

یہ خیال آتے ہی اس نے اپنا سر چادر میں ڈھانپ لیا اور اپنے کرتوتوں پر نادم ہو کر کہا

میرے معبود، میرے مالک! میں نے چالیس سال تیری نافرمانی کی اور تو نے مجھے مہلت عطا کی اب میں تیرے حضور توبہ کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں مجھے قبول فرما لے۔

اس نے اپنی بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ سفید رنگ کی ایک بدلی ظاہر ہوئی اور اتنی بارش ہوئی کہ گویا مشکیزوں کے منہ کھول دیئے گئے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ مالک و معبودِ من ابھی ہم میں سے باہر نکلا تو کوئی نہیں بارش کیسے برسی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ سقیتکم بالذی بہ منعتکم۔ ''جس کی وجہ سے محروم رکھا ہوا تھا اس کی وجہ سے عطا بھی کی ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی! وہ بندہ مجھے بھی دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ جب وہ بندہ میرا نافرمان تھا تب بھی میں نے اسے رسوا نہ کیا۔ کیا اب اسے رسوا کروں جبکہ وہ میرا اطاعت گزار بندہ بن گیا ہے۔ میں چغل خوروں سے نفرت کرتا ہوں۔ کیا خود چغل خور بن جاؤں؟

30۔ اپنی جان پر ظلم کرنے والے ایک نوجوان کی توبہ

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک سرکش اور گناہگار نوجوان تھا۔ اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے شہر والوں نے اسے شہر سے نکال دیا۔ وہ شہر کے دروازے کے قریب ایک ویرانے میں تھا کہ اس کی موت کا وقت آ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا۔ میرے اولیاء میں سے ایک ولی کی وفات ہو گئی ہے۔ آپ اس کے پاس جائیں اور غسل دے کر نماز جنازہ پڑھائیں اور اعلان کر دیں کہ جس کے گناہ زیادہ ہیں وہ میرے ولی کے جنازہ میں آ کر شامل ہو جائے تا کہ میں اس کو بھی بخش دوں اور میرے ولی کو اٹھا کر مجھ تک پہنچا دو (دفن کر دو) تا کہ میں اس کی عزت و تکریم میں اضافہ کروں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں اعلان کر دیا۔ لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ جب

وہ اس کے پاس پہنچے تو پہچان لیا اور کہا اے اللہ کے نبی! یہ تو وہی فاسق ہے۔ جس کو ہم نے نکال دیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حیران ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری قوم نے سچ کہا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب اس ویرانے میں اس کی موت کا وقت آ گیا تو اس نے دائیں بائیں دیکھا اسے کوئی دوست یا رشتہ دار نظر نہ آیا۔ اس نے اپنے آپ کو دیکھا تو تنہائی، اجنبیت اور ذلت کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ تب اس نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور کہا:

اِلٰهِیْ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِکَ غَرِیْبٌ فِیْ بِلَادِکَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّ عَذَابِیْ یَزِیْدُ فِیْ مُلْکِکَ وَعَفْوُکَ عَنِّیْ یَنْقُصُ مِنْ مُلْکِکَ لَمَا سَأَلْتُکَ الْمَغْفِرَةَ، وَلَیْسَ لِیْ مَلْجأٌ وَلَا رَجَاءَ اِلَّا اَنْتَ، وَقَدْ سَمِعْتُ فِیْمَا اَنْزَلْتَ اَنَّکَ قُلْتَ: اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. فَلَا تُخَیِّبْ رَجَائِیْ.

"الٰہی تیرے بندوں میں سے ایک بندہ جو تیری کائنات میں پردیسی ہے۔ اگر مجھے علم ہو جاتا کہ مجھے عذاب دینے سے تیری حکومت مضبوط ہو جائے گی اور مجھے معاف کرنے سے تیری حکومت کمزور ہو جائے گی تو میں تجھ سے مغفرت کا سوال ہی نہ کرتا۔ تیرے سوا میری کوئی پناہ گاہ اور جائے امید نہیں۔ میں نے سنا ہے تو نے اپنے کلام میں فرمایا ہے کہ میں غفور و رحیم ہوں (میرے مولا) مجھے مایوس نہ فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! کیا مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ اس غربت کی حالت میں اس کے سوال کو رد کر دوں۔ جبکہ وہ میری بارگاہ میں آیا ہے اور میرے حضور گڑگڑایا ہے اور مجھے میری عزت کی قسم۔ اگر وہ سارے جہان کے مجرموں کی بخشش کا سوال کرتا تو اس کی عاجزی اور غربت کی وجہ سے تمام کو معاف کر دیتا۔ اے موسیٰ (علیہ السلام) میں غریب کی پناہ گاہ اس کا دوست اس (کے دکھوں) کا مداوا کرنے والا اور اس پر رحم کرنے والا ہوں۔

31۔بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کی توبہ

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں سے دو شخص ایک مسجد کی طرف گئے۔ایک تو مسجد کے اندر داخل ہو گیا اور دوسرا باہر بیٹھ کر کہنے لگا۔

میرے جیسا گناہگار اللہ کے پاک گھر میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔(اس عاجزی پر)اللہ تعالیٰ نے اسے صدیقین میں شامل کر لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص گناہ کر بیٹھا۔جس کا اسے بہت صدمہ ہوا اور وہ آتے جاتے یہی کہتا تھا میں کس طرح اپنے رب کو راضی کروں۔میں کس طرح اپنے رب کو راضی کروں۔میں کس طرح اپنے رب کو راضی کروں۔اسے بھی اللہ تعالیٰ نے مقام صدیقیت عطا کر دیا۔

32۔ایک بندۂ خطا کار کی توبہ

ربیعہ بن عثمان التیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں:

ایک آدمی تھا جسے بارگاہ الٰہی میں جرم کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی اور توبہ کا ارادہ فرمایا(تو اس کے دل میں توبہ کا خیال ڈال دیا۔)اس نے اپنی بیوی سے کہا میں اپنی بخشش کے لئے اللہ کے حضور کوئی سفارش تلاش کر رہا ہوں پھر وہ صحراء کی طرف نکل گیا اور یوں کہنا شروع کر دیا:

''اے آسمان!میری سفارش کر۔اے پہاڑو!میری شفاعت کرو۔اے زمین!میری سفارش کر۔اے ملائکہ!میری شفاعت کرو۔''یہ کہتے کہتے وہ تھک گیا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ اس کی طرف بھیجا جس نے اسے بٹھایا اور اس کا سر جھاڑ کر صاف کیا اور کہا تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول کر لی ہے۔

اس نے پوچھا اللہ تجھ پر رحم کرے۔اللہ کی بارگاہ میں میرا سفارشی کون ہے؟فرشتے نے کہا تیرے خوف نے رب کی بارگاہ میں تیری سفارش کی ہے۔

33۔ اہل ظلم کے شہر سے نکلنے والے کی توبہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے قدیم زمانے میں دو شہر تھے۔ ایک نیک لوگوں کا اور دوسرا ظالم لوگوں کا۔ ایک شخص مقدس شہر میں جانے کے لئے قریہ ظلم سے نکل کھڑا ہوا۔

راستے میں ملک الموت آ گیا۔ دوسرے لمحے شیطان بھی آ گیا۔ شیطان اور فرشتہ باہم جھگڑنے لگے۔ شیطان نے کہا خدا کی قسم اس نے ایک لمحہ بھی میری نافرمانی نہیں کی۔ فرشتے نے کہا یہ تائب ہو کر نیک بستی کی طرف جا رہا ہے۔ ان کے درمیان فیصلہ اس طرح کیا گیا کہ دیکھ لیں یہ شخص کس بستی کے زیادہ قریب ہے۔ پیمائش کرنے پر وہ ایک بالشت نیک بستی کے قریب تھا۔ اس پر اس کو بخش دیا گیا۔

34۔ سو قتل کرنے والے کی توبہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہیں وہی بیان کروں گا جو میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے۔ میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد کر لیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ایک آدمی نے ننانوے قتل کیے تھے پھر اسے توبہ کا خیال آیا اس نے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا اسے ایک عالم کی طرف رہنمائی کی گئی۔ وہ عالم کے پاس گیا اور کہا میں نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا کیا ننانوے جانوں کو قتل کرنے کے بعد بھی تمہیں توبہ کی امید ہے؟

قاتل نے تلوار نکال کر اس عالم کو بھی قتل کر دیا اور سو کا عدد مکمل ہو گیا۔ پھر اسے توبہ کا خیال آیا۔ اس نے روئے زمین پر سب سے بڑے عالم کے بارے میں سوال کیا۔ اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا۔ وہ اس کے پاس گیا اور کہا میں نے سو انسانوں کو قتل کیا ہے کیا میری توبہ کی کوئی صورت ہے؟ عالم نے فرمایا تیرے اور تیری توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟

جس بری بستی میں تو اب ہے اس سے نکل کر نیک بستی میں چلا جا اور وہاں جا کر اپنے رب کی عبادت کر۔ وہ شخص قریہ صالحہ کی طرف چل پڑا۔ دورانِ راہ فرشتہ اجل آ پہنچا۔

ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ شیطان کہنے لگا یہ میرا دوست ہے کیونکہ ساری زندگی اس نے میری نافرمانی نہیں کی۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کے لئے نکلا تھا (لہٰذا اس پر ہمارا حق ہے۔)

ہمام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حمید الطویل نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابورافع رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا۔ جس کے سامنے انہوں نے اپنا جھگڑا پیش کیا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فرشتے نے کہا دونوں شہروں میں سے یہ شخص جس شہر کے زیادہ قریب ہے۔ اسی شہر کے باشندوں کے ساتھ اس کو ملحق کر دو۔

راوی کا بیان ہے جب اس نے موت کو آتے دیکھا تو اپنے آپ کو گھسیٹ لیا جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے قریہ صالحہ کے قریب کر دیا اور بدوں کا شہر اس سے دور ہو گیا پھر اسے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دیا گیا۔

35۔ بنی اسرائیل میں سے ایک چور کی توبہ

وہیب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ایک حواری کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ان کا گزر ایک چور کے قلعے کے قریب سے ہوا۔ جب چور نے ان دونوں کو آتے ہوئے دیکھا اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں توبہ کا خیال ڈال دیا۔

اس نے اپنے آپ سے کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اللہ کی روح اور اس کا کلمہ اور یہ ان کا دوست ہے اور اے بدبخت تو کون ہے؟ بنی اسرائیل کا ایک چور، تو نے ڈاکے ڈالے، مال چھینے اور خون ریزی کی ہے۔

پھر اپنے عمل پر نادم ہو کر توبہ کے ارادے سے ان کے پیچھے چل پڑا۔ جب ان کے ساتھ مل گیا تو دل میں کہنے لگا تو ان کے ساتھ چلنا چاہتا ہے۔ تو کہاں اس قابل ہے۔ ان کے پیچھے چل جس طرح تیرے جیسے مجرموں کو چلنا چاہئے۔

حواری نے اس کی طرف دیکھا اور اسے پہچان کر دل میں کہنے لگا۔ اس کم بخت پلید کو دیکھو کہ ہمارے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے دلوں میں جو کچھ تھا اس کو جان لیا۔ چور کی توبہ اور ندامت کو بھی اور حواری کے تکبر و رعونت کو بھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا، حواری اور چور کو کہو کہ دونوں نئے سرے سے اپنے عمل شروع کریں۔

چور کے سارے گناہ میں نے اس کی توبہ اور ندامت کی وجہ سے معاف کر دیئے ہیں اور حواری کے سارے اعمال اس کی خود پسندی کی وجہ سے اور اس توبہ کرنے والے کو حقیر جاننے کی وجہ سے ضائع کر دیئے ہیں۔

36۔ تین بازاری لڑکیوں اور شہر کے اوباشوں کی توبہ

ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ حبشی غلام لقمان (علیہ الرحمۃ) کا آقا آپ کو بیچنے کے لئے بازار میں لایا۔ جب بھی کوئی آپ کو خریدنے کے لئے آتا تو آپ پوچھتے تم مجھ سے کیا کام لو گے۔ وہ کہتا آپ سے فلاں کام لینا ہے۔ آپ کہتے بہتر ہے تم مجھے نہ خریدو۔

یہاں تک کہ ایک آدمی آیا اس سے آپ نے پوچھا مجھ سے کیا کام لو گے۔ اس نے کہا میں تمہیں دربان بناؤں گا۔ آپ نے کہا تم مجھے خرید لو۔ اس نے آپ کو خرید لیا اور گھر لے آیا۔

آپ کے آقا کی تین لڑکیاں تھیں جو شہر میں جا کر عصمت فروشی کیا کرتی تھیں۔ ان کا باپ اپنی زمین پر کام کے لئے جانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا میں نے کھانے پینے اور ضرورت کی تمام اشیاء اندر مہیا کر دی ہیں۔ جب میں چلا جاؤں تم دروازہ بند کر کے بیٹھ جانا اور جب تک میں نہ آؤں دروازہ نہ کھولنا۔ لڑکیوں نے کہا غلام دروازہ کھول دو۔ اس نے انکار کیا لڑکیوں نے اسے مار کر زخمی کر دیا۔ وہ زخموں سے خون دھو کر پھر دروازے پر بیٹھ گیا۔ جب آقا واپس آیا تو لقمان نے اسے کچھ نہ بتایا۔

آپ کا مالک پھر باہر چلا گیا اور کہا کھانے پینے اور ضرورت کی تمام چیزیں میں نے

مہیا کردی ہیں تم ہرگز دروازہ نہ کھولنا۔ باپ کے جانے کے بعد لڑکیوں نے آپ سے کہا دروازہ کھولو۔ آپ نے انکار کیا انہوں نے آپ کو زخمی کردیا اور باہر چلی گئیں۔ آپ نے پھر بھی مالک کو کوئی بات نہ بتائی۔

آپ کے اس رویے پر بڑی لڑکی نے کہا، یہ حبشی غلام کتنا عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بھی ہم سے آگے ہے (اور ہمارے ساتھ بھی اس کا رویہ اچھا ہے۔)

اس نے کہا خدا کی قسم میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتی ہوں۔ اس نے توبہ کرلی پھر چھوٹی لڑکی نے کہا یہ حبشی غلام اور بڑی بہن کتنے اچھے ہیں اور ہم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ اس نے بھی توبہ کرلی۔

بعد ازاں منجھلی نے کہا یہ دونوں بہنیں اور حبشی غلام مجھ سے آگے نکل گئے۔ اس نے بھی توبہ کرلی۔ جب شہر کے اوباشوں نے دیکھا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں یہ حبشی غلام اور یہ لڑکیاں ہم سے آگے نکل گئیں۔ انہوں نے بھی توبہ کی اور شہر کے عبادت گزاروں میں ان کا شمار ہونے لگا۔

37۔ توبہ شکن زاہد کی توبہ

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کسی پیشہ ور عورت کے پاس گیا پھر غسل کرنے کے لئے نہر پر آیا تو پانی نے اسے کہا۔

تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تم نے اس گناہ سے توبہ نہیں کی تھی اور وعدہ نہیں کیا تھا کہ دوبارہ ایسا نہیں کروگے۔

وہ شخص گھبرا گیا اور یہ کہتے ہوئے پانی سے باہر نکل آیا کہ میں آئندہ کبھی بھی رب کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ وہاں سے وہ ایک پہاڑ پر آ گیا جہاں بارہ افراد عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ مل گیا۔

ان کے علاقہ میں قحط پڑا تو وہ تمام سبزے کی تلاش میں پہاڑ سے اتر آئے۔ جب وہ

اس نہر کے قریب آئے تو اس شخص نے کہا، میں اس نہر پر نہیں جاؤں گا۔ ساتھیوں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا وہاں میرے گناہوں کو جاننے والا موجود ہے۔ مجھے اس کا سامنا کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ نہر سے آواز آئی اے عابدو، تمہارا ساتھی کہاں گیا۔

انہوں نے کہا اس کا خیال ہے کہ نہر پر اس کے گناہوں کو جاننے والا موجود ہے۔ اس کا سامنا کرنے سے اسے حیا آتی ہے۔

پانی سے آواز آئی۔ سبحان اللہ! تم میں سے اگر کوئی اپنے بیٹے یا کسی رشتہ دار سے ناراض ہو اور پھر وہ اس کے پسندیدہ کام کرنے لگے تو وہ اس بیٹے سے محبت نہیں کرتا؟ تمہارا وہ ساتھی بھی توبہ کر چکا ہے اور میرے پسندیدہ کام کرنے لگا ہے اب میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ جاؤ اسے یہ بات بتاؤ اور اسے یہاں لا کر میرے کنارے پر اللہ کی عبادت کرو۔ وہ آدمی ان کے ساتھ آیا۔ وہاں وہ ایک عرصہ تک عبادت الٰہی کرتے رہے پھر وہ توبہ کرنے والا شخص فوت ہو گیا تو نہر سے آواز آئی۔ اے گروہ زاہداں! اسے میرے پانی سے غسل دو اور میرے کنارے دفن کرو تا کہ میرے قریب سے اس کا حشر ہو۔

انہوں نے ایسا ہی کیا اور کہا کہ آج رات ہم اس کی قبر پر روتے ہوئے گزارتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو کوچ کر جائیں گے۔ وہ رات انہوں نے اس کی قبر پر روتے گزاری، جب صبح کا وقت قریب آیا تو ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔

جب صبح وہ اٹھے تو اپنے ساتھی کی قبر پر سرو کے بارہ درخت اُگے ہوئے دیکھے۔

اور اس جنس کے یہ پہلے درخت تھے جنہیں اللہ نے زمین پر اُگایا تھا۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ درخت یہاں اس لئے اُگائے ہیں کہ اسے یہاں ہماری عبادت پسند آ گئی ہے۔

وہ اپنے ساتھی کی قبر کے پاس رب کی یاد میں مصروف رہے۔ جب بھی ان میں سے کسی کی وفات ہوتی اسے وہاں ہی دفن کیا جاتا۔ ان تمام کو موت اسی جگہ آئی اور بنی اسرائیل ان کے مزارات کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔

تائبین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر

38۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کی توبہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ یہاں تک کہ ایک شدید گرم دن میں جب حضور ﷺ تشریف لے گئے تو حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر لوٹ آئے۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کی دونوں بیویاں آپ کی حویلی میں علیحدہ علیحدہ چھپروں کے نیچے بیٹھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے چھپر میں پانی چھڑک رکھا ہے اور آپ کے پینے کے لئے پانی ٹھنڈا کر رکھا ہے اور کھانا تیار کر رکھا ہے۔

جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو عریش کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دیکھنا شروع کر دیا اور پھر بول اٹھے۔ اللہ کا پیارا رسول تو گرم لو اور چلچلاتی دھوپ میں باہر تشریف لے جائے اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سائے، ٹھنڈے پانی، تیار شدہ طعام اور خوبصورت عورت کے پاس بیٹھا ہو۔ یہ انصاف نہیں۔

اللہ کی قسم! میں تم میں سے کسی کے چھپر میں بھی داخل نہیں ہوں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے آقا ﷺ کے ساتھ مل جاؤں۔

تم دونوں میرے لئے زادِ راہ تیار کرو۔ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ اپنی ڈاچی پر سوار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی طلب میں چل پڑے۔ ابھی سرکار ﷺ تبوک میں اترے ہی تھے کہ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پہنچ گئے۔

راوی فرماتے ہیں راستے میں حضرت عمیر بن وہب جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل گئے۔ وہ بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے جا رہے تھے۔ دونوں اکٹھے جانے لگے جب تبوک کے قریب پہنچے تو حضرت

ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے لہٰذا تم پہلے چلے جاؤ۔ میں بھی سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔ وہ پہلے چلے گئے پھر حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے۔ سرکار ﷺ اس وقت تبوک میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پہنچ گئے۔ جب حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور سے ظاہر ہوئے تو لوگوں نے کہا کوئی سوار آ رہا ہے۔

فقال رسول اللہ ﷺ کن ابا خیثمہ۔

''سرکار ﷺ نے فرمایا (اے آنے والے) تو ابوخیثمہ ہو جا۔''

جب آپ قریب ہوئے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم قسم بخدا یہ تو ابوخیثمہ ہی ہیں۔

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ بٹھا کر حضور ﷺ کو سلام عرض کیا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا ابوخیثمہ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری بات عرض کر دی۔ سرکار ﷺ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

راوی کا بیان ہے۔ اس وقت منافقین کا ایک پورا گروہ تھا۔ ان میں سے ایک نام مخشن بن حمیر تھا۔ یہ بنی سلمہ کے حلیف قبیلہ اشجع سے تعلق رکھتا تھا۔

جب حضور ﷺ تبوک جا رہے تھے تو یہ بھی ساتھ تھا۔ اس نے (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے) کہا کیا تم بنی اصفر کے ساتھ جنگ عام لوگوں کے ساتھ جنگ کی طرح سمجھتے ہو۔ بخدا کل ہم سب کو رسیوں میں جکڑ دیا جائے گا۔

(یہ بات کر کے اس نے مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کی، مترجم۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس بات سے آگاہ کر دیا۔ اب تمام منافقین حضور ﷺ کی بارگاہ میں معذرت کرتے ہوئے آئے۔ مخشن بن حمیر نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے میرے اور میرے باپ کے نام (کی نحوست) نے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ساتھ اس کی معافی کا اعلان فرما دیا۔

اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ

''اگر ہم معاف کر دیں تم میں سے ایک گروہ کو۔''

راوی فرماتے ہیں یہ وہی طائفہ ہے جسے معاف کیا گیا تھا پھر آپ نے اس کا نام مخشن کی بجائے عبدالرحمٰن رکھ دیا۔

عبدالرحمٰن نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے شہادت کی موت عطا فرمائے لیکن شہادت کے بعد پتہ نہ چلے کہ ان کا جسم کہاں ہے۔ آپ کو جنگ یمامہ میں شہادت نصیب ہوئی اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آپ کا جسم کہاں ہے؟

39۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توبہ

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے کعب بن مالک کے بیٹے نے اپنے باپ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں غزوۂ بدر کے سوا غزوۂ تبوک تک کسی غزوہ میں بھی حضور ﷺ سے پیچھے نہ رہا۔ جنگ بدر سے غیر حاضر ہونے والوں میں سے کسی پر بھی سرکار ﷺ نے ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا کیونکہ حضور ﷺ ایک قافلے کے ارادہ سے نکلے تھے اور قریش بھی اپنے قافلہ کی مدد کے لئے نکلے تھے اور ارشاد خداوندی کے مطابق دونوں لشکروں میں کسی منصوبے کے بغیر تصادم ہو گیا۔

مجھے میری زندگی کی قسم، غزواتِ نبوی میں بدر کو سب سے زیادہ شرف و فضیلت حاصل ہے لیکن اس کے باوجود لیلۃ العقبہ کی بیعت جہاں ہم نے اسلام پر عہد کیا تھا بدر کی حاضری کی نسبت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

بدر کے بعد میں کسی غزوہ میں بھی سرکار ﷺ سے غیر حاضر نہ رہا۔ یہاں تک کہ غزوۂ تبوک کا زمانہ آ گیا اور یہ نبی کریم ﷺ کا آخری غزوہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان مکمل طور پر جہاد کے لئے تیاری کر لیں۔ اس موسم میں پھل پک چکے تھے اور درختوں کے سائے بڑے خوشگوار لگتے تھے۔

تبوک کے علاوہ آپ تمام غزوات کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے "الحربُ خدعةٌ" مگر غزوۂ تبوک میں آپ نے مسلمانوں پر واضح کر دیا۔ تاکہ مسلمان جہاد کے لئے بھرپور تیاری کر لیں۔ (حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) اس وقت میں بہت خوشحال تھا۔ میرے پاس دو سواریاں تھیں۔ اپنی خوشحالی اور قوت کی وجہ سے میں اس وقت اچھی طرح جہاد کر سکتا تھا لیکن اس وقت میری توجہ گھنے سائے اور پکے ہوئے پھلوں کی طرف تھی۔ میں اپنی اسی دھن میں مگن تھا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے اگلے دن کوچ کا اعلان فرما دیا اور وہ دن جمعرات کا تھا اور آپ جمعرات کے دن سفر پر جانے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

میں نے کہا میں کل بازار جاؤں گا اور سامان جنگ خرید کر لشکر کے ساتھ مل جاؤں گا۔ میں اگلے دن بازار گیا لیکن مجھے ایک مشکل کام درپیش آ گیا اور میں لوٹ آیا۔

میں نے کہا کل انشاء اللہ میں جاؤں گا اور اپنے ساتھیوں سے مل جاؤں گا لیکن پھر مجھے کل کی طرح معاملہ پیش آ گیا اور میں نے روانگی کو اگلے دن پر ڈال دیا۔ میں اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا اور میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گیا۔ میں مدینہ شریف میں گھومتا اور بازاروں میں پھرتا رہا۔ مجھے یہ بات پریشان کرتی جب میں دیکھتا کہ سوائے منافقین کے اور کوئی بھی پیچھے نہیں رہا اور کسی بھی پیچھے رہ جانے والے کا گمان بھی نہیں تھا کہ اس کا پیچھے رہ جانا آپ ﷺ پر پوشیدہ رہے گا۔

لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان کے اندراج کے لئے کوئی رجسٹر بھی نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ جانے والوں کی تعداد اسی (80) سے کچھ زیادہ تھی۔ تبوک پہنچ کر نبی کریم ﷺ نے مجھے یاد فرمایا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا:

مافعل کعب ابن مالک؟

"کعب بن مالک کہاں ہے؟"

میری قوم میں سے ایک شخص نے کہا۔ اس کو اس کی دو چادروں (خوبصورت لباس)

اور اپنے پہلوؤں کی جانب دیکھنے نے روک لیا۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو نے بری بات کہی ہے۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم کعب کے متعلق بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

راوی کا بیان ہے ابھی اسی حال میں تھے کہ دور سے صحراء میں ایک آدمی چلتا نظر آیا حضور ﷺ نے فرمایا تو ابو خیثمہ ہو جا۔ جب وہ سوار قریب آیا تو وہ ابو خیثمہ ہی تھے۔ جب غزوۂ تبوک ختم ہوا اور سرکار ﷺ واپس تشریف لانے لگے اور مدینہ شریف کے قریب پہنچ گئے۔ میں بہانے سوچنے لگا کہ کس طرح سرکار ﷺ کی ناراضگی سے بچ سکتا ہوں اور اس سلسلے میں اپنے خاندان کے عقلمند افراد سے مدد لینے لگا۔ یہاں تک کہ جب کہا گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کل تشریف لانے والے ہیں تو تمام باطل خیالات چھٹ گئے اور میں جان گیا کہ سچ کے سوا مجھے نجات نہیں مل سکتی۔ سرکار ﷺ دوپہر کے وقت مدینہ شریف میں داخل ہوئے مسجد میں نماز ادا کی اور آپ جب بھی سفر سے واپس تشریف لاتے ایسا ہی کرتے تھے۔ اب بھی سرکار ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز دوگانہ ادا فرمائی اور بیٹھ گئے۔ تخلف (پیچھے رہ جانے) والے حضرات نے آنا شروع کر دیا۔

وہ قسمیں کھاتے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں معذرت کرتے جاتے۔ آپ ﷺ ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے، ان کے ظاہر کو قبول کرتے اور باطن خدا کے حوالے کر دیتے۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو عتاب آمیز تبسم فرمایا۔ میں آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کیا تو نے سواری کا جانور خرید نہیں لیا تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم۔ پھر آپ نے فرمایا پھر کس چیز نے تمہیں روک لیا تھا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اگر آپ کے سوا میں کسی اور کے سامنے بیٹھا ہوتا تو میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا۔ مجھے اس طرح کرنے کی صلاحیت دی گئی ہے لیکن مجھے علم ہے کہ اگر میں آپ کو آج ایسی بات عرض کر دیتا ہوں۔

جو سچی ہو اور جس کی وجہ سے آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں ایسی بات میں مجھے آخرت کی بھلائی کی امید ہے اور اگر میں ایسی بات کہہ دوں جو آپ ﷺ کو خوش کرنے والی ہو لیکن وہ جھوٹی ہو ممکن ہے آپ ﷺ کا رب آپ کو اس کے بارے میں آگاہ فرما دے (اور جھوٹ کے باوجود میں سزا سے نہ بچ سکوں۔)

قسم بخدا، اے اللہ کے نبی جب میں آپ ﷺ سے پیچھے رہا اس وقت میں طاقت اور خوشحالی میں تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اما هذا فقد صدقكم۔ ''اس نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔'' جاؤ اٹھو تمہارا فیصلہ اللہ فرمائے گا۔

جب میں اٹھا تو میرے پیچھے میری قوم کے کچھ لوگ بھی اٹھ آئے۔ انہوں نے مجھے (عذر پیش نہ کرنے پر) سخت ملامت کی اور کہا اللہ کی قسم! ہمارے علم میں نہیں کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو پھر تم نے بارگاہ فخر المرسلین ﷺ میں کیوں نہ عذر پیش کیا جس سے آپ ﷺ راضی ہو جاتے۔

رحمت عالم ﷺ کی دعائے مغفرت تیرے گناہ کے ساتھ مل جاتی (تو تجھے معاف کر دیا جاتا) ''ولم يقف نفسك موقفا'' تجھے علم نہیں کہ اس معاملہ میں کیا فیصلہ ہوگا۔

لوگ اسی طرح سرزنش کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے پہلے قول کی تردید کر دوں پھر میں نے کہا کیا میرے علاوہ کسی اور نے بھی میری طرح کہا ہے؟

لوگوں نے کہا ہاں ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیعہ نے بھی تیری طرح ہی کیا ہے۔ انہوں نے ایک دو نیک بزرگوں کے نام لئے جو اصحاب بدر میں سے تھے پس میرے لئے ان کا طریقہ بہترین نمونہ ثابت ہوا۔

میں نے کہا اللہ کی قسم! اس معاملہ میں میں کبھی بھی رجوع نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنی پہلی بات کی تکذیب کروں گا۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے بھی منع فرما دیا۔ جب میں نے بازار کی طرف جانا شروع کیا تو کوئی میرے ساتھ بات

بھی نہ کرتا۔

ہمیں یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ وہ لوگ ہی نہیں جن کو ہم جانتے تھے اور (مدینہ شریف کے) درودیوار ہمارے لئے غیر مانوس ہو گئے اور وہ جگہ ہمیں اجنبی نظر آنے لگی گویا کہ ہم اس جگہ کو جانتے ہی نہیں۔ میں اپنے دوسرے دو ساتھیوں سے توانا تھا۔ میں گھر سے نکل کر شہر آتا اور مسجد نبوی میں بھی حاضر ہوتا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں بھی آتا آپ ﷺ کو سلام عرض کرتا اور پھر یہ دیکھتا کہ کیا لب مبارک کو جنبش ہوئی ہے۔ جب میں ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا تو بے کس نواز آقا چشمانِ کرم کے آخری گوشوں سے میری طرف دیکھتے جب میں آپ ﷺ کی جانب دیکھتا تو اعراض فرما لیتے۔

میرے دوسرے دونوں ساتھی تو عاجز و درماندہ ہو کر گھروں میں بیٹھ گئے اور رات دن رونے کے سوا انہیں کوئی کام نہیں تھا۔ میں بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک نصرانی خوانچہ فروش یہ کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک تک مجھے کون پہنچا سکتا ہے۔

لوگوں نے میری طرف اشارہ کر کے اسے بتا دیا، اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا خط دیا۔ جس میں لکھا تھا۔ امابعد مجھے خبر پہنچی ہے کہ تیرے صاحب نے تیرے ساتھ جفا کی ہے اور تجھے چھوڑ دیا ہے تو ایسا نہیں کہ تجھے ضائع کیا جائے اور نہ ہی قابل توہین ہے۔ ہمارے پاس آ جا ہم تیرے ساتھ ہمدردی کریں گے۔ میں نے کہا یہ دوسری آزمائش اور کم نصیبی ہے۔ میں نے اس خط کو تنور میں جلا دیا۔

اس طرح چالیس راتیں گزر گئیں کہ حضور ﷺ کی طرف سے ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ تم بیوی سے الگ رہو۔ میں نے کہا کیا اس کو طلاق دے دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ طلاق نہ دو لیکن اس کے قریب نہ جانا اور میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی ایسا ہی پیغام بھیجا۔ اس پر ہلال بن امیہ کی زوجہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہلال بن امیہ بوڑھے بھی ہیں اور کمزور بھی کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں

اجازت ہے لیکن وہ تیرے "قریب" نہ جائے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم انہیں تو مقاربت کا ہوش ہی نہیں۔ جب سے یہ واقعہ پیش آیا ہے مسلسل غمگین ہیں اور رات دن رونے کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب یہ صبر آزما لمحے طویل ہو گئے تو میں اچانک اپنے چچازاد بھائی ابی قتادہ کے باغ میں چلا گیا۔ انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابوقتادہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کیا تجھے علم نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ وہ چپ رہا۔ میں نے پھر اسی طرح کہا "انشدک اللہ یا ابا قتادہ! أتعلم انی احبّ اللہ ورسولہٗ فسکت۔" میں نے پھر تیسری بار ایسا ہی کہا تو ابوقتادہ نے کہا "اللہ ورسولہٗ اعلم۔" خدا اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں بے اختیار رو پڑا پھر میں باغ سے باہر نکل آیا۔

اب تک پچاس راتیں گزر چکی تھیں۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو ہمارے ساتھ بات کرنے سے منع فرما دیا تھا۔

میں نے اپنے گھر میں نماز فجر ادا کی پھر میں اس مقام پر بیٹھا تھا۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے میری حالت کا ذکر فرمایا ہے کہ مجھ پر میری جان تنگ ہو گئی اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی۔

میں اسی حال میں تھا کہ سلع کی چوٹی سے یہ آواز سنی:

ابشر یا کعب بن مالک "اے کعب بن مالک تمہیں مبارک ہو۔" میں سجدے میں گر گیا اور سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے وسعت پیدا فرما دی ہے۔

پھر ایک گھوڑ سوار دوڑتا ہوا میرے پاس خوشخبری لے کر آیا اس کی آواز گھوڑے سے بھی تیز تھی۔ جب وہ میرے پاس آیا میں نے خوشخبری سن کر اپنے دونوں کپڑے اسے عطا کر دیئے اور خود دوسرے کپڑے پہن لئے۔ اس نے بتایا کہ آج رات کے تیسرے حصے میں

تمہاری توبہ کے بارے میں نبی ﷺ پر آیات اتری ہیں۔ حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا ہم کعب بن مالک کو ابھی نہ خوشخبری سنا دیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا پھر تمہارے پاس لوگوں کا ہجوم ہو جائے گا اور وہ تمہاری نیند خراب کر دیں گے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سلسلہ میں اُم المؤمنین حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری محسنہ ہیں آپ میرے معاملے میں پریشان رہا کرتی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، صحابہ آپ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ کا رخ انور چاند کی طرح چمک رہا تھا اور آپ جب بھی خوش ہوتے تھے روئے زیبا یوں ہی چمکتا نظر آتا تھا۔ میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مبارک ہو اے کعب بن مالک! جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے یہ تیری زندگی کا بہترین دن ہے۔

میں نے عرض کیا کیا یہ اللہ کی طرف سے ہے یا آپ کی جانب سے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پھر یہ آیات تلاوت فرمائیں:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ یہاں تک التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ تک آیات کی تلاوت فرمائی۔

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے رحمت سے توجہ فرمائی (اپنے) نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں۔ دل ایک گروہ کے ان میں سے پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر بے شک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا رحم فرمانے والا ہے اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور بوجھ بن گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اسی

کی ذات۔تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بکرم ہوا تا کہ وہ بھی رجوع کریں۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت ہی توبہ قبول فرمانے والا (اور) ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ۔"

(ترجمہ: جمال القرآن)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یا نبی اللہ میری توبہ کی خوشی میں میرا عہد ہے کہ میں آئندہ ہمیشہ سچ بولوں گا اور اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں بطور صدقہ پیش کرتا ہوں۔سرکار ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے بہتر ہے کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو۔ میں نے عرض کیا خیبر والا حصہ میں اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو عظیم نعمت مجھ پر کی ہے وہ بارگاہ رسالت میں میرا سچ بولنا ہے جب میں نے اور میرے دونوں ساتھیوں نے سچ بولا اور ہم نے جھوٹ نہ بولا اگر جھوٹ بولتے تو دوسروں کی طرح ہلاک ہو جاتے اور مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے پر میری طرح کسی اور کو آزمائش میں نہیں ڈالا ہو گا۔اس کے بعد میں نے جھوٹ کا خیال تک بھی نہ کیا اور مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ آئندہ بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

40۔حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توبہ

حضرت زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جو غزوہ تبوک میں حضور ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا خدا کی قسم میں نہ تو اپنے آپ کو یہاں سے کھولوں گا نہ کھانا کھاؤں گا نہ پانی پیؤں گا یہاں تک کہ یا تو مر جاؤں گا یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے گا۔

آپ کو کھائے پیئے بغیر سات دن گزر گئے۔قریب تھا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول کر لی۔آپ کو بتایا گیا کہ تمہاری توبہ قبول ہو گئی ہے۔

آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ حضور ﷺ مجھے اپنے دست مبارک سے کھولیں۔ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے اور آپ کو اپنے دست مبارک سے کھولا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنا وہ گھر جس میں مجھ سے گناہ سرزد ہوا تھا اور اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خدمت میں بطور صدقہ پیش کرتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے ابولبابہ تمہیں ایک تہائی مال صدقہ کرنا ہی کافی ہے۔

سائب بن ابی لبابہ اپنے باپ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب لشکر اسلام نے بنی قریظہ کا سختی سے محاصرہ کر لیا تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ ابولبابہ کو ہماری طرف بھیج دیں (تاکہ ہم ان کے ساتھ مشورہ کر لیں)۔

آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا تیرے حلیف، یہودیوں نے قبیلہ اوس میں سے تمہیں بلایا ہے تم ان کے پاس جاؤ۔

آپ فرماتے ہیں میں ان کے پاس گیا وہ شدت حصار کی وجہ سے اکٹھے ہو کر گھبراہٹ کا اظہار کرنے لگے اور کہا اے ابولبابہ! ہم تیرے حلیف ہیں۔ کعب بن اسد نے کہا اے ابوبشیر (ابولبابہ) تم جانتے ہو کہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے حدائق اور بعاث کے دن اور ہر اس جنگ میں جو تمہارے ساتھ کی گئی ہم نے تمہارے ساتھ وفاداری کی۔ اب محاصرہ ہم پر شدید ہو گیا ہے اور ہم ہلاک ہوئے جا رہے ہیں۔

اور محمد ﷺ نے ہمارا محاصرہ چھوڑنے سے انکار کر دیا ہے یہاں تک کہ ہم ان کا فیصلہ تسلیم کر لیں۔ اگر محمد ﷺ ہمیں چھوڑ دیں تو ہم شام یا خیبر کی طرف چلے جاتے ہیں اور کبھی بھی دوبارہ ان کے مقابلے میں نہیں آئیں گے۔ ہم نے آپ کو مشورہ کے لئے پسند کیا ہے آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا ہم حضور ﷺ کا حکم تسلیم کر لیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ یہود بنو

قریظہ نے ایسا ہی کیا۔ (یہ کہہ کر) ابولبابہ نے اپنے گلے کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔

مطلب یہ تھا کہ محمد ﷺ تمہارے قتل کا فیصلہ فرمائیں گے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں یہ کہہ کر میں بہت شرمندہ ہوا اور انا لِلّٰہ...... الخ پڑھا۔ کعب نے پوچھا اے ابولبابہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

میں نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ خیانت کر بیٹھا ہوں میں وہاں سے آیا حال یہ تھا کہ میری داڑھی ندامت کے آنسوؤں سے تر تھی۔ لوگ میری واپسی کا انتظار کر رہے تھے لیکن میں قلعہ کے پچھلی طرف ایک اور راستہ اختیار کر کے سیدھا مسجد میں آ گیا اور مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ دیا۔ جو کچھ میں نے کیا تھا اور جس طرح مسجد میں گیا تھا حضور ﷺ تک سارا معاملہ پہنچ گیا۔

سرکار ﷺ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فیصلہ فرمائے۔

لَوْ كَانَ جَاءَنِیْ اِسْتَغْفَرْتُ لَهٗ۔

"اگر وہ میری بارگاہ میں حاضر ہو جاتا تو میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا۔"

جب وہ میرے پاس نہیں آیا اور ادھر چلا گیا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔

راوی فرماتے ہیں مجھے معمر نے زہری علیہ الرحمۃ سے روایت بیان کی ہے کہ:

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخت گرمی کے موسم میں سات دن تک اپنے آپ کو باندھے رکھا نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اور یہ عہد کیا کہ میں اسی طرح بندھا رہوں گا یہاں تک کہ یا تو مر جاؤں گا یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ رات کو بے خواب رہنے کی وجہ سے آپ کی آہ وفغاں کی آواز سنائی دیتی تھی اور حضور ﷺ صبح وشام ان کو دیکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی تو اعلان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری

توبہ قبول کرلی ہے۔

حضور ﷺ نے آپ کی رسیاں کھولنے کے لئے ایک آدمی کو بھیجا۔ آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ حضور ﷺ کے سوا میری رسیاں کوئی نہ کھولے پھر بندہ نواز آقا ﷺ نے اپنے غلام دلفگار کی رسیاں خود اپنے دست مبارک سے کھول دیں۔

حضرت زہری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں مجھے ہند بنت حارث نے اُم المؤمنین اُم سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

آپ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسی کھول رہے ہیں اور حضور ﷺ باواز بلند ان سے گفتگو فرما رہے ہیں اور ان کی توبہ کی قبولیت کی خبر بھی دے رہے ہیں اور انہیں کمزوری اور مشقت کی وجہ سے ان باتوں کی سمجھ نہیں آرہی تھی جو آپ فرما رہے تھے۔

بالوں کی رسی سے آپ نے خود کو باندھا تھا جس نے آپ کی کلائی کاٹ ڈالی اور آپ ایک عرصہ تک علاج کرتے رہے۔

41۔ ایک عورت کو فتویٰ دینے پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی توبہ

(مصنف فرماتے ہیں) یہ فتویٰ میں نے ''تنبیہ الغافلین'' میں سے پڑھا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد ایک رات باہر نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نقاب پوش عورت راستے میں کھڑی ہے۔ اس نے کہا اے ابوہریرہ میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ میں نے کہا تو نے کون سا گناہ کیا ہے؟ عورت نے کہا میں نے بدکاری کی ہے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کو بھی قتل کر دیا ہے۔ (ابوہریرہ کہتے ہیں) میں نے اسے کہا تو خود بھی ہلاک ہوگئی اور (بچے کو بھی) ہلاک کر دیا۔ خدا کی قسم تیری توبہ نہیں قبول ہو سکتی۔

اس نے ایک آہ بھری اور بے ہوش ہو کر گر گئی (اور ہوش آنے کے بعد) چلی گئی۔ میں

نے اپنے آپ سے کہا میں (خود ہی) فتویٰ دے رہا ہوں حالانکہ حضور ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ صبح میں سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کل رات ایک عورت نے مجھ سے ایک فتویٰ طلب کیا تھا اور میں نے اسے اس طرح فتویٰ دیا (اور اپنا فتویٰ بیان کر دیا)۔ حضور ﷺ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا اللہ کی قسم تم خود بھی ہلاک ہوئے اور اس عورت کو بھی ہلاک کر دیا اور فرمایا:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ.......... (فرقان:70-68)

"اور جو نہیں پوجتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خدا کو اور نہیں قتل کرتے اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو یہ کام کرے گا تو وہ پائے گا (اس کی) سزا دوگنا کر دیا جائے گا اس کے لئے عذاب روزِ قیامت اور ہمیشہ رہے گا اس میں ذلیل و خوار مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے تو یہ وہ لوگ ہیں بدل دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔"

(ترجمہ: جمال القرآن)

آپ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی بارگاہ سے اٹھا اور مدینہ شریف کی گلیوں میں دوڑنے لگا اور کہتا جا رہا تھا کون ہے جو مجھے کل رات فتویٰ طلب کرنے والی عورت تک پہنچائے (مجھے یوں دوڑتے ہوئے دیکھ کر) بچے کہتے ابوہریرہ ہوش کھو بیٹھا ہے۔ یہاں تک کہ جب رات آئی تو میں نے اس عورت کو اسی جگہ دیکھ لیا اور حضور ﷺ کی جانب سے اسے توبہ کے قبول ہو جانے کے بارے میں خوشخبری سنائی تو وہ عورت خوشی سے چیخ اٹھی اور کہا میرا ایک باغ ہے جو میں توبہ کی قبولیت کی خوشی میں مساکین کے لئے صدقہ کرتی ہوں۔

42۔ حضرت ثعلبہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی توبہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں ثعلبہ بن عبدالرحمٰن نامی ایک انصاری نوجوان نے اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کی خدمت کرنا شروع کردی اور آپ کے کام میں آپ کی مدد کرنے لگا۔ ایک دن حضور ﷺ نے اسے کسی کام کے لئے بھیجا وہ ایک انصاری کے دروازے کے قریب سے گزرا اور ایک انصاری خاتون کو غسل کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اب اسے خوف ہوا کہ کہیں اس کے گناہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل نہ ہو جائے وہ وہاں سے بھاگ کر مکہ اور مدینہ کے درمیانی پہاڑوں میں چھپ گیا۔ چالیس دن تک سرکار ﷺ کی بارگاہ سے غائب رہا پھر جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور فرما رہا ہے، اے محبوب آپ کا ایک امتی ان پہاڑوں میں ہے اور مجھ سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگ رہا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا جاؤ اور ثعلبہ بن عبدالرحمٰن کو لے کر آؤ۔ وہ دونوں مدینہ کی پہاڑی گزرگاہ سے نکلے تو مدینہ کے چرواہوں میں سے ایک چرواہے سے ملاقات ہوگئی۔ جس کو ''ذفافہ'' کہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذفافہ سے کہا ان پہاڑوں میں ایک ثعلبہ نام کے نوجوان کا تمہیں علم ہے؟ اس نے کہا شاید آپ جہنم سے بھاگنے والے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ دوزخ سے بھاگا ہوا ہے۔ اس نے کہا جب آدھی رات کا وقت ہوتا ہے تو ان پہاڑوں سے ایک جوان نکلتا ہے اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ رہا ہوتا ہے:

یَالَیْتَکَ قَبَضْتَ رُوْحِیْ فِی الْاَرْوَاحِ وَجَسَدِیْ فِی الْاَجْسَادِ وَلَمْ تُجَرِّدْنِیْ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ۔

''اے کاش (میرے خدا) تو نے عالم ارواح میں میری روح کو اور عالم

اجسام میں میرے جسم کو نہ پیدا کیا ہوتا اور مجھے فیصلہ کے دن کے لئے وجود نہ بخشا ہوتا۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسی نوجوان کی ہمیں تلاش ہے۔ وہ ان دونوں کو لے کر وہاں گیا۔ جب آدھی رات ڈھل گئی۔ خرج علیهم من بین تلک الجبال واضعاً یدهٗ علیٰ امّ رأسه وهو ینادی یالیتک قبضت روحی فی الارواح وجسدی فی الاجساد ولم تجردنی لفصل القضاء۔

راوی کا بیان ہے (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور ثعلبہ کو پکڑ کر سینے سے لگالیا۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے عمر! کیا حضور ﷺ کو میرے گناہ کا علم ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کا تو علم نہیں مگر کل حضور ﷺ نے تمہیں یاد فرمایا اور ہم دونوں کو تیری تلاش میں بھیجا ہے۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے عمر مجھے اس وقت آقا کی خدمت میں لے جانا جب آپ نماز پڑھ رہے ہوں۔ حضرت عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما جلدی سے ایک صف کی طرف بڑھے جب ثعلبہ نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرأت سنی تو بے ہوش ہو کر گر گیا۔ سرکار ﷺ نے جب سلام پھیرا تو فرمایا اے عمر اور اے سلمان ثعلبہ کا کیا بنا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ثعلبہ وہ (بے ہوش پڑا) ہے۔ حضور ﷺ نے اٹھ کر اسے ہلایا تو ثعلبہ کو ہوش آیا۔ آقا علیہ السلام نے پوچھا ما غیّبک عنّی ''تمہیں کس چیز نے مجھ سے دور کر دیا تھا۔'' حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ذنبی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ''اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیک وسلم میرے گناہ نے مجھے آپ سے دور کر دیا۔''

سرکار ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ آیت نہ بتاؤں جو گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ضرور بتائیے آپ نے فرمایا یہ آیت پڑھو:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ:201)

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ کا کلام بڑا ہے پھر حضور ﷺ نے فرمایا اسے گھر چھوڑ آؤ۔

وہاں حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹھ دن بیمار رہے، پھر سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا آپ کو حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت کا پتہ ہے؟ وہ اپنے گناہ کی فکر میں مرا جا رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہمیں اس کے پاس لے چلو۔ غریب نواز آقا (ﷺ) اپنے غلام کے پاس جلوہ افروز ہوئے اور اپنے غلام وفا شعار کا سر اپنی آغوش مبارک میں رکھ لیا۔ لیکن حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سر آغوش رسالت سے ہٹا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ثعلبہ تم نے اپنا سر میری آغوش سے کیوں نکال لیا ہے۔ قال لانه ملأن من الذنوب۔ اس نے عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ) کیونکہ میرا سر گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔

دلنواز آقا ﷺ نے پوچھا تمہیں کس چیز کی تکلیف ہو رہی ہے۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میری ہڈیوں، میرے گوشت اور میری کھال میں چیونٹیاں رینگ رہی ہیں۔ سرکار ﷺ نے پوچھا ماتشتھی تمہیں کس چیز کی خواہش ہے۔ اس نے عرض کیا اپنے رب کی طرف سے مغفرت کی تمنا ہے۔

راوی کا بیان ہے پھر جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور فرما رہا ہے:

لو اَنّ عبدی ھذا لقینی بقراب الارضِ خطیئۃً لقیتہٗ بھا مغفرۃً۔

''اگر میرا یہ بندہ روئے زمین کے سارے گناہ لے کر میری بارگاہ میں آئے تو
میں روئے زمین جتنی بخشش کے ساتھ اس کا استقبال کروں گا۔''

حضور ﷺ نے جناب حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خوشخبری سنائی تو حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیخ ماری اور جان اپنے مالک کے حوالے کر دی۔ نبی اکرم ﷺ نے آپ کے غسل اور کفن کا حکم دیا۔ جب سرکار ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی تو اپنے پاؤں کی انگلیوں پر چلنا شروع کر دیا جب صحابہ آپ کے دفن سے فارغ ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ رأیناک تمشی علی اطراف انامِلک،''

یارسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام ہم نے آپ کو انگلیوں کے پوروں کے بل چلتے دیکھا ہے (کیا وجہ ہے؟) سرکار ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیاً مَا قَدَرْتُ اَنْ اَضَعَ قَدَمَیَّ عَلَی الْاَرْضِ مِنْ کَثْرَۃِ مَنْ نَزَلَ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ لِتَشْیِیْعِہٖ۔

''قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میرے غلام ثعلبہ کو الوداع کہنے کے لئے اتنے ملائکہ زمین پر اترے تھے کہ ان کی کثرت کی وجہ سے میرے لئے زمین پر اپنے قدم رکھنا ناممکن ہو گیا تھا۔''

43۔ حضرت مالک الرؤاسی رضی اللہ عنہ کی توبہ

عمرو بن مالک الرؤاسی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ:

مالک الرؤاسی اور اس کی قوم بنی کلاب کے کچھ لوگوں نے بنی اسد پر حملہ کر کے خوب غارت گری کی۔ ان کے مردوں کو قتل کیا اور خواتین کی بے حرمتی کی۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے بنی کلاب کے لئے دعائے ہلاکت فرمائی اور ان پر لعنت کی۔ جب مالک کو اس بات کا پتہ چلا تو خود ہتھکڑی پہن کر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ) ارضَ عنی رضی اللہ عنک۔

"اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ آپ سے راضی ہو میرے ساتھ راضی ہو جائیں۔"

حضور ﷺ نے اس کی طرف سے رخِ اقدس پھیرلیا۔ مالک دوبارہ گھوم کر آپ کے سامنے آگیا اور عرض کیا "ارض عنّی رضی اللّٰہ عنک" حضور ﷺ نے پھر چہرہ مبارک پھیرلیا۔ مالک تیسری مرتبہ آپ کے سامنے آیا اور عرض کیا مجھ سے راضی ہو جایئے اللہ آپ سے راضی ہو اور کہا خدا کی قسم اللہ کو راضی کیا جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتا ہے (آپ بھی مجھ سے راضی ہو جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔)

حضور ﷺ مالک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم اپنے گناہ سے تائب ہو گئے ہو اور اللہ سے معافی مانگ لی ہے۔ مالک نے عرض کیا ہاں۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اللھم تُب علیہ وارض عنہ۔ "اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما اور اس سے راضی ہو جا۔"

44۔ ایک دولت مند صحابی کی توبہ

کعب بن سور کے غلام سعید بن ایمن روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک محفل میں اپنے صحابہ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ اچانک ایک غریب آدمی آیا اور ایک امیر آدمی کے قریب بیٹھ گیا۔ امیر آدمی نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے (غریب سے نفرت کی وجہ سے) حضور ﷺ یہ دیکھ کر (غصے کی وجہ سے) سرکار ﷺ کے رُخِ انور کا رنگ بدل گیا اور فرمایا اے فلاں کیا تمہیں خطرہ ہے کہ تیری مالداری کا سایہ غریب پر پڑ جائے گا یا اس کی غربت کا اثر تجھ پر ہو جائے گا۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا دولت میں برائی بھی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں، تیری دولت تمہیں آگ کی طرف بلا رہی ہے اور اس کی غربت اسے جنت کی طرف بلا رہی ہے۔

امیر صحابی نے عرض کیا مجھے اس سے نجات دینے والی کوئی چیز ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا تو اپنے اس (غریب) بھائی سے ہمدردی کر۔ اس نے کہا میں ابھی کرتا ہوں۔ لیکن

فقیر صحابی نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا پھر تو اپنے بھائی کے لئے استغفار اور دعا خیر کر دے۔

45۔ حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ کی توبہ

سعید بن مسلم عبدالرحمٰن بن سابط وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوسفیان بن حارث (بن عبدالمطلب) حضور ﷺ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے ان کو بھی حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ پلایا تھا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ سے محبت تھی اور دونوں ہم عمر بھی تھے لیکن جب حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو ابوسفیان نے اتنی عداوت کی کہ اتنی عداوت کسی نے بھی نہ کی۔ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کی ہجو کی۔ بیس سال تک حضور ﷺ سے دشمنی کرتا رہا اور مسلمانوں کی ہجو کرتا رہا اور مسلمان اس کی مذمت کرتے رہے۔

جس جگہ بھی قریش حضور ﷺ سے جنگ کے لئے گئے۔ ابوسفیان کبھی پیچھے نہ رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسلام (کا نور) ڈال دیا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے میں نے کہا اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئی ہیں میں کیا ہوں اور کہاں جاؤں؟ میں اپنی بیوی نے پاس آیا اور کہا کوچ کی تیاری کرو کیونکہ محمد (ﷺ) کے آنے کا وقت آ گیا ہے۔ میرے گھر والوں نے کہا تیرے لئے وقت ہے کہ تو دیکھے کہ عرب وعجم محمد ﷺ کے غلام بن چکے ہیں اور تو اب بھی ان کے ساتھ عداوت کر رہا ہے حالانکہ (سب سے پہلے) ان کی مدد کرنا تیرا حق تھا۔

ابوسفیان نے اپنے غلام سے کہا اونٹ اور گھوڑے تیار کرو۔ غلام نے سواریاں تیار کیں اور ہم "ابواء" پہنچ گئے۔

لشکر رسالت کا ہراول دستہ بھی "ابواء" پہنچ چکا تھا میں ڈر گیا اور اس بات کو پسند نہ کیا کہ یہاں قتل کر دیا جاؤں کیونکہ حضور ﷺ میرے قتل کو جائز قرار دے چکے تھے۔ میں پیدل چلتے ہوئے ایک میل ایک طرف ہٹ گیا۔ لوگ گروہ در گروہ آ رہے تھے۔ میں آپ

کے صحابہ سے ڈرتے ہوئے ایک طرف ہٹ گیا۔

جب آپ اپنے غلاموں کے جھرمٹ سے (چاند کی طرح) طلوع ہوئے تو میں نے آپ کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ آپ نے نگاہ بھر کر مجھے دیکھا اور پھر رُخِ انور دوسری جانب پھیر لیا، میں دوسری جانب ہو کر آپ کے سامنے آ گیا۔ آپ نے کئی بار اپنا چہرہ میری طرف سے پھیر لیا اور دور و نزدیک والوں نے مجھے پکڑ لیا۔ میں نے کہا میں آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا جاؤں گا۔ میں رحمت عالم ﷺ کی بھلائی اور صلہ رحمی کی دہائی دینے لگا اور مجھے اس بات میں بھی شک نہیں تھا کہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ قرابت رسالت مآب ﷺ کی وجہ سے میرے اسلام لانے سے بہت خوش ہوں گے۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ رحمت عالم ﷺ نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی تو تمام صحابہ نے بھی میری طرف سے منہ موڑ لیا۔ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے لیکن انہوں نے بھی میری طرف کوئی توجہ نہ کی اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وہ ایک انصاری جوان کو میرے قتل پر اکسا رہے تھے۔ جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے دشمن خدا تو ہی حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو ستایا کرتا تھا۔ بغض رسول ﷺ میں تو نے مشرق و مغرب کے قلابے ملا دیئے تھے۔ میں نے اپنی طرف سے کچھ دفاع کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ پر غالب آ گئے ان کی آواز بلند ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ لوگوں کا ایک ہجوم امنڈ آیا اور وہ میرے ساتھ ہونے والے سلوک سے خوش ہو رہے تھے۔

میں اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور کہا عم محترم میرا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے اسلام قبول کرنے سے خوش ہوں گے۔ میری قرابت اور شرف کی وجہ سے حالانکہ حضور ﷺ نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ نے دیکھ لیا ہے۔ آپ میرے بارے میں آقا ﷺ سے عرض کریں کہ سرکار مجھ سے راضی ہو جائیں۔ چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا واللہ میں آپ سے ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا جبکہ میں نے سب کچھ

دیکھ لیا ہے مگر جب کبھی (حال رضا میں) کوئی موقع ملا۔ حضور ﷺ کا جلال اور ہیبت بہت زیادہ ہے۔

میں نے کہا عم محترم آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں؟ چچا جان نے کہا ایسا کرنا مجبوری ہے پھر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور ان سے بات کی انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لوٹ آیا اور کہا چچا جان جو شخص مجھے ڈرا رہا ہے اس کو تو منع کیجئے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کا حلیہ بیان کرو۔

میں نے کہا وہ ایک گندمی رنگ کا جوان ہے کھردری جلد والا چھوٹے قد والا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بہت کم فاصلہ ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ نعمان بن حارث بخاری ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر فرمایا اے نعمان ابوسفیان حضور ﷺ کے چچا کا بیٹا اور میرا بھتیجا ہے۔ اب رسول اللہ ﷺ اس پر ناراض ہیں لیکن بعد میں راضی ہو جائیں گے لہٰذا تم اسے تکلیف نہ دو۔ نعمان رک گئے اور کہا میں آئندہ اسے تنگ نہیں کروں گا۔

ابوسفیان کا بیان ہے میں نبی کریم ﷺ کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ آقا علیہ السلام ”جحفہ“ کی طرف تشریف لے گئے۔ حال یہ تھا کہ نہ آپ ﷺ مجھ سے بات کرتے اور نہ کوئی صحابی۔ میں نے اپنی عادت بنالی جہاں بھی حضور ﷺ ٹھہرتے میں دروازے پر بیٹھ جاتا اور میرے ساتھ میرا بیٹا جعفر بھی تھا۔ حضور ﷺ جب بھی مجھے دیکھتے چہرہ پھیر لیتے۔ میں اسی حال میں آپ ﷺ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ کا منظر بھی دیکھا اور میں ان شہسواروں کے ساتھ تھا جو ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ حضور ﷺ نے مقام ”ابطح“ پر قیام فرمایا میں آپ کے خیمے کے دروازے کے قریب ہوا آپ نے میری جانب نظر فرمائی اور یہ نظر پہلی نظر سے قدرے نرم تھی۔

مجھے امید تھی شاید آپ ﷺ تبسم فرمائیں۔ آپ کے پاس بنی عبدالمطلب کی خواتین

حاضر ہوئیں جن میں میری بیوی بھی تھی۔ اس نے میرے بارے میں آپ کو نرم کیا۔ آپ ﷺ مسجد جانے کے لئے باہر تشریف لائے میں بھی آپ کے سامنے تھا اور کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ ہوازن پر حملہ کے لئے تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا۔ اس وقت اہل عرب نے اتنا لشکر اکٹھا کیا تھا کہ اس سے پہلے اتنا لشکر جمع نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی عورتوں، بچوں اور مویشیوں سمیت میدان میں نکل آئے۔ میں نے کہا انشاء اللہ آج حضور ﷺ میرے جذبات کا اثر دیکھ لیں گے۔

جب ہم دشمن کے سامنے آئے انہوں نے ایسا حملہ کیا جسے اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ (توبہ:25)

''پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔''

حضور ﷺ اپنے سیاہی مائل سفید رنگ خچر پر ثابت قدم رہے۔ آپ ﷺ نے اپنی تلوار نیام سے باہر نکال لی میں اپنے گھوڑے سے کود پڑا۔ میرے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی جس کے نیام کو میں نے توڑ دیا تھا۔ اللہ گواہ ہے آج میں حضور ﷺ کے نام پر مرنا چاہتا تھا۔ سرکار ﷺ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ دوسری طرف سے میں نے بھی لگام پکڑ لی۔ سرکار ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ کا بھائی، آپ کے چچا کا بیٹا ابوسفیان ہے۔ غریب نواز اس سے راضی ہو جایئے۔ آقا ﷺ نے فرمایا میں اس سے راضی ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کی تمام عداوتیں جو اس نے میرے ساتھ کی ہیں معاف فرمائے۔

میں نے رکاب تھام کر آپ کے قدم ناز کو چوم لیا۔ حضور ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا اخی لعمری جان برادر۔

پھر رحمت عالم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا باآواز بلند اعلان

کرو۔ اے سورۂ (بقرہ) (پڑھنے والے) صحابہ! اے اصحاب سمرہ (درخت کے نیچے بیعت کرنے والو) اے مہاجرین وانصار! اے بنی خزرج! تمام نے کہا لبیک اے اللہ کی طرف بلانے والے۔ پھر تمام نے یکبارگی حملہ کیا۔ تلواروں کی میانیں توڑ ڈالیں۔ تیر برسانا شروع کر دیئے، نیزوں کی نوکیں سیدھی کرلیں اور شیروں کی طرح پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ حضور ﷺ پر تیروں کی بارش میں آپ کے ساتھ ہوں اور مجھے کوئی خوف نہیں، یہاں تک کہ کفار نے چاروں طرف سے اللہ کے حبیب کو گھیر لیا۔

آقا الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا آگے بڑھو اور ان پر وار کرو۔ میں نے ایسا حملہ کیا کہ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ میرے بعد سرکار بھی ان کے سامنے تشریف لائے۔ سرکار ﷺ تیزی سے آگے بڑھے تو ان (دشمنوں) کے قدم ڈگمگا گئے یہاں تک کہ میں نے انہیں تین میل دور دھکیل دیا اور وہ چاروں طرف بکھر گئے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں اس دن میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ابوسفیان کے علاوہ آپ کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر سرکار ﷺ کے خچر کی لگام پکڑ لی۔ میں بلند آواز شخص تھا حضور ﷺ نے فرمایا اے عباس بلند آواز سے کہو اے گروہ انصار، اے اصحاب سمرہ۔ میں نے پکارا اے گروہ انصار اے اصحاب سمرہ تو وہ تمام اس طرح دوڑے آئے جس طرح اونٹ اپنے بچوں کی طرف بے چین ہو کر آتے ہیں۔ ان کی زبانوں پر لبیک لبیک جاری تھا۔

یوں بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس طرح آئے جس طرح گائے اپنی اولاد کی محبت میں دوڑی چلی آتی ہے۔ ان کے تیر چل رہے تھے حتیٰ کہ مجھے یہ خطرہ تھا کہ مشرکین کے تیروں کی بجائے ان کے تیر کہیں حضور ﷺ کو نہ لگ جائیں۔ صحابہ آواز کی جانب بڑھتے آ رہے تھے اور یا لبیک لبیک کا شور بلند ہو رہا تھا۔

حضور ﷺ اس دن ابوسفیان کی طرف متوجہ ہوئے ابوسفیان نے تمام بدن پر لوہا پہن رکھا تھا اور حضور ﷺ کے خچر کی لگام کو بالکل ہونٹوں کے قریب سے پکڑے ہوئے

تھے۔ آقا ﷺ نے فرمایا من ھذا؟ یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا ابن امک یا رسول اللہ تمہارا بھائی، ابوسفیان بن حارث ہے فداک امی وابی۔ آقا ﷺ نے فرمایا ہاں میرا بھائی۔ ابوسفیان مجھے زمین سے کچھ کنکریاں پکڑاو۔ ابوسفیان نے کنکریاں پیش کیں۔ نبی اکرم ﷺ نے کنکریاں کفار کے منہ پر ماریں اور فرمایا شاھت الوجوہ۔ چہرے بگڑ گئے۔

وہ کنکریاں یوں نشانے پر لگیں گویا کہ بادل تھے۔ کنکر ان کی آنکھوں میں لگے اور شکست کھا کر پیچھے بھاگ گئے۔

اور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں ابوسفیان بن حارث ہمارے قریب سے گزرے تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اے عائشہ ادھر آؤ میں تمہیں اپنا چچازاد بھائی دکھاؤں جو شعروں میں میری ہجو کیا کرتا تھا (اب) وہ سب سے پہلے مسجد میں جاتا ہے اور سب سے آخر میں مسجد سے نکلتا ہے اس کی نگاہ اپنی جوتی کے تسمہ سے آگے نہیں جاتی (یعنی اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا بلکہ نظریں جھکا کر چلتا ہے۔)

ایک روایت میں ہے کہ آپ بارگاہ رسالت میں حضور ﷺ سے حیا کی وجہ سے کبھی نگاہیں اوپر نہ اٹھاتے تھے۔ آپ نے اپنی موت کے وقت فرمایا میرے اوپر مت رونا کیونکہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کوئی گناہ نہیں کیا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی یاد میں کثرت سے روئے اور یہ مرثیہ بھی آپ نے ہی کہا ہے:

اَرِقْتُ وباتَ ليلىٰ لَا يَزُوْلُ   وَلَيْلُ اَخِى المصيبةِ فِيْهِ طُوْلُ

"میں جاگ رہا ہوں اور رات ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتی۔ اور مصیبت والے کی رات طویل ہی ہوتی ہے۔"

وَاَسْعَدَنِىْ الْبُكَاءُ وَذَاكَ فِيْمَا   اُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ قَلِيْلُ

"میں مسلسل رو رہا ہوں اور یہ رونا۔ اس مصیبت کے مقابلے میں بہت کم ہے

جس سے مسلمان دوچار ہوئے ہیں۔"

لَقَدْ عَظُمتْ مُصِيبَتُنَا وَجَلَّتْ عَشِيَّةَ قِيلَ قَدْ قُبِضَ الرسولُ

"اس شام ہماری تکلیف اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ جب یہ اعلان کیا گیا کہ حضور ﷺ وصال فرما گئے ہیں۔"

فَاضحتْ ارضُنا مِمَّا عَراها تكَادُ بِنَا جوَانِبُهَا تَمِيلُ

"ہماری زمین پر بھونچال آ گیا۔ قریب تھا کہ اسکے اطراف ہمیں لیکر نیچے دھنس جائیں"

فَقَدْنَا الوحي وَالتنزِيْلَ فِينَا يَرُوحُ بِه وَ يَغْدُوْ جبريلُ

"ہم اس وحی قرآنی سے محروم ہو گئے۔ جو صبح و شام جبرائیل لیکر آیا کرتے تھے۔"

وَذاكَ احقُّ مَا سَالَتْ عَلَيْهِ نُفُوسُ النَّاسِ اَوْ كَادَتْ تَسِيْلُ

"یہ بالکل صحیح ہے کہ لوگوں کی جانیں۔ نکل جائیں یا نکلنے کے قریب ہو جائیں اس حادثہ کی وجہ سے"

نبيٌّ كَانَ يَجْلُو الشكَّ عَنَّا بِمَا يُوْحٰى اِلَيْهِ وَمَا يَقُوْلُ

"حضور ﷺ ایسے نبی تھے جو ہمارے شکوک دور کر دیا کرتے تھے قرآن و حدیث کے ذریعے۔"

وَيَهْدِيْنَا فَلَا يَخْشٰى عَلَيْنَا ضَلَالًا وَالرَّسُوْلُ لَنَا دَلِيْلُ

"حضور ﷺ ہمیں راہ دکھاتے ہیں اور جب حضور ہمارے راہنما ہوں تو پھر گمراہی کا ڈر کیا۔"

اَفَاطِمُ اِنْ جَزِعْتِ فَذَاكَ عُذْرٌ وَاِنْ لَمْ تَجْزِعِيْ فَهُوَ السَّبِيْلُ

"اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر آپ روئیں گی تو رونا تمہارا عذر ہے اور اگر صبر اختیار کرو تو یہی اصل طریقہ ہے۔"

فَقَبْرُ اَبِیکِ سَیِّدُ کُلِّ قَبْرٍ وَفِیْهِ سَیِّدُ النَّاسِ الرَّسُوْلُ

"تیرے والد گرامی کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے۔ کیونکہ اس میں امام الاولین والآخرین آرام فرما ہیں (ﷺ)"

46۔حضرت عبداللہ بن الزبعری الشاعر رضی اللہ عنہ کی توبہ

اُم ہانی بنت ابی طالب کا شوہر ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی اور عبداللہ بن الزبعری فتح مکہ کے بعد دونوں نجران کی طرف بھاگ گئے۔ یہ دونوں شاعر تھے اور دونوں مسلمانوں کی ہجو کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن زبعری شعراء قریش کا امام تھا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف کچھ شعر لکھ کر بھیجے جس میں اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

ابن ابی الزناد نے وہ شعر یوں بیان کیے ہیں۔

ترجمہ اشعار

"ایسی ہستی سے مت محروم ہو جس کے بغض نے تمہیں نجران پھینک دیا ہے جہاں تو اپنوں سے جدا ہو کر غیر مہذب زندگی گزار رہا ہے۔

تیرے نیزے جنگوں میں پرانے ہو گئے اور اب وہ اس طرح پائے گئے ہیں کہ وہ بالکل کھوکھلے، ردی، اور عیب دار ہو چکے ہیں۔ اللہ کا غضب اور دائمی عذاب ہو زبعری اور اس کے بیٹے پر۔"

جب حسان کے شعر اس تک پہنچے تو اس نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی تیاری شروع کر دی۔ ہبیرہ نے اسے کہا ابن عم کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا واللہ محمد ﷺ کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے پوچھا کیا تم اس کی پیروی کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا بخدا ایسا ہی چاہتا ہوں۔

ہبیرہ نے کہا کاش میں نے تیرے سوا کسی اور سے دوستی کی ہوتی واللہ میرا یہ گمان بھی نہیں تھا کہ تم کسی قیمت پر محمد کی غلامی کرو گے۔

حضرت ابن زبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم کس چیز پر بنی حارث بن کعب کے ساتھ لگے رہو گے؟ اور کیا میں اپنی قوم اور گھر کی وجہ سے اپنے ابن عم (محمد ﷺ) جو تمام کائنات سے پاکیزہ اور بہترین ہیں ان کو چھوڑ دوں؟

حضرت ابن زبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی طرف آئے جب وہ آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ (ستاروں کے جھرمٹ) صحابہ میں (بدر منیر کی طرح) بیٹھے ہیں۔ سرور عالم ﷺ نے جب اس کی طرف دیکھا تو فرمایا یہ ابن زبعری ہے۔ آج اس کے چہرے پر اسلام کا نور چمک رہا ہے۔ عبداللہ حضور ﷺ کے قریب کھڑا ہو گیا اور کہا ''السلام علیک یا رسول اللہ'' میں گواہی ہوتا ہوں:

لا اله الا الله وانک عبده ورسولهٗ، والحمد لله الذی هُدانِی لِلاِسْلَام.

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔''

آج تک میں آپ سے عداوت کرتا رہا اور آپ کے خلاف لشکر کشی کرتا رہا۔ اونٹوں، گھوڑوں اور اپنے قدموں پر چل کر آپ سے دشمنی کرتا رہا پھر میں آپ سے بھاگ کر نجران چلا گیا۔ میں چاہتا تھا کہ کسی قیمت پر بھی اسلام نہیں قبول کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے میرے لئے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے دل میں اسلام کا نور فروزاں کر دیا اور مجھے اسلام سے محبت عطا کر دی۔ جب اس گمراہی کے بارے میں سوچتا ہوں جس میں میں مبتلا تھا اور ان چیزوں کی پیروی جو کسی عقلمند کو نفع نہیں دے سکتیں۔ پتھر جن کی پوجا کی جاتی تھی جن کے لئے جانور ذبح کئے جاتے تھے جو یہ بھی نہیں جانتے کہ کون ان کی عبادت کر رہا ہے اور کون عبادت نہیں کر رہا (یہ خیال آتے ہی سخت پشیمانی ہوتی ہے۔) نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

الحمد لله الذی هداک للاسلام اِنّ الاسلام یَجبُّ ما

کان قبلہٗ۔

"سب تعریفیں اللہ کے لئے جس نے تجھے اسلام کی توفیق بخشی بے شک اسلام زمانہ کفر کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن الزبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرتے وقت یہ اشعار کہے تھے۔

ترجمہ اشعار

"سخت اندھیری رات میں جس پر تاریکیوں کے گہرے پردے پڑے تھے گونا گوں وساوس اور پریشانیوں نے میری نیند اڑا دی۔ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ احمد ﷺ مجھ پر ناراض ہیں تو میں نے رات اس طرح کاٹی گویا کہ مجھے بخار ہے۔

اے وہ ذات جو ان تمام سے بہتر ہے جنہیں کسی سبک سیر، نشاط سے بھرپور مضبوط اور منہ نہ موڑنے والی اونٹنی نے اپنے موزوں اعضا پر بٹھایا ہے۔ میں آپ کی بارگاہ میں معذرت خواہ ہوں اس غلطی پر جس کا ارتکاب میں نے اس وقت کیا تھا جب میں گمراہی کی تاریکیوں میں سرگرداں تھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب بنی سہم مجھے ایک گمراہی کی طرف مائل کر رہے تھے اور قبیلہ مخزوم کے لوگ دوسری گمراہی کی طرف دعوت دے رہے تھے۔

آج کے دن میرا دل محمد ﷺ پر ایمان لے آیا ہے اور اس سلسلے میں غلطی کرنے والا محروم القسمت ہے۔

عداوت کے دن گزر گئے اور اسباب عداوت بھی ختم ہو گئے اور ہمارے درمیان باہمی رشتہ داری اور عقل نے (مجھ خیر کی طرف) دعوت دی۔

(بندہ نواز آقا ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر قربان میری خطائیں معاف کر دیجئے کیونکہ آپ کا رب آپ پر اور آپ (تمام مخلوق پر) مہربان ہیں۔

اور آپ کے (سر اقدس پر) خدائے مہربان کے علم کی علامت بطور نور فروزاں ہے۔

آپ صحیفہ نبوت ورسالت کے لئے اللہ کی جانب سے مہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو محبت وشرف سے معمور دلائل (معجزات) عطا کئے ہیں اور اللہ کے دلائل یقیناً عظیم ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دین سچا اور حق ہے اور آپ تمام مخلوق میں عظیم ترین ذات ہیں۔

اس بات کا اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ احمد مصطفیٰ ﷺ تمام صالحین کے پیشوا اور کریم ہیں۔

آپ ﷺ ایسے سردار ہیں جو گلستان ہاشمی میں پلے بڑھے ہیں۔ پس آپ شاخ بھی ہیں اور جڑ (اصل) بھی ہیں ہر صورت میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔''

47۔ حضرت ہبار بن اسود رضی اللہ عنہ کی توبہ

واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے مجھے واقد بن ابی یاسر نے یزید بن رومان سے یہ روایت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے دیکھا جب بھی ہبار بن اسود کا ذکر ہوا حضور ﷺ نے اس پر غیظ وغضب کا اظہار فرمایا اور حضور ﷺ جب بھی کوئی لشکر روانہ کرتے تو اہل لشکر کو فرماتے اگر ہبار بن اسود تمہارے ہاتھ لگ جائے تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر بعد میں قتل کر دینا۔ اللہ کی قسم (زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے) میں اس کو تلاش کرتا رہا اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھتا رہا۔

خدا گواہ ہے اگر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہونے سے پہلے میں اسے پکڑ لیتا تو اسے فوراً قتل کر دیتا پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے آپ کی بارگاہ میں اپنا عذر پیش کرنا شروع کر دیا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں جب رحمت عالم ﷺ جعرانہ سے واپس تشریف لائے اس وقت میں بھی مسجد میں آپ کے صحابہ کے ساتھ میں بھی تھا۔ اتنے میں ہبار بن اسود بھی آ گیا۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ یہ ہبار بن اسود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔

ایک آدمی نے اٹھ کر اسے قتل کرنا چاہا تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔

ہبار بارگاہِ رسالت ﷺ میں کھڑا ہو گیا عرض کیا:

السلام علیک یا رسول اللہ۔ اِنی اشھد اَن لا الہ الّا اللہ وانک رسول اللہ۔

''بعد از سلام، میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی معبودیت اور آپ کی رسالت کی۔''

''میں یہاں سے بھاگ گیا تھا اور اہل عجم کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا تھا پھر مجھے آپ کی عنایات، صلہ رحمی، عفو و درگزر کا خیال آیا۔ جاہلوں کی گستاخیاں معاف کر دینے والی صفت یاد آ گئی۔ اے اللہ کے رسول ہم مشرک تھے، آپ کے صدقے اللہ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تباہی سے بچا لیا۔

غفلت میں ہونے والی خطائیں معاف کر دیجئے اور میری وجہ سے جو ایذائیں آپ کو پہنچیں آقا درگزر فرما دیجئے۔ میں اپنی غلطیوں کا اقرار کرتے ہوئے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے حاضر ہو گیا ہوں۔''

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس نے کہا میں آپ کی طرف سے سخت باتوں اور آپ کے غصے کا حق دار تھا۔ میں ایک گھٹیا انسان تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے بصیرت عطا فرمائی اور اسلام کی راہ دکھا دی۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھتا رہا آقائے دو عالم ہبار کے عذر سنتے رہے اور اپنے سر کو جھکائے رکھا۔ پھر زبان رسالت سے یوں گویا ہوئے:

قد عفوتُ عنک والاسلام مجبّ ما کان قبلہ۔

''میں نے تمہیں معاف کر دیا اور اسلام اپنے ماقبل گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

حضرت ہبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت فصیح اللسان شخص تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اگر آپ کو برا بھلا کہا جاتا اور آپ کو اس کا علم بھی ہو جاتا تب بھی ان لوگوں سے بدلہ نہ لیتے۔

حضور ﷺ تک ان کے حلم اور تحمل و بردباری کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اے ہبار سب من سبک۔ ''جو تمہیں برا بھلا کہے تم بھی اس کا بدلہ لے لو۔''

48۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی جہل کی توبہ

سعید بن یحییٰ اموی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے میرے باپ نے روایت بیان کی انہیں اعمش نے ابی اسحاق السبیعی سے یہ روایت بیان کی۔

فرماتے ہیں جب نبی پاک ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اس سرزمین پر نہیں رہوں گا جہاں میرے باپ کا قاتل موجود ہو۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمندر کی طرف جانے کے لئے گھر سے نکلے اور اپنے سسر کے پاس گئے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سسر نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کو شوہر کے ساتھ جانے کو کہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر وہ اسے ملی اور کہا اے جوانانِ قریش کے سردار کہاں جا رہے ہو؟ اجنبی دیس میں جا رہے ہو (واپس آ جاؤ) لیکن حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ فتح مکہ کے دن قریش کی دس عورتیں جو مسلمان ہوئیں۔ ہند بنت عتبہ اور عکرمہ کی بیوی ام حکیم بنت حارث بھی ان میں شامل تھیں۔

عورتیں حضور ﷺ کے گھر حاضر ہوئیں اس وقت آپ کے پاس آپ کی دو بیویاں آپ کی بیٹی فاطمہ خاندان عبدالمطلب کی دوسری خواتین بیٹھی تھیں۔ ہند بنت عتبہ بولی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے پسندیدہ دین کو غلبہ عطا کیا۔

یا محمد! میں اللہ تعالیٰ پر صدق دل سے ایمان لا چکی ہوں پھر اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر کہا میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہند بنت عتبہ کو خوش آمدید۔ وہ کہنے لگی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم پہلے کوئی چادر پوش آپ سے بڑھ کر میرے نزدیک ناپسندیدہ نہیں تھا اور اب آپ تمام کائنات سے بڑھ کر میرے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا "وزیادةً ایضاً" بعد ازیں سرکار ﷺ نے قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی اور ان سے بیعت لی۔

پھر اُم حکیم نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا ہے اور اسے خوف ہے کہ کہیں آپ اسے قتل نہ کر دیں۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اسے امان دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے امان ہے۔ اُم حکیم اپنے شوہر کی تلاش میں نکلی تو اسے تہامہ کے ساحل پر پایا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشتی میں بیٹھ گئے۔ ملاح نے کہا اَخلِص۔ خلوص کا اظہار کر۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا کہوں؟ ملاح نے کہا لا الہ اِلّا اللہ کہو۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اسی (کلمہ) سے بھاگ کر تو میں یہاں آیا ہوں۔ اسی اثناء میں اُم حکیم بھی پہنچ گئی اور کہنے لگی۔ اے ابن عم میں تیرے پاس ایک ایسے شخص کی بارگاہ سے آئی ہوں جو تمام لوگوں سے زیادہ نیکوکار اور سب سے افضل اور سب سے بہترین ہے۔ اپنے آپ کو ہلاک نہ کر۔ کہنے لگی میں نے تیرے لئے سرور عالم ﷺ سے امان طلب کی ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو نے؟ اس نے کہا ہاں میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا تو حضور ﷺ نے تمہیں امان دے دی ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی کے ساتھ واپس آ گیا۔

راوی کا بیان ہے راستے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی سے مقاربت کی خواہش کی تو بیوی نے انکار کر دیا اور کہا تو کافر ہے اور میں مومنہ ہو چکی ہوں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جس دین کی وجہ سے تو نے انکار کیا ہے وہ بڑا عظیم دین ہے۔

جب رحمت عالم ﷺ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو خوشی سے کھڑے ہو گئے اس وقت آپ پر چادر بھی نہیں تھی پھر سرکار ﷺ بیٹھ گئے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی بیوی آپ کے سامنے بیٹھے گئے۔ اُم حکیم نے نقاب اوڑھا ہوا تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوں اور گواہی

دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔ اس بات سے حضور ﷺ بہت خوش ہوئے۔

پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے بہترین کلمات سکھایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کہو: اشھد ان لا الٰہ اِلّا اللّٰہُ و اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کچھ اور بھی۔ سرکار ﷺ نے فرمایا تم تمام حاضرین اور اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہو کہ تم مسلمان ہو اور راہِ خدا میں ہجرت کرنے والے ہو۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کہا پھر حضور ﷺ نے فرمایا آج جو چیز تم مانگو گے میں تمہیں عطا کروں گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جو عداوتیں میں نے آپ کے ساتھ کی ہیں وہ تمام معاف کر دیجئے اور آپ کی مخالفت میں جو قدم اٹھایا ہو یا کسی مقام پر آپ سے مقابلہ کیا ہو یا آپ کی موجودگی یا عدم موجودگی میں کوئی ناپسندیدہ بات کہی ہو تو ازراہِ کرم معاف کر دیجئے۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''یا اللہ! عکرمہ نے جو عداوتیں میرے ساتھ کی ہیں ان کو معاف فرما دے اور نورِ حق کو بجھانے کے لئے اس کی ساری کاوشوں پر قلم عفو پھیر دے اور میرے سامنے یا پس پشت اس کی تمام تلخ باتوں سے درگزر فرما۔'' حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رضیت یا رسول اللہ۔ بخدا یا رسول اللہ ﷺ راہِ حق کی مخالفت میں جتنا مال خرچ کرتا تھا اب راہِ حق کی حمایت میں اس سے دوگنا خرچ کروں گا اور حق کی مخالفت میں جتنا لڑتا تھا حق کی حمایت میں اس سے کئی گنا زیادہ جنگ کروں گا۔ میں اتنی شدت سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ قتل کر دیا جاؤں پھر آپ راہِ حق میں قتال کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے رحمہ اللہ۔

کہتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری سے اتر کر جھومتے ہوئے میدان میں آئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ تمہاری موت مسلمانوں کے لئے عظیم نقصان ہے۔ آپ نے فرمایا اے خالد مجھے

رہنے دو۔ تم بڑی مدت حضور ﷺ کے ساتھ رہے ہو۔

پھر آپ نے اس شدت سے حملہ کیا کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ تلواروں، نیزوں اور تیروں کے ستر سے زیادہ زخم آپ کے جسم پر لگے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنگ یرموک کے دن حضرت حارث بن ہشام، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ یہ تینوں زمین پر پڑے تھے کہ پانی لایا گیا انہوں نے ایک دوسرے کی طرف پانی بھیج دیا۔ جب بھی کسی مرد جلیل کو پانی پیش کیا جاتا وہ کہتا میرے دوسرے ساتھی کو پانی پیش کرو۔ یہاں تک کہ تینوں نے جام شہادت نوش کر لیا اور پانی نہ چکھا۔

راوی کا بیان ہے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی طلب کیا تو دیکھا کہ حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا پانی حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دو۔

حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حارث پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں تو کہا کہ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی پلاؤ لیکن حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی پہنچنے تک جنت میں پہنچ چکے تھے اور دوسرے دونوں ساتھی (حضرت عکرمہ اور سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی اپنے خالق سے جا ملے، رحمۃ اللہ علیہم۔

49۔ حضرت سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توبہ

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوئے۔ ان میں حضرت سہیل بن عمرو، ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے شیوخ موجود تھے۔ آپ کا خادم حاضر ہوا اور اس نے بدری صحابہ حضرت صہیب، حضرت بلال اور دوسرے اہل بدر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو پہلے اجازت دینا شروع کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بدر سے بہت محبت کیا کرتے تھے اور ان کے بارے میں خصوصی وصیت کر رکھی تھی۔ ابوسفیان نے کہا میں

نے آج کے دن کی طرح (ذلت کا دن) نہیں دیکھا۔ ان غلاموں کو تو اجازت دی جا رہی ہے اور ہم باہر بیٹھے ہیں ہماری جانب توجہ ہی کوئی نہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس پر حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا افسوس ایسی عقل پر۔ میرے ساتھیو! جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ اگر آج تم غضب ناک ہو تو ایسی عقلوں کا ماتم کرو۔ دوسروں کو بھی (اسلام کی) دعوت دی گئی اور تمہیں بھی دوسروں نے جلدی کی اور تم پیچھے رہ گئے۔

اللہ کی قسم جس فضیلت میں یہ لوگ تم پر برتری حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے محرومی اگر تم پر گراں گزری ہے تو اسی فضیلت میں تم ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔

تم دیکھ رہے ہو یہ (کملی والے کے غلام) تم سے سبقت لے گئے ہیں اور جس وصف میں یہ تم سے آگے نکل گئے ہیں وہاں اب تمہارا کوئی اختیار نہیں۔

تم بھی جہاد کو اپنا لو (جس طرح انہوں نے کیا ہے) شاید تمہیں بھی اللہ تعالیٰ درجہ شہادت عطا فرما دے۔

پھر حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کپڑے جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اپنی بیٹی ہند کے سوا تمام اہل وعیال کو ساتھ لیا اور ملک شام چلے گئے۔ ہند اور فاختہ کے علاوہ شام میں ہی تمام فوت ہو گئے اور حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور اپنی بیٹی فاختہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دی۔

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے اہل خانہ سمیت کوچ کر گئے اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے سوا کوئی بھی واپس نہ آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بچ کر آنے والے (عبدالرحمٰن) کا نکاح بچ کر آنے والی (فاختہ) سے کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو مدینہ شریف میں ایک بہت بڑا وسیع قطعہ زمین عطا فرمایا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے زیادہ جگہ عطا کر دی ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے کثیر اولاد

مردو زن عطا فرمائے گا۔ ابوبکر، عمر، عثمان، عکرمہ، خالد، مخلدان کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابوبکر سات فقہاء مدینہ میں سے ایک ہیں اور آپ کو راہب قریش کہا جاتا تھا۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اسود بن شیبان سے انہوں نے نوفل بن ابی عقرب سے روایت کیا ہے۔

کہ جب حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے نکلے تو اہل مکہ سخت غمگین ہوئے اور کوئی بالغ مرد ایسا نہ رہا جو دور تک آپ کے ساتھ نہ آیا ہو۔ یہاں تک کہ جب آپ وادی بطحاء کے بالائی کنارے تک پہنچے یا اس کے قریب پہنچ گئے تو آپ رک گئے اور دوسرے لوگ بھی رک گئے۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم بخدا میں تم سے نفرت کی وجہ سے نہیں جا رہا اور نہ ہی تمہارے شہر سے زیادہ مجھے کوئی اور جگہ پسند ہے لیکن میں اس کام (جہاد) کے لئے جا رہا ہوں۔ جس میں قریش کے کچھ بے گھر لوگ گئے ہیں۔ اب ہمارا حال یہ ہے کہ اگر کوہسار مکہ سونا بن جائیں اور ہم وہ تمام راہِ خدا میں خرچ کر دیں تب بھی ان کے ایام حیات میں سے ایک دن کی بھی برابری نہیں کر سکتے لیکن ہمیں امید ہے اگر دنیا میں ہم اس چیز سے محروم رہ گئے ہیں تو شاید آخرت میں ان کی سنگت حاصل کر سکیں۔ اللہ سے ڈرنے والا ہی مرد (حقیقی) ہے پھر حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سامان لے کر شام کی طرف چلے گئے اور جنگ یرموک میں شہادت پائی، رحمۃ اللہ علیہم۔

50۔ انصار (رضوان اللہ علیہم) کی توبہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں، ہم نے مکہ فتح کیا پھر ہم غزوہ حنین میں شریک ہوئے میں نے دیکھا یا مجھے نظر آئیں۔ مشرکین اپنی بہترین صفیں لے کر میدان میں آئے۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ ہمارے شہسوار بھی آ گئے۔ دیہاتی لوگ بھاگ نکلے۔ سالار عالم (ﷺ) پکارنے لگے، یا للمهاجرین یا للمهاجرین! یا للانصار یا للانصار۔ اے مہاجرین و انصار ادھر آؤ۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں حضور۔ سرکار ﷺ آگے بڑھے۔ ہمارے آگے بڑھنے کی دیر تھی

بخدا مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے پسپا کر دیا۔

راوی کا بیان ہے ہم نے ان کے سارے مال پر قبضہ کر لیا۔ جب ہم ایک مقام پر اترے تو سرکار ﷺ نے مال تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ کسی آدمی کو سو (اونٹ) عطا فرماتے اور کسی کو (اس سے زیادہ یا کم)۔

راوی فرماتے ہیں انصار نے آپس میں یہ کہنا شروع کر دیا:

امّا من قاتلهٗ فیعطیه وامّا من لم یقاتلهٗ فلا یعطیه۔

"جنہوں نے آپ کے ساتھ جنگیں کیں ان کو تو عطا کر رہے ہیں اور جنہوں نے بغیر جنگ کے (اسلام قبول کیا) ان کو محروم کر رہے ہیں۔"

چلتے چلتے یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی۔ حضور ﷺ نے مہاجرین و انصار کے خوشحال لوگوں کو اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا پھر فرمایا:

لایدخلن علّی اِلاّ انصاری۔

"میرے انصار کے سوا میرے پاس کوئی نہ آئے۔"

ہم آپ کے خیمہ میں حاضر ہو گئے جس سے خیمہ بھر گیا۔

اللہ کے نبی (ﷺ) نے فرمایا اے گروہِ انصار یہ کیا بات ہے جو مجھ تک پہنچی ہے۔

مَا حدیثٌ اتانیْ۔ قالوا ما اتاک یا رسولَ اللّٰہ ﷺ۔

"انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تک کیا بات پہنچی ہے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلَا تَرضَوْنَ اَنْ یَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی تَدْخُلُوْهُ بُیُوْتَکُمْ۔

"اے انصار تم اس بات پر راضی نہیں کہ دوسرے لوگ تو مال و دولت لے کر اپنے گھروں میں جائیں اور تم اللہ کے رسول کو ساتھ لے کر اپنے گھروں میں جاؤ۔"

انصار نے عرض کیا:

رَضینا یا رسولَ اللّٰہ۔

''یارسول اللہ ہم (اس تقسیم پر) راضی ہیں۔''

پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

لو اخذ الناس شِعباً و اخذتِ الانصار شعباً لأخذتُ شعبَ الانصار۔ قالوا رضینا یا رسول اللّٰہ۔

''اگر دوسرے لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو اس گھاٹی میں چلتا جس میں انصار چلتے۔''

انصار نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم راضی ہیں۔

یہی حدیث محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن وغیرہ سے روایت کی ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پہنچی کہ انصار نے اس طرح کہا ہے پھر انصار آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے یوں فرمایا:

اَلَمْ اَجِدْکُمْ ضلالاً فھداکُمُ اللّٰہُ بِیْ۔

''کیا تم گمراہ نہیں تھے؟ اور پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی۔''

قالوا بلٰی۔

''انصار نے کہا ہاں اسی طرح ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلَمْ اجدکم عالۃً فاغناکُمُ اللّٰہُ بِیْ۔

''کیا تم تنگ دست نہیں تھے۔ میری وجہ سے اللہ نے تمہیں غنی کر دیا۔''

انصار نے عرض کیا ہاں ایسا ہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلَمْ اَجِدْکُمْ اَعداءً فالفَ اللّٰہُ بین قلوبکم بِیْ؟

''کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔''

انصار نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

قال اما انکم لو شئتُمْ قلتُمْ فصدقتُم۔

"حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم جو چاہو تو یوں بھی کہہ سکتے ہو اور یہ بات بھی سچی ہے۔"

جِئْتَنَاکَ طریدًا فَآوَیْنَاکَ۔

"آپ کو اپنے شہر سے نکال دیا گیا تھا ہم نے آپ کو پناہ دی۔"

قالوا اللّٰہ ورسولہ امنّ۔

"انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا:

لو شئتم قلتم قدْ جئتناک مَخذولاً فنصرْنَاکَ۔

"آپ بے یار و مددگار آئے ہم نے آپ کی مدد کی۔"

قالوا اللّٰہ ورسولہ اَمَنُّ۔

"حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو۔"

جئتناک عائلاً فاٰتیناک۔

"آپ تنگدستی کی حالت میں آئے ہم نے آپ کی مالی امداد کی۔"

قالوا اللّٰہ ورسولہ امنُّ۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَفَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ ینقلبَ الناسُ بالشاۃ والبعیر وتنقلبُونَ برسولِ اللّٰہِ اِلٰی رِحَالِکُمْ قَالُوْا بَلٰی رَضِیْنَا۔

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ دوسرے لوگ یا تو بکریاں اور اونٹ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ۔ انصار نے عرض کیا ہم راضی ہیں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا:

ولو انّ الناس سلکوا وادیاً او شعباً لَسَلکتُ وادی الانصار وشعبهم۔

"اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں ہی چلوں۔"

ولولا الهجرةُ لکنتُ رجلاً من الانصار۔ الناسُ دثارٌ والانصارُ شعارٌ۔

"اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ہی ہوتا دوسرے لوگ چادر کا بیرونی حصہ اور انصار (میری چادر کا) اندرونی حصہ ہیں۔"

51۔ حضرت ابومحجن ثقفی رضی اللہ عنہ کی توبہ

سیف بن عمر تمیمی محمد، طلحہ، ابن مخراق اور زیادہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ میں جب لڑائی نے شدت اختیار کی تو ابومحجن ثقفی اس وقت محل میں قید تھے۔ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی سلمٰی بنت حفصہ سے کہا: اے آل حفصہ کی شہزادی! کیا تم بھلائی کا کوئی کام کرسکتی ہو؟ اس نے پوچھا کونسا کام؟ ابومحجن نے کہا میری زنجیریں کھول دو اور بلقاء (حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چتکبری گھوڑی) کچھ دیر کے لئے دے دو۔ خدا ضامن ہے اگر میں زندہ بچ گیا تو واپس آکر اپنے پاؤں میں خود بیڑیاں پہن لوں گا۔ اگر میں جنگ میں کام آگیا تو میرے لوٹنے سے بہتر ہے۔ سلمٰی نے کہا مجھے اس کام سے کیا مطلب؟

حضرت ابومحجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیڑیوں سمیت چلتے ہوئے لوٹے اور کہنے لگے:

کفی حزناً ان تردی الخیل بالقنا ۔۔۔ واترک مشدوداً علیّ وثاقیا

اذا قمتُ عنّا فی الحدید غلّقت ۔۔۔ مصاریعُ دونی قد تصم المنادیا

وقد کنتُ ذامالٍ کثیرٍ واخوةٍ ۔۔۔ فقد ترکُونِیْ واحدًا لَا اَخاً لیاَ

ولِلّٰهِ عهدٌ لَا اخیسُ بعهدهٖ ۔۔۔ لَئِنْ فُرِّجتُ اَن لَا اَزُوْرَ الحَوَانِیا

"کتنے دکھ کی بات ہے کہ گھوڑے نیزہ برداروں کو اٹھائے ہوئے اچھل رہے ہیں اور میں پابجولاں بندھا ہوں۔ جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو آہنی زنجیریں آڑے آجاتی ہیں

اور میرے سامنے مرنے اور گرنے والوں کے ایسے مناظر ہیں جو (زور سے) پکارنے والے کو (بھی) بہرہ بنا دیتے ہیں۔

کبھی میں بھی کثیر مال اور (کثیر) بھائیوں والا تھا (اب) انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے یوں لگتا ہے میرا کوئی بھائی نہیں۔

میرا اللہ تعالیٰ سے وعدہ ہے جسے کبھی نہیں توڑوں گا۔ اگر اب رہا ہو گیا تو کبھی مے فروش کی دکان پر نہیں جاؤں گا۔"

یہ اشعار سن کر سلمیٰ نے کہا میں نے اللہ سے خیر طلب کر لی ہے اور تیرے وعدے پر مطمئن ہوں اور پھر ان کی بیڑیاں کھول دیں۔ آپ نے گھوڑی کو گھر سے باہر نکالا پھر اس پر سوار ہو گئے اور اس کو لے کر جب میمنہ کے سامنے پہنچے تو نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر میسرہ پر حملہ کیا اپنے تیر اور ہتھیار دونوں صفوں میں چلا رہے تھے پھر مسلمانوں کے پیچھے سے ہو کر میسرہ کی جانب لوٹ آئے تو میمنہ پر تکبیر بلند کرتے ہوئے اپنے تیروں اور ہتھیاروں سے ٹوٹ پڑے پھر قلب کی جانب بڑھے اور حملہ کیا۔

لوگ اس جوان کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے لیکن اس کو جان نہ سکے کیونکہ دن کے وقت ان کو دیکھا نہیں تھا۔

بعض نے کہا یہ اصحاب ہاشم میں سے ہے یا بذات خود ہاشم ہے۔ بعض نے کہا اگر خضر علیہ السلام جنگوں میں شریک ہوتے ہیں تو یہ چتکبری گھوڑی والے حضرت خضر علیہ السلام ہی ہیں۔ ایک شخص نے کہا اگر فرشتے بشر بن کر آسکتے ہیں تو بخدا ہمارے درمیان یہ شخص (انسان نہیں) فرشتہ ہے۔ ابومحجن لوگوں کو یاد بھی نہیں تھا۔ آپ کے بارے میں ان کو گمان بھی نہ تھا کیونکہ آپ تو رات قید خانے میں تھے اور سعد کہنے لگے اگر ابومحجن قید میں نہ

ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص ابومحجن ہے اور یہ گھوڑی بلقاء ہے۔ جب آدھی رات کا وقت ہو گیا تو فریقین جنگ سے رک گئے اور مسلمان اپنے خیموں میں لوٹ آئے۔ ابومحجن بھی واپس آگئے اور جس طرح نکلے تھے اسی طرح گھر میں داخل ہو گئے۔ گھوڑی سے اتر کر دوبارہ اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ابومحجن ثقفی کو اکثر شراب نوشی کے جرم میں کوڑے مارے جاتے تھے۔ جب ابومحجن نے پھر بھی شراب نوشی ترک نہ کی تو صحابہ نے انہیں بیڑیاں پہنا کر قید کر دیا۔ جنگ قادسیہ کے دن انہیں یوں محسوس ہوا کہ مسلمانوں پر سخت وقت آ گیا ہے تو انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُم ولد (لونڈی) یا ان کی بیوی کو پیغام بھیجا کہ اگر تم ابومحجن کو کھول دو اور اس گھوڑی پر سوار کر کے ہتھیار دے دو تو ابومحجن سب سے پہلے آکر (بیڑی پہن لے گا) اِلّا یہ کہ ابومحجن قتل ہو جائے اور یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔

کفی حزناً...... الخ اشعار بمعہ ترجمہ پیچھے گزر چکے ہیں۔

اس خاتون نے آپ کی بیڑیاں کھول دیں اور سوار کر کے ہتھیار دے دیئے پھر وہ اچھلتے کودتے گھر سے نکلے اور اپنی قوم کے ساتھ مل گئے۔ جس کسی پر حملہ کرتے اسے قتل کر کے اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دیتے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگے یہ شہسوار کون ہے؟

راوی کا بیان ہے ابھی تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو رسوا کر دیا۔ حضرت ابومحجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے ہتھیار لوٹا دیئے اور پہلے کی طرح پاؤں میں بیڑیاں ڈال لیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر آئے تو آپ کی زوجہ نے پوچھا آج جنگ کیسی رہی؟ آپ نے انہیں بتانا شروع کیا کہ اس طرح ہوا پھر اس طرح ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ابلق گھوڑے پر ایک سوار کو بھیجا۔ اگر میں خود ابومحجن کو قید میں نہ چھوڑ گیا ہوتا تو کہہ دیتا کہ اس کی صفات وہی ہیں۔ زوجہ نے عرض کیا خدا کی قسم وہ ابومحجن ہی تھے

اور سارا قصہ بیان کر دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو بلا بھیجا اور قید سے آزاد کر دیا اور کہا ہم آئندہ کبھی بھی تمہیں کوڑے نہیں ماریں گے۔ ابو محجن نے کہا بخدا میں بھی آئندہ کبھی شراب نہیں پیوں گا میں بھی تمہارے کوڑوں کی وجہ سے شراب چھوڑنا ناپسند کرتا تھا۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد آپ نے کبھی شراب نہ پی۔

روایت ہے کہ ابو محجن کہتے تھے کہ میں شراب اس لئے پیتا تھا کہ تم مجھے "حد" لگا کر پاک کر دیتے تھے۔ جب تم نے "حد" کے ترک کا فیصلہ کر لیا ہے تو میں نے شراب نوشی کے ترک کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اللہ کی قسم آئندہ کبھی نہیں پیوں گا۔ جب بنو ثقیف نے اسلام قبول کیا تھا ابو محجن بھی اس وقت مسلمان ہوئے تھے۔ آپ نے حضور ﷺ سے احادیث سنی ہیں اور روایت بھی کی ہیں۔ آپ کا نام مالک تھا بعض نے کہا آپ کا نام عبداللہ بن حبیب ہے۔ بعض کا قول ہے آپ کی کنیت ہی آپ کا نام ہے۔

52۔ حضرت طلیحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ کی توبہ

موسیٰ بن محمد ابراہیم تیمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں جب طلیحہ نے دیکھا کہ لوگ اسے پکڑ کر قتل کر دیں گے اس نے اپنا گھوڑا تیار کیا اور اپنی بیوی کو (سفر پر) آمادہ کیا اور دونوں گھوڑے پر سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ (جاتے ہوئے) اس نے کہا تم میں سے جو شخص میری طرح کر سکتا ہے (اگر بچنا ہے تو) اسی طرح کرے پھر بھاگ کر شام چلا گیا۔

اور غسانیوں کی شاخ بنی جفنہ کے پاس ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ کی مدد سے اجنادین فتح ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی اور یہی طلیحہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں حالت احرام میں مکہ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا اے طلیحہ! عکاشہ اور ثابت بن اقرم جیسے دو نیک بزرگوں کو قتل کرنے کی وجہ سے میں تمہیں پسند نہیں کرتا۔ ان دونوں کو طلیحہ اور اس کے بھائی نے قتل کیا تھا۔

طلیحہ نے کہا امیر المؤمنین دو آدمیوں کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ (سے قتل کی وجہ)

سے خلعت شہادت سے سرفراز فرمایا اور مجھے ان کے ہاتھوں (قتل ہونے سے بچا کر) ذلیل نہ کیا اور تمام گھروں کی بنیاد محبت پر نہیں رکھی ہوتی لیکن باندازِ احسن درگذر کرنا اچھا ہے کیونکہ لوگ دشمنی کرنے والے کو بھی معاف کر دیتے ہیں۔

پھر آپ نے اسلام قبول کیا اور صحیح مومن ثابت ہوئے کسی نے آپ پر انگشت نمائی نہ کی اپنی سابقہ غلطی یاد کر کے کبھی کبھی یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

اشعار کا ترجمہ:

"ثابت، عکاشہ غنمی اور ابن معبد کے قتل پر میں بہت شرمندہ ہوں۔ ان سے بڑھ کر میرے نزدیک مصیبت یہ ہے کہ میں نے جان بوجھ کر اسلام سے منہ موڑ لیا۔

نئی مصیبت یہ ہے کہ دھتکارے ہوئے انسان کی طرح مجھے اپنا شہر چھوڑنا پڑا حالانکہ اس سے پہلے میں دھتکارا ہوا نہیں تھا۔

کیا دوست اس بات کو قبول کرے گا کہ میں اپنے سابقہ عقائد اور افعال سے رجوع کر رہا ہوں۔

اور میں گمراہی کے بعد حق کی شہادت دے رہا ہوں اور اس کام میں میں کج رو نہیں ہوں۔

(وہ شہادت یہ ہے کہ) تمام کائنات کا معبود (اللہ تعالیٰ) میرا رب ہے میں اس کی بارگاہ میں جھک گیا ہوں (اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ) سچا دین (صرف) محمد ﷺ کا دین ہے۔"

واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت طلیحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی روم کی طرف جہاد پر نکلے تو سمندر میں کشتی پر سوار ہوئے ابھی وہ کشتی میں ہچکولے کھاتے جا رہے تھے کہ انہیں دوسری کشتیوں میں سے ایک بڑی کشتی والوں نے پکارا جو تمام کے تمام رومی تھے۔ انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو ہم رک جاتے ہیں تاکہ تم ہماری کشتی میں اچھل آؤ یا پھر تم رک جاؤ تاکہ ہم تمہاری کشتی میں چھلانگ لگا سکیں۔ طلیحہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا وہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ ساتھیوں نے بتایا کہ وہ اس طرح کہہ رہے ہیں۔

آپ نے اپنے دوستوں سے فرمایا میں تمہیں اپنی تلوار سے مار ڈالوں گا جو میرے سامنے یونہی رکا رہا پھر جلدی جلدی کشتی ان کے قریب لے جاؤ۔ انہوں نے فوراً کشتی اہل روم کے قریب کی آپ نے فرمایا مجھے ان کی کشتی میں پھینک دو۔ جب آپ کو ان کی کشتی میں پھینک دیا گیا تو آپ نے اپنی تلوار سے قتل کرنا شروع کر دیا (اور اتنا مارا کہ کچھ آپ کے ہاتھوں مر گئے) اور کچھ نے سمندر میں اتر کر جانیں دے دیں اور کچھ بچ گئے۔

سیف بن عمر نے ابی عمرو سے اور انہوں نے ابی عثمان النہدی سے ذکر کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طلیحہ اور عمرو بن معدیکرب کو پانچ پانچ ساتھیوں سمیت ایرانیوں کی جاسوسی کے لئے بھیجا۔ جس دن رستم جالینوس اور ذوالحاجب آئے تھے۔ عمرو اور ان کے ساتھی اور طلیحہ کے ساتھی واپس آ گئے جب انہوں نے دشمن کی کثرت کو دیکھ لیا۔

لیکن حضرت طلیحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رستم کے لشکر میں چلے گئے اور وہاں بحیثیت جاسوس رات گزاری۔ جب رات کا پچھلا پہر شروع ہوا تو آپ نے اپنی فراست سے جس جگہ کو بہترین سمجھا وہاں آ گئے۔ وہاں رستم کے لشکر کا سفید رنگ کا بہترین خیمہ تھا۔ جو اپنی مثال آپ تھا اور ایک بہترین گھوڑا تھا جس جیسا اور کوئی گھوڑا نہیں تھا۔ آپ نے اپنی تلوار سے گھوڑے کی رسی کاٹی اور اس پر سوار ہو گئے۔

گھوڑے کے مالک اور پورے لشکر کو خبر ہو گئی انہوں نے ہر بلندی اور پستی میں آپ کا پیچھا کیا۔ ایک شہسوار آپ کے قریب آ گیا۔ جب اس نے آپ کو تیر مارنے کے لئے وار کرنا چاہا تو آپ نے اپنا گھوڑا اس کے برابر لا کر اس پر وار کر دیا پھر دوسری مرتبہ حملہ کر کے اس کی کمر توڑ دی پھر ایک اور سوار آپ کے قریب آیا آپ نے اس سے بھی پہلے کی طرح سلوک کیا پھر تیسرا سوار آیا آپ نے اس پر حملہ کیا جب اسے علم ہو گیا کہ اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے تو اس نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔

حضرت طلیحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے حکم دیا کہ وہ آپ کے آگے آگے چلے اس طرح

دونوں اہل اسلام کے لشکر میں آ گئے۔اہل لشکر آپ کے لئے فکر مند تھے۔آپ نے لوگوں کو حیران کر دیا۔لوگوں نے آپ کو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا اور آپ نے انہیں اپنے کام سے آگاہ کیا پھر ایک ترجمان بلایا گیا جو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوراس فارسی کے درمیان کھڑا کیا گیا۔

فارسی نے کہامیں سب سے پہلے اپنے اس ساتھی (طلیحہ) کے بارے میں تمہیں بتاتا ہوں بعد میں پچھلے حالات بتاؤں گا۔

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر آج تک میں نے جنگوں میں شرکت کی ہے اور خوب جنگیں کی ہیں اور بہادر مردوں کی شہرت سنی ہے اور ان سے مقابلہ بھی کیا ہے۔لیکن اس (طلیحہ) جیسے بہادر کے بارے میں کچھ نہیں سنا کہ ایک شخص نے دو لشکروں کو عبور کیا۔وہ (اہل ایران کے) ایسے لشکر میں داخل ہوا جس میں ستر ہزار سپاہی موجود تھے اوراس لشکر کے قریب بڑے بڑے جوانمرد جانے سے ڈرتے تھے اوراس لشکر کا ہرسپاہی پانچ دس انسانوں پر بھاری تھا۔

اس شخص (طلیحہ) نے خالی ہاتھ جا کر خالی ہاتھ آنا پسند نہ کیا بلکہ ایک شہسوار سے گھوڑا چھینا اوراس کے خیمے کی رسیاں کاٹیں اور اسے خبردار کیا پھر ہم نے اس کا پیچھا کیا اور ایک ایسے بہادر شہسوار نے اس کو آلیا جو تنہا ایک ہزار کے لئے کافی تھا۔لیکن اس نے اسے قتل کر دیا پھر اسی جیسے دوسرے کو بھی قتل کر دیا پھر میں نے اس کا تعاقب کیا اور میرا خیال ہے کہ میرے بعد میرے جیسا بہادر عساکر ایران میں نہیں لیکن اس نے مجھے گرفتار کر لیا حالانکہ میں اپنے پہلے دو سواروں کا انتقام لینے کے لئے آیا تھا کیونکہ وہ میرے چچا زاد تھے۔

پھر اس نے بتایا کہ (دونوں ایرانی) لشکروں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے پھر اس ایرانی نے اسلام قبول کر لیا اور طلیحہ کے پاس آکر کہا خدا کی قسم جب تک تمہارے اندر وفا، صدق اور اصلاح موجود ہے تم مغلوب نہیں کیے جا سکتے اوراس دن وہ (ایرانی) شدید آزمائش میں مبتلا تھا۔

اس امت کے بادشاہوں کی توبہ کا بیان

53۔ ذوالکلاع کی توبہ

علوان بن داؤد اپنی قوم کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اس آدمی کو اس کے قبیلہ نے زمانہ جاہلیت میں ایک ہدیہ دے کر ذوالکلاع کی طرف بھیجا۔ وہ آدمی کہتا ہے میں ایک سال تک اس کے دروازے پر کھڑا رہا اور اس تک نہ پہنچ سکا۔ پھر اس نے اپنے محل سے باہر جھانکا تو محل کے اردگرد رہنے والے سارے لوگ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے پھر تحفے پیش کرنے کا کہا گیا اور وہ تحفے قبول کر لئے گئے۔

(مدت بعد) زمانہ اسلام میں میں نے اسے دیکھا کہ اس نے ایک درہم کا گوشت خریدا وہ گھوڑے پر سوار تھا اور گوشت اس نے گھوڑے کے ساتھ باندھا ہوا تھا اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

ترجمہ اشعار

"ایسی دنیا پر افسوس ہے جس میں ہر روز میں ایک نئی اذیت سے دوچار ہوں۔

کبھی وہ وقت تھا جب کہا جاتا کہ سب سے زیادہ صاحب دولت و نعمت کون ہے؟ تو لوگ میری طرف اشارہ کر کے کہتے کہ یہ صاحب دولت ہے۔

پھر میری زندگی محرومی سے بدل گئی لیکن یہ محرومی (فقر و استغناء قلب) کیا ہی خوب ہے۔"

ابن درید نے ریاشی سے انہوں نے اصمعی سے روایت کیا ہے۔

حضور ﷺ نے جریر بن عبداللہ (بجلی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نامہ مبارک دے کر ذوالکلاع کی طرف بھیجا۔ سرکار ﷺ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن اس نے حد سے تجاوز کر کے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ کچھ لوگوں نے اس کو اپنا رب تسلیم بھی کر لیا۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی سے پہلے ہی رحمت عالم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ زمانہ فاروقی تک ذوالکلاع اپنے حال پر رہا پھر اس نے اسلام میں دلچسپی لی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس کے ساتھ آٹھ ہزار غلام تھے۔ آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا اور اپنے غلاموں میں سے چار ہزار غلام آزاد کر دیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فرمایا اے ذوالکلاع اپنے بقیہ (چار ہزار) غلام مجھے بیچ دو۔ ان کا ایک تہائی میں اب ادا کر دیتا ہوں۔ ایک تہائی یمن میں اور ایک تہائی شام میں ادا کر دوں گا۔ بادشاہ نے کہا مجھے ایک رات سوچنے کی مہلت دیجئے اور اپنی قیام گاہ میں آ کر سارے غلاموں کو آزاد کر دیا۔ جب آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا غلاموں کے (سودے) کے بارے میں تیری کیا رائے ہے۔

اس نے کہا میں نے ان کے معاملہ میں اللہ کو پسند کر لیا ہے اور ان کو اللہ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بخدا تو حق کی راہ تک پہنچ گیا ہے۔

ذوالکلاع نے عرض کیا امیر المومنین میں نے ایک گناہ کیا ہے جس کی معافی کی مجھے امید نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ گناہ کیا ہے اس نے کہا میں اپنی پوجا کرنے والوں سے ایک عرصہ تک چھپا رہا پھر ایک بلند مکان سے جھانک کر انہیں دیکھا تو تقریباً ایک لاکھ انسان میرے سامنے سجدے میں گر گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اخلاص کے ساتھ توبہ کرنے اور دل سے بارگاہ رب العزت میں رجوع کرنے سے بخشش والے رب کی رحمت کی امید کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ (الزمر:53)

"اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔"

54۔ ایک امیر اور ایک تاجر کی توبہ

عبداللہ بن مرداس الکبری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ انطاکیہ کے قریب میں نے ایک ٹیلے پر تین قبریں دیکھیں۔ جن میں سے ایک قبر پر یہ شعر

لکھے ہوئے تھے:

وَكَيفَ يلَذ العيشَ مَنْ هو عالِمٌ   بِانّ الله الخلقِ لا بُدّ سائلهٗ
فياخذ منه ظلمهٗ لعبادهٖ   ويجزِيه بالخير الذى هو فاعلهٗ

"وہ شخص حیات مستعار سے کیسے لطف اندوز ہو سکتا ہے جو اس بات سے واقف ہے کہ خالق کائنات ضرور اس سے سوال کرے گا۔

رب ذوالجلال اپنے بندوں پر ڈھائے گئے مظالم کا بدلہ اس سے لے گا اور اس کی نیکیوں کا بہترین بدلہ بھی اسے عطا کرے گا۔"

دوسری قبر پر لکھا تھا:

وَكَيفَ يَلَذُّ العَيشَ مَنْ كَانَ مُوْقِناً   بِاَنَّ المَنَايَا بَغْتَةً سَتُعَاجِلُهٗ
فَتَسلُبُهٗ مُلكاً عظيماً ونخوةً   وتُسكِنُه البيتَ الّذى هُوَ آهلهٗ

"وہ شخص لطفِ زیست کیونکر پا سکتا ہے جسے یقین ہے کہ اسے اچانک موت آ سکتی ہے اور موت اس سے اس کی حکومت اور غرور چھین لے گی اور اسے (قبر میں) وہ ٹھکانہ دیا جائے گا جس کا وہ اہل ہوگا۔"

اور تیسری قبر پر لکھا تھا:

وَكَيفَ يَلَذُّ العَيشَ مَنْ كَانَ صائراً   الى جدثٍ يَبلى الشبابَ منازلهٗ
ويذهب رسم الوجه من بعد   سريعاً ويبلى جسمه ومفاصلهٗ

"وہ شخص زندگی سے کیسے لذت پا سکتا ہے۔ جو ایسی قبر کی طرف جانے والا ہے جو شباب کو بوسیدہ کر دینے والی ہے۔ وہ (قبر) ایسی جگہ ہے جو چہرے کے محفوظ نقش ونگار کو جلد ضائع کر دینے والی ہے۔ نیز جسم اور جوڑوں کو بوسیدہ کر دینے والی ہے۔"

تینوں قبریں کوہانی شکل میں ایک ہی طرز کی بنی ہوئی تھیں۔ میں ایک بزرگ کے پاس گیا اور کہا میں نے تمہارے گاؤں میں ایک حیران کن چیز دیکھی ہے۔ شیخ نے کہا تم نے کیا

دیکھا ہے؟ میں نے تینوں قبروں کا قصہ اسے سنایا تو اس نے کہا قبروں والوں کے حالات اس سے بھی زیادہ عجیب ہیں۔ میں نے کہا مجھے ان کے حالات سے آگاہ کیجئے۔

شیخ نے کہا یہ تینوں بھائی تھے۔ ایک بھائی بادشاہ کا مصاحب تھا۔ شہروں کا منتظم اور فوج کا امیر۔ دوسرا بھائی ایک خوشحال تاجر تھا اپنے حلقہ احباب میں اس کا حکم مانا جاتا تھا۔

تیسرا بھائی زاہد تھا جو عبادت کے لئے تنہا خلوت گزین رہتا تھا۔ ان کے زاہد بھائی کی موت کا وقت آ گیا۔ اس کے دونوں بھائی اس کے پاس آ گئے۔ بادشاہ کا مصاحب جس کو عبدالملک بن مروان جیسے ظالم حکمران نے ان شہروں پر والی بنایا تھا (اور دوسرا تاجر) دونوں نے کہا اے ہمارے بھائی ہمیں کوئی وصیت کر۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی مال نہیں کہ جس کی میں وصیت کروں اور نہ ہی میرا کسی پر قرض ہے کہ اس کے وصول کرنے کا کہوں اور نہ ہی کچھ پیچھے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

مصاحب نے کہا میرے بھائی میرا سارا مال تیرے سامنے ہے اپنی من پسند وصیت کر اور اپنی مرضی کے مطابق اس میں حکم نافذ کر اور جو چاہتا ہے عہد لے لے۔

زاہد یہ بات سن کر خاموش رہا پھر اس کا تاجر بھائی بولا۔ برادر من، تو میرے روزگار اور کثرت مال سے واقف ہے۔ شاید تیرے دل میں اللہ کی راہ میں خرچ کر کے نیکی کرنے کے حوالے سے کوئی حسرت ہو۔ میرا مال حاضر ہے حکم دے تیرا بھائی تیرے حکم کی تعمیل کرے گا۔

اس نے دونوں کی طرف دیکھا اور کہا مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں لیکن میں تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں جس کی خلاف ورزی نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہو کیا عہد ہے۔

اس نے کہا جب میں مر جاؤں مجھے غسل اور کفن دے کر کسی ٹیلے پر دفن کر کے میری قبر پر یہ شعر لکھ دینا۔

(شعر مع ترجمہ گزر چکے ہیں، مترجم)

جب تم ایسا کر دو تو ہر روز میری قبر پر آنا شاید اس سے تمہیں کچھ نصیحت حاصل ہو۔

جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بھائیوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کا بڑا بھائی اپنے لشکر سمیت

اس کے مزار پر آتا، کچھ پڑھتا اور روتا رہتا۔ تیسرے دن وہ حسب معمول آیا اور پہلے کی طرح روتا رہا اور جب اس نے واپسی کا ارادہ کیا تو قبر سے ایک سخت آواز سنائی دی۔ قریب تھا کہ اس آواز سے اس کا دل پھٹ جاتا۔ وہ گھبرایا ہوا واپس لوٹ آیا۔ اسی شب اس نے خواب میں اپنے بھائی کو دیکھا تو کہا میرے بھائی تیری قبر سے آنے والی آواز کس چیز کی آواز تھی؟ اس نے کہا وہ ایک فولادی کوڑے کی آواز تھی اس وقت مجھ سے کہا جا رہا تھا کہ تم نے مظلوم (پر ظلم ہوتے دیکھ کر اس) کی مدد کیوں نہ کی؟

امیر جنود صبح اٹھا تو اس پر اداسی غالب تھی۔ اس نے اپنے تاجر بھائی اور دوسرے احباب سے کہا میرا خیال ہے میرے مرحوم بھائی نے وصیت کر کے اپنی قبر پر جو اشعار لکھوائے تھے وہ میرے لئے ہی تھے۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تمہاری بزم سے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہوں۔

اس نے عبدالملک بن مروان کو اپنا استعفیٰ لکھ دیا جو اس نے قبول کر لیا۔ وہ پہاڑوں اور میدانوں میں پناہ گزیں ہو گیا اور اسی پہاڑ میں چرواہوں کے ساتھ تھا کہ اس کی موت کا وقت آ گیا۔

یہ خبر اس کے بھائی تک پہنچی وہ بھی آ گیا اور کہا میرے بھائی تو مجھے وصیت نہیں کرے گا؟ اس نے کہا میرے پاس کیا ہے؟ جس کی وصیت کروں لیکن ایک وعدہ تم سے لیتا ہوں۔ جب میں مر جاؤں تو میری قبر میرے بھائی کی قبر کے ساتھ بنانا اور مجھے میری قبر میں اتار کر لوح مزار پر یہ شعر لکھ دینا۔ (شعر پیچھے گزر چکے ہیں) پھر تین دن تک میری قبر پر آتے رہنا شاید اللہ مجھ پر رحم کرے۔

راوی کا بیان ہے جب وہ مر گیا تو اس کے بھائی نے اس کی وصیت پوری کی جب آتے ہوئے اسے تین دن گزر گئے۔ تیسرے دن آیا اپنے بھائی کے لئے دعا کی اور رو پڑا۔ جب واپس آنے لگا تو قبر سے یکبارگی کسی بھاری چیز کے گرنے کی خوفناک آواز سنی قریب تھا کہ اس کی عقل زائل ہو جاتی۔ وہ اسی اضطراب کی حالت میں واپس آ گیا۔

رات آئی تو خواب میں اس کا بھائی بھی اس کے پاس آ گیا۔ جونہی اس نے اپنے بھائی کو دیکھا وہ فرط مسرت سے اچھل پڑا اور کہا میرے بھائی کیا تم ہمیں ملنے کے لئے آئے ہو۔ اس نے کہا اب ملنا کیسا؟ اب تو میں اپنے آخری گھر میں بڑا پرسکون ہوں میں نے پوچھا تمہارا حال کیا ہے وہ کہنے لگا میرا حال بہت اچھا ہے توبہ بھی کتنی اچھی ہے جو تمام اعمال صالحہ کی جامع ہے۔

پھر اس نے پوچھا ہمارے ''زاہد'' بھائی کا کیا حال ہے اس نے جواب دیا وہ تو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ ہے۔

پھر میں نے پوچھا میرے لئے کیا حکم ہے؟ اس نے جواب دیا دنیا و آخرت کی جو نیکی بھی آگے بھیجی جائے وہ ضرور مل جاتی ہے تم اپنی غربت سے پہلے دولت کو غنیمت سمجھو۔ اس تیسرے بھائی نے اگلی صبح دنیا سے کنارا کر لیا۔ اپنا گھر اور اپنا مال راہ خدا میں تقسیم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اس کا ایک خوبرو اور شکیل بیٹا تھا جس نے تجارت شروع کر دی۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو بیٹے نے عرض کیا پدر من آپ مجھے وصیت نہیں کریں گے؟ اس نے کہا، قسم بخدا تیرے باپ کے پاس کچھ بھی نہیں جس کی وصیت کرے۔ فقط اتنا عہد ضرور کرو جب میں مر جاؤں تو مجھے اپنے چچاؤں کے ساتھ دفن کرنا اور میری قبر پر شعر لکھ دینا۔ (شعر پہلے گزر چکے ہیں) ایسا کرنے کے بعد وعدہ کرو کہ تین دن تک میری قبر پر آ کر دعا کیا کرو گے۔

نوجوان نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کیا جب تیسرے دن وہ قبر پر گیا تو قبر سے ایک ایسی خوفناک آواز سنی جس سے اس کا انگ انگ لرز گیا اور رنگت بدل گئی۔ وہ اپنے گھر آیا بخار سے اس کا جسم جل رہا تھا۔

رات آئی تو خواب میں اپنے باپ سے ملاقات ہوئی۔ باپ نے کہا، جان پدر۔ تھوڑی مدت بعد تم ہم سے ملنے والے ہو۔ کام اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ موت تمہارے بہت قریب آ چکی ہے۔ اپنے سفر کے لئے تیار ہو جا۔ کوچ کا سامان کر۔

عارضی رہائش گاہ سے ابدی منزل کی طرف اسباب روانہ کر دو۔ ٹال مٹول کرنے والے پہلے لوگوں کی طرح (دنیا کے) دھوکے میں نہ آ جانا۔ لمبی امیدوں نے انہیں دارِ جزاء کے لئے تیاری سے غافل کر دیا۔

موت آئی تو انہوں نے بہت افسوس کیا اور زندگی ضائع کرنے پر وہ بہت پشیمان ہوئے۔ وقتِ آخر کف افسوس ملنے سے انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا اور خود فریب لوگوں کو کوتاہ عملی پر شرمندگی قیامت کے دن ان کے رب کی بارگاہ میں کچھ نفع نہ دے گی۔

اے میرے بچے، جلدی کر، جلدی کر، جلدی کر۔

عبیداللہ بن صدقہ کہتے ہیں جس بوڑھے نے مجھے یہ واقعہ بتایا۔ اس کا بیان ہے کہ اس خواب سے اگلی صبح اس نوجوان نے گزشتہ شب کا خواب ہمیں بتایا اور کہا میرا خیال ہے کہ معاملہ اسی طرح ہے جس طرح میرے باپ نے کہا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ موت مجھ پر چھا گئی ہے۔ صبح اس نے اپنا مال تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جو قرض تھا وہ ادا کیا اور حصہ داروں سے معاملہ صاف کیا۔ انہیں سلام کیا۔ ان سے الوداع ہوا اس طرح جس طرح کہ کسی شخص کو یقینی طور پر کسی کام سے ڈرایا جاتا ہے۔ وہ کہتا میرے باپ نے کہا ہے جلدی کرو۔ جلدی کرو، جلدی کرو۔ تین بار اس نے کہا ہے یا تو اس سے تین ساعتیں مراد ہیں لیکن وہ گزر چکی ہیں، یا تین دن مراد ہیں اور وہ میرے لئے کہاں یا تین مہینے مراد ہیں لیکن میرا خیال ہے میں تین مہینے زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ یا تین سال مراد ہیں لیکن یہ پہلے سے بھی زیادہ مدت ہے اور میں نہیں جانتا کہ تین سال زندہ رہوں۔

تین دن وہ صدقہ و خیرات اور مال تقسیم کرتا رہا یہاں تک جب تیسرا دن آیا اس نے اپنے گھر والوں کو بلایا انہیں الوداع کہا اور انہیں آخری سلام کہا پھر قبلہ کی طرف منہ کیا اپنے سانس کو کھینچا، آنکھیں بند کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور جان اپنے مالک کو پیش کر دی۔ مدت تک لوگ اس کی قبر پر دور دراز سے آ کر حاضری دیتے رہے اور اس کے لئے دعا کرتے رہے۔

55۔ بصرہ کے ایک بادشاہ کی توبہ

سلیمان بن ایوب کہتے ہیں میں نے عباد بن عباد المہلبی کو یہ کہتے سنا۔

بصرہ کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے بارگاہ الٰہی میں اپنی عبادت کا ہدیہ پیش کیا مگر پھر دنیا اور ظاہری شان وشوکت کی طرف مائل ہو گیا۔ اس نے ایک بلند وبالا محل بنوایا۔ اس میں گرانقدر فرش بنوایا اور اسے اچھی طرح مزین کر کے ایک پر تکلف دعوت (طعام) کا اہتمام کیا۔ لوگ آتے کھانا کھاتے مشروبات سے لطف اٹھاتے، خوبصورت عمارت کی تعریف کرتے اور بادشاہ کے لئے دعا کرتے ہوئے رخصت ہو جاتے۔ کچھ یونہی یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک وہ تمام لوگوں کی طرف سے فارغ ہو گیا۔

پھر ایک دن وہ اپنے خاص احباب کے پاس بیٹھا اور کہا، اس محل کی وجہ سے میں کتنا خوش ہوں تم نے دیکھ لیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹوں میں سے ہر ایک کے لئے ایسا ہی محل تیار کراؤں۔

تم کچھ عرصہ میرے پاس رہو تا کہ میں تمہاری گفتگو سے فائدہ اٹھاؤں اور اپنی اولاد کے لئے تعمیرات میں تم سے مشورہ کروں۔ عیش وسرور کے ماحول میں وہ اس کے پاس کئی دن رہے اور وہ ان سے تعمیری مشورے لیتا رہا۔

ایک دن وہ یونہی لذت لہو ولعب میں مگن تھے کہ مکان کے انتہائی گوشے سے یہ آواز اس کے کانوں میں پڑی:

یَاَیُّھا البَانِیُ (و) اَلنَّاسِیُ مَنِیَّتَہٗ
لا تَاْمُلَنَّ فَاِنَّ الموت مکتوبُ

"اے موت کو بھلا کر محل بنانے والے۔ آرزؤں کو طویل نہ کر کیونکہ موت امر واقعہ ہے۔"

علی الخلائق اِن سُرُّوْا واِنْ فرحوا
فالموت حتفٌ لذی الآمال منصوب

لاتبنیَن دِیاراً لستَ تَسکُنُھا

وارجع اِلنسک کیما یغفرَ الحَوبُ

"تمام مخلوقات کو موت ضرور آئے گی اگرچہ وہ خوش وخرم ہیں اور (لمبی) امیدوں والوں کے لئے موت ایک لازمی امر ہے۔

ان گھروں کی تعمیر (میں وقت ضائع) نہ کر جن میں رہنا تجھے نصیب نہ ہو سکے۔ (پہلے کی طرح اپنے رب کی) عبادت کی طرف لوٹ آتا کہ گناہ معاف کیا جائے۔"

یہ آواز سن کر شاہ اور اس کے حواری ہوش وحواس کھو بیٹھے اور ان پر رعب طاری ہو گیا۔ بادشاہ نے دوستوں سے پوچھا جو کچھ میں نے سنا ہے کیا تمہارے کان سے بھی گزرا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ہاں ہم نے بھی ایسا ہی سنا ہے۔ بادشاہ نے کہا جو کچھ میں محسوس کر رہا ہوں کیا تم بھی ایسا ہی محسوس کر رہے ہو؟

انہوں نے کہا تم کیا محسوس کر رہے ہو؟ بادشاہ نے کہا یوں لگتا ہے کوئی چیز میرے دل کے ساتھ چمٹ گئی ہے میرا خیال ہے کہ یہ موت کی نشانی ہے۔ دوستوں نے کہا ایسا نہیں بلکہ بقا اور عافیت کی نشانی کہو۔

بادشاہ رو پڑا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تم میرے دوست اور بھائی ہو میں تم سے کس چیز کی توقع رکھ سکتا ہوں؟ احباب نے کہا آپ جو چاہیں حکم دیں۔ بادشاہ نے کہا شراب بہا دی جائے۔ آلات لہو ولعب توڑ دیئے جائیں۔

پھر اس نے کہا اے میرے اللہ میں تجھے بھی اور حاضرین کو گواہ بنا کر اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ فرصت کی گھڑیوں میں تیری حدود سے تجاوز کرنے پر شرمندہ ہوں اور تیری بارگاہ میں سوال ہے کہ مہلت کی گھڑیوں میں اپنی بارگاہ میں حاضری عطا کر کے اپنی نعمتوں کی تکمیل کا شرف عطا فرما۔

اور اگر مہلت ختم کر کے مجھے اپنی طرف بلائے تو اپنے خصوصی فضل سے میرے گناہ معاف فرما دے۔ بادشاہ کا درد حد سے بڑھ گیا اور اس کی زبان پر الموت واللہ الموت

واللہ جاری ہو گیا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کی موت توبہ پر ہوئی ہے۔

56۔شاہ بصرہ اور اس کی باندی کی توبہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔آپ فرماتے ہیں:

میں ایک دن بصرہ کی گلیوں میں سے گزر رہا تھا۔کیا دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی خدمت گاروں کے جھرمٹ میں سوار ہو کر گزر رہی تھی۔جب مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دیکھا تو فرمایا،اے لونڈی کیا تیرا آقا تمہیں فروخت کرنا چاہتا ہے؟

کنیز نے کہا،شیخ صاحب کیا کہا آپ نے؟

آپ نے فرمایا،کیا تیرا مالک تمہیں بیچنا چاہتا ہے؟

اس نے کہا اگر بیچنا بھی چاہے تو تم مجھے خرید سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں تم سے اچھی کنیزیں (بھی خرید سکتا ہوں) وہ ہنس پڑی اور نوکروں سے کہا مجھے محل کی طرف لے چلو۔

جب وہ اپنے آقا کے پاس پہنچی تو ساری بات سے اسے آگاہ کیا۔آقا بھی ہنس پڑا اور کہا اس (بوڑھے) کو حاضر کیا جائے۔آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔آقا کے دل پر آپ کی ہیبت بیٹھ گئی۔اس نے پوچھا ما حاجتک۔"تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے۔" آپ نے فرمایا یہ کنیز مجھے بیچ دو۔بادشاہ نے پوچھا تم اس کی قیمت ادا کر سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا میرے نزدیک اس کی قیمت کھجور کی دو جلی ہوئی گٹھلیوں سے زیادہ نہیں۔

سارے لوگ یہ بات سن کر ہنس پڑے اور کہا تیرے نزدیک اس کی اتنی قیمت کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے بے حساب عیوب کی وجہ سے؟ انہوں نے پوچھا اس میں کونسے عیوب ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر یہ خوشبو نہ لگائے تو اس کے جسم سے بدبو آنے لگے۔ اگر مسواک نہ کرے تو اس کے منہ سے بدبو آنے لگے۔اگر کنگھی نہ کرے اور تیل نہ لگائے تو اس کو جوئیں پڑ جائیں اور گیسو الجھ جائیں۔اگر تھوڑی سی عمر گزر جائے تو شباب ڈھل جائے۔ حیض، پیشاب اور مختلف نجاستوں کا مجموعہ، یہ تیرے ساتھ محبت کرتی ہے مگر اپنے

مطلب کے لئے اور تیرے ساتھ الفت اس کی اپنی خواہش کی وجہ سے ہے۔ تجھ سے وفادار نہیں، تیری محبت میں مخلص نہیں، تیرے بعد جو بھی اس کا وارث بنے گا، اسے بھی تیری طرح ہی چاہے گی۔

میں اس کی بتائی ہوئی قیمت سے کم قیمت پر بھی اس سے اچھی کنیز خرید سکتا ہوں۔ کافور کے بدن والی، کڑوا پانی جس کے تھوک سے شیریں ہو جائے۔ اگر مردے سے گفتگو کرے تو وہ بھی بول اٹھے۔ اگر کلائی سے پردہ ہٹائے تو سورج چھپ جائے۔ اگر رات کو باہر نکلے تو کائنات میں نور پھیل جائے اگر اپنے زیور اور لباس پہن کر آفاق میں ظاہر ہو تو کائنات کی زینت بڑھ جائے۔ زعفران اور کستوری کے باغوں میں پروان چڑھی ہوئی۔ نعمت کی پردہ گاہوں میں ستر پوش رہنے والی، شراب تسنیم سے پلی ہوئی۔ جو تیرے ساتھ عہد شکنی نہ کرے، جو تیری محبت تبدیل نہ کرے، تو ہی بتا کس کی قیمت زیادہ ہونی چاہئے۔ بادشاہ نے کہا جس کی تو نے تعریف کی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ اسی قیمت پر مل سکتی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا اللہ آپ پر رحم کرے اس کی قیمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بہت معمولی۔ رات گوشہ تنہائی میں اخلاص کے ساتھ اپنے رب کے لئے دو رکعت نماز نفل۔ جب کھانا تیرے سامنے رکھا جائے تو کسی بھوکے کو بلا کر رضا رب العزت کے لئے اپنی خواہش قربان کر دے۔ راستے سے پتھر اور گندگی دور کر دے۔ (اس کی قیمت یہ ہے کہ) تو اپنی زندگی قوت لا یموت پر گزار دے اور غفلت گاہ دنیا سے اپنی توجہ ہٹا لے۔ نیز دنیا میں قانع اور صابر کی طرح رہے اس کے بعد کل قیامت کے دن امن کے ساتھ تجھے باعزت ٹھکانہ عطا کیا جائے گا اور جنت میں ہمیشہ کے لئے تجھے گھر مہیا کیا جائے گا۔

اس آدمی نے کہا، اے لڑکی شیخ کی باتیں سنی ہیں؟ اس نے کہا ہاں سنی ہیں۔ مرد نے پوچھا کیا شیخ نے سچ کہا ہے یا جھوٹ۔ وہ بولی، شیخ نے سچ فرمایا ہے خوب بات کہی ہے اور اچھی نصیحت کی ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر تم اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہو اور فلاں فلاں جاگیر بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔

پھر خادموں سے کہا تم بھی آزاد ہو اور فلاں فلاں جاگیر بھی تمہارے لئے صدقہ ہے۔ میرا یہ گھر اور میرا سارا مال فی سبیل اللہ صدقہ ہے پھر دروازے پر لٹکے ہوئے کھردرے پردے کو کھینچ کر جسم ڈھانپ لیا اور نرم لباس دور پھینک دیا۔

کنیز نے کہا میرے آقا تیرے بغیر زندگی کا لطف کیا۔ اس نے بھی قیمتی لباس اتار دیا اور موٹے کپڑے پہن کر اپنے آقا کے ساتھ نکل گئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں الوداع کیا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ ایک راستے پر آپ چلے اور دوسری گلی میں وہ دونوں نکل گئے۔ دونوں تادم آخر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے اور اسی حال میں اپنے خالق سے جا ملے، رحمۃ اللہ علیہا۔

57۔ اُم البنین بنت عبد العزیز بن مروان کی توبہ(1)

ہیثم بن عدی، مروان بن محمد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کثیر کی بیوی عزۃ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن اُم البنین بنت عبد العزیز بن مروان کے پاس حاضر ہوئی۔ ام البنین نے کہا، اے عزۃ کثیر کے اس شعر کا کیا معنی ہے:

قضٰی کلُّ ذی دینٍ علمتُ غریمه
وعزّة ممطولٌ معنًّی غریمها

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہر مقروض نے اپنے قرض خواہ کو قرض ادا کر دیا ہے۔ لیکن عزۃ اپنے قرض خواہ سے جان بوجھ کر ٹال مٹول کر رہی ہے۔"

1۔ ام البنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں۔ ولید بن عبد الملک کی بیوی ہیں۔ آپ کا شمار اپنے زمانے کی فصیح و بلیغ خواتین میں ہوتا ہے۔ سخاوت اور فیاضی میں بے مثال تھیں۔ بخل سے حد درجہ نفرت تھی۔ فرماتی ہیں:

افٍ للبخل لو کان قمیصًا ما لبستهٗ
ولو کان طریقًا ما سلکتهٗ

"وائے اے کنجوسی، اگر یہ لباس ہوتا تو میں نہ پہنتی اور اگر راستہ ہوتا تو کبھی بھی اس راستے پر نہ چلتی۔"

اُم البنین نے کہا اس شعر میں قرض سے کیا مراد ہے؟ عزۃ نے کہا برائے مہربانی مجھے معاف رکھئے۔ ام البنین نے کہا تمہارے لئے اس قرض کی وضاحت کرنا لازمی ہے۔

عزۃ نے کہا میں نے کثیر کے ساتھ ''ایک وعدہ'' کیا تھا۔ جب وہ میرے پاس ایفاء عہد کے لئے آیا تو میں نے گناہ سے بچنے کے لئے وعدہ پورا نہ کیا۔ اُم البنین نے کہا تم اس کے ساتھ کیا ہوا وعدہ کرو اور یہ گناہ میرے ذمے آیا پھر اُم البنین نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی رہی۔ اس قول کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے پھر بھی جب یہ بات یاد آجاتی تو اتنا روتی کہ آنسوؤں سے آنچل بھیگ جاتا اور اپنے آپ سے کہتی، کاش اس وقت میری زبان گونگی ہو جاتی جب میں نے یہ بات کہی تھی۔ اس گناہ کے خوف کی وجہ سے اتنی عبادت کی کہ اپنے زمانے کی عبادت گزار خواتین میں شمار ہونے لگی۔

بستر شاہی کو خیر باد کہہ کر رات جاگتے گزار دیتی۔ ہر جمعہ کو گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں (مجاہدین کی خدمت کے لئے) جاتی۔ آپ اپنے زمانے کی عبادت گزار خواتین کو اپنے گھر جمع کرتیں ان سے گفتگو کرتیں اور فرماتیں میں تمہاری باتوں کو پسند کرتی ہوں لیکن جب نماز کی طرف آتی ہوں تو تمہاری باتیں بھول جاتی ہیں۔

آپ فرماتیں:

اَلْبَخِیْلُ کُلُّ الْبَخِیلِ مَنْ بَخِلَ عَلٰی نَفْسِہٖ بِالْجَنَّۃ۔

''سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو جنت کے حصول سے محروم رہ جائے۔''

یہ بھی آپ کا ہی قول ہے۔ ہر انسان کو کسی چیز کا شوق ہوتا ہے میرے دل میں سخاوت کا شوق پیدا کر دیا گیا ہے۔ خدا کی قسم اللہ کی راہ میں عطا کرنا، صلہ رحمی کرنا اور اللہ کی رضا کے لئے تعلق قائم کرنا میرے نزدیک سخت بھوک میں پاکیزہ کھانے اور سخت پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیا نیکی کے بغیر بھلائی حاصل کی جا سکتی ہے؟

آپ مرتے دم تک بھلائی اور نیکی کی راہ پر گامزن رہیں، رحمہا اللہ تعالیٰ۔

58۔ ہشام بن عبدالملک کی توبہ

محمد بن عبدالرحمٰن ہاشمی اپنے باپ سے اور وہ سلیمان بن خالد سے روایت کرتے ہیں۔

ہشام بن عبدالملک کے سامنے کوفہ کی ایک بڑھیا کے ہاں ایک لے پالک لڑکی کا ذکر ہوا جو حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھی۔ کلام الٰہی کی قاری، اشعارِ عرب کی راوی، عقل اور علم وادب کے زیور سے آراستہ۔

ہشام نے ڈاک کے ذریعے والی کوفہ کو پیغام بھیجا کہ وہ لڑکی اس کی مالکہ کی رضامندی سے ہشام کے لئے خرید لی جائے۔ اس مقصد کے لئے ایک خادم روانہ کیا اور جلدی کی تاکید کی۔

پیغام ملنے پر والی کوفہ نے بڑھیا سے وہ لڑکی دو لاکھ درہم اور ایک باغ پانچ سو مثقال سالانہ پیداوار دینے والا بطور قیمت دے کر وہ لڑکی خرید لی۔ پھر دوشیزہ کو تیار کر کے ہشام کی طرف بھیج دیا۔ ہشام نے اسے ایک خالی کمرہ مہیا کیا جس کو بہترین فرش سے مزین کیا گیا تھا۔ اس کی خدمت کے لئے لونڈیاں حاضر رہتیں۔ زرق برق لباس، عمدہ زیورات اسے پیش کیے گئے۔

ایک دن ہشام اس کے ساتھ ایک مخصوص بالکونی میں خلوت گزیں ہوا۔ معطر ماحول میں شیریں انداز میں تبادلہ گفتار ہوا۔ بادشاہ بہت مسرور ہوا اور خوشیاں اس پر اُمڈ پڑیں۔

یکا یک کہیں سے چلانے کی آواز آئی۔ ہشام نے جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ لوگوں کا ہجوم ہے اور ان کے آگے ایک جنازہ ہے۔

جنازے کے پیچھے خواتین نوحہ کناں ہیں۔ ان میں سے ایک رونے والی کہہ رہی تھی لکڑیوں پر اٹھائے جانے والے پر میں قربان جسے مردوں کے دیس بھیجا جا رہا ہے جسے تنہا قبر میں رکھ دیا جائے گا جو لحد میں اجنبی کی طرح اقامت پذیر رہے گا۔

اے جانے والے! کیا تو ان میں سے ہے جن کا جنازہ اٹھانے والوں کو (مرنے والا) کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو یا ان میں سے ہے جن کا جنازہ اٹھانے والوں کو (مردہ) کہتا

ہے مجھے کہاں لئے جا رہے ہو، مجھے واپس لے چلو۔

ہشام کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور لذت عیش بھول کر کہنے لگا، کفٰی بالموت واعظاً ''موت کی نصیحت ہی کافی ہے۔''

(ہشام کی منظورِ نظر) غضیض نے کہا اس نوحہ کرنے والی نے تو میرے دل کی رگیں کاٹ دی ہیں۔ ہشام نے کہا معاملہ بہت سنجیدہ ہے۔ اس نے خادم کو بلایا اور بالکونی سے اتر کر چلا گیا۔ غضیض اس جگہ سو گئی تو خواب میں ایک آنے والا آیا اور کہا تو اپنے حسن کی فریب خوردہ اور اپنے نخروں سے غافل کر دینے والی ہے۔

اس وقت تیرا کیا بنے گا جب صور پھونکا جائے گا اور قبریں کھول دی جائیں گی۔ بارگاہ رب ذوالجلال میں کھڑے ہونے کے لئے مردے نکل آئیں گے اور انہیں اعمال گزشتہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وہ ڈری ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پانی پیا پھر ایک خادمہ کو بلا کر پانی منگوایا اور غسل کر کے کھردری اونی چادر اوڑھی اور اسے درمیان سے دھاگے کے ساتھ باندھ لیا، قیمتی لباس اتار دیا۔ ہاتھ میں عصا اور گلے میں زادِ راہ والا برتن باندھ لیا اور ہشام کی مجلس میں آ گئی۔ ہشام اسے پہچان نہ سکا۔ اس نے کہا میں تیری لونڈی غضیض ہوں۔ ایک ڈرانے والا میرے پاس آیا ہے اور اس کی وعید نے میرے حواس کو جھنجوڑ دیا ہے تم مجھ سے فائدہ اٹھا چکے ہو۔ اب مجھے دنیا کی غلامی سے آزاد کر دو۔

ہشام نے کہا دونوں (جہانوں کی) لذتیں جدا جدا ہیں اور تم اپنی فکر میں ہو۔ جاؤ میں نے تمہیں لوجہ اللہ آزاد کیا پھر ہشام نے پوچھا کس جگہ جانے کا ارادہ ہے۔ لڑکی نے کہا بیت اللہ شریف جانے کا ارادہ ہے۔ بادشاہ نے کہا جاؤ کوئی تم پر اعتراض کرنے والا نہیں۔ وہ دارالخلافہ سے یوں نکلی کہ وہ دنیا سے بیزار اور آخرت (کی فکر سے) سرشار تھی۔ سیدھی مکہ پہنچی اور بیت اللہ کے قرب میں رہ کر دن کو روزہ رکھتی اور رات قیام میں گزارتی۔ قوت لایموت کے لئے سوت کات کر گزارہ کرتی۔ شام کے وقت طواف کرتی پھر حطیم میں جا کر

کہتی:

"اے میری تمناؤں کے مرکز (میرے اللہ) تو ہی میرا ساز وسامان ہے۔ مجھے مایوس نہ لوٹانا میری آرزو پوری فرما دے۔ میری آخرت کو بہتر بنا دے اور مجھے اپنی جناب سے وافر (اجر) عطا فرما۔"

وہ اسی طرح مجاہدہ نفس میں مشغول رہی، یہاں تک کہ گردش لیل ونہار نے اس کی جلد کا رنگ بدل دیا۔ کثرت قیام نے اس کا جسم لاغر کر دیا اور کثرت آہ وگریہ نے اس کی آنکھوں کی چمک چھین لی (سوت کاتنے والے چرخے کے) تکلے نے اس کی انگلیاں زخمی کر دیں، اسی حال میں اپنے رب سے جا ملی، رحمۃ اللہ علیہا۔

59۔حمید بن جابر کی توبہ

جعفر بن محمد بن نصیر کہتے ہیں مجھے ابراہیم بن بسار نے بتایا کہ میں ایک دن ابراہیم بن ادہم کے ساتھ صحرا میں جا رہا تھا کہ آپ ایک کوہانی شکل کی قبر پر آئے۔ آپ کا دل بھر آیا اور آنسو بہہ پڑے۔ میں نے پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ آپ نے فرمایا یہ حمید بن جابر کی قبر ہے جوان (قریبی) شہروں کا بادشاہ تھا۔ یہ بادشاہ حب دنیا کے سمندر میں ڈوب چکا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے وہاں سے نکال کر رہائی عطا کی۔

(حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) مجھے خبر پہنچی ہے کہ یہ بادشاہ ایک دن اپنے دنیوی جاہ وجلال اور عیش وسرور سے فریب کھا کر خوش ہوا پھر اسی مقام پر اپنے اہل میں سے پسندیدہ ہستی کے ساتھ سو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کے سرہانے ایک شخص کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اس نے کتاب اس کے ہاتھ سے پکڑی کھول کر دیکھا تو اس میں آب زر سے یہ سطور رقم تھیں:

لَا تُؤْثِرَنَّ فَانِیاً عَلٰی بَاقٍ وَلَاتَغْتَرَنَّ بِمُلْکِکَ وَقُدْرَتِکَ وَسُلْطَانِکَ وَخَدَمِکَ وَعَبِیْدِکَ وَلَذَّاتِکَ وَشَهَوَاتِکَ، فَاِنَّ الَّذِیْ اَنْتَ فِیْهِ جَسِیْمٌ لَوْلَا اِنَّهٗ عَدِیْمٌ

وَهُوَ مُلْکٌ لَوْلَا اَنَّ بَعْدَہٗ هُلْکٌ۔ وَهُوَ فَرَحٌ وَسُرُوْرٌ لَوْلَا اِنَّهٗ لَهْوٌ وَغُرُوْرٌ۔ وَهُوَ یَوْمٌ لَوْ کَانَ یُوْثَقُ لَهٗ لِغَدٍ۔ فَسَارِعْ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ (آل عمران:133)

''فنا ہو جانے والے کو باقی رہنے والے پر ترجیح نہ دو۔ اپنے ملک، اپنی طاقت، اپنے اختیار، (دست بستہ) خدام (ہمہ وقت آمادۂ خدمت) غلاموں اور لذات وشہوات کی وجہ سے دھوکہ مت کھاؤ کیونکہ جو کچھ تیرے پاس اب ہے اگرچہ مضبوط ہے لیکن ختم ہو جانے والا ہے۔ اگرچہ یہ ملک ہے لیکن تیرے ہاتھ سے نکل جانے والا ہے۔ اگر اس میں غفلت اور فریب نہ ہوتو پھر (باعث) فرحت وسرور ہے۔ اگر اس کا مستقبل قید میں نہ ڈالے تو (پھر) یہ حال بڑا شاندار ہے۔ پس تو اللہ کے حکم کی طرف جلدی کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور دوڑو بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور (دوڑو) جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو تیار کی گئی ہے پرہیز گاروں کے لئے۔''

بادشاہ گھبرایا ہوا اٹھ بیٹھا اور کہا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے تنبیہ اور نصیحت ہے پھر چپکے سے اپنے ملک سے نکل آیا اس پہاڑ میں آ گیا اور اپنے رب کی عبادت کرنے لگا۔

راوی کا بیان ہے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب مجھے اس کے قصے کا علم ہوا تو میں نے اس کی طرف جانے کا قصد کیا پھر میں نے اس سے سوال کیا تو اس نے اپنے ان حالات سے مجھے آگاہ کیا پھر میں نے بھی اپنے ابتدائی حالات اسے بتائے اور میں اس کے مرنے اور اس قبر میں دفن ہونے تک اس کے پاس آتا رہا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

60۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

محمد بن اسحاق السراج کہتے ہیں میں نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے خادم ابراہیم بن بشار سے سنا۔

وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ اے ابواسحاق (آپ کی کنیت تھی) آپ کے ابتدائی حالات کیا تھے؟

آپ نے فرمایا میرے باپ کا اصل وطن بلخ تھا اور وہ خراسان کے بادشاہوں میں سے تھے۔ ہمیں شروع سے ہی شکار سے محبت تھی۔ میں شکار کے لئے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا میرا کتا بھی میرے ہمراہ تھا۔ میں جا رہا تھا کہ کوئی خرگوش یا لومڑی نکل کر بھاگی۔ میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی ہی تھی کہ اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی:

لَيْسَ لِهٰذَا خُلِقْتَ وَلَا لِهٰذَا اُمِرْتَ۔

"تم اس (شکار) کے لئے نہ پیدا کئے گئے ہو اور نہ ہی تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔"

میں رک گیا، اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا۔ میں نے کہا شیطان پر اللہ کی لعنت، میں نے دوبارہ گھوڑے کو حرکت دی تو پہلے سے زیادہ بلند آواز میں یہی الفاظ سنے:

لَيْسَ لِهٰذَا خُلِقْتَ وَلَا لِهٰذَا اُمِرْتَ۔

میں ٹھہر کر دائیں بائیں دیکھنے لگا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے کہا ابلیس پر خدا کی پھٹکار۔ میں نے پھر گھوڑے کو آگے کیا۔ اب زین کے بلند حصے سے آواز آنے لگی:

يَا اِبْرَاهِيْمُ لَيْسَ لِهٰذَا خُلِقْتَ وَلَا لِهٰذَا اُمِرْتَ۔

میں ٹھہر گیا اور کہا میں سمجھ گیا میں نے جان لیا۔ رب العالمین کی طرف سے مجھے خطرات سے آگاہ کرنے والا آ گیا ہے۔

اللہ العالمین کی قسم! آج کے بعد میں اپنے رب کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ میرے پروردگار نے مجھے بچا لیا۔ میں اپنے گھر لوٹ آیا پھر اپنے باپ کے چرواہوں میں سے ایک

کے پاس گیا۔ اس کا کرتہ اور چادر اس سے لی اور اپنے کپڑے اسے دے دیئے پھر میں عراق چلا آیا۔ اس سرزمین نے مجھے بڑے نشیب وفراز سے گزارا۔ میں نے یہاں کئی دن کام کیا لیکن یہاں رزق حلال میسر نہ آیا۔

میں نے ایک شیخ سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا اگر حلال کی طلب ہے تو ملک شام چلے جاؤ۔ میں شام کے ایک شہر "مصیصہ" چلا آیا۔ یہاں بھی کئی دن کام کیا لیکن رزق حلال پھر بھی نہ ملا۔ میں نے پھر ایک بزرگ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا اگر "حلال صافی" کی طلب ہے تو طرطوس چلے جاؤ کیونکہ وہاں مباح چیزیں بھی ہیں اور (محنت کے لئے) بہت سارے کام بھی ہیں۔ میں طرطوس چلا آیا۔ یہاں کئی دن کام کیا۔ باغوں کی رکھوالی کرتا رہا اور فصلوں کی کٹائی بھی کرتا رہا۔

ایک دن میں سمندر کے کنارے بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا مجھے اس کام کے لئے اجرت پر لے گیا کہ میں اس کے باغ کی رکھوالی کیا کروں گا۔ میں اس کے باغ میں کئی دن کام کرتا رہا۔ ایک دن اس شخص کا خادم آیا اس کے ساتھ اور ساتھی بھی تھے۔ وہ ایک جگہ بیٹھ گیا پھر بلند آواز سے بولا ناطور (اے باغ کے رکھوالے) میں نے کہا میں یہاں موجود ہوں۔ اس نے کہا جاؤ اور باغ سے بڑے بڑے اور میٹھے انار لے کر آؤ۔

میں نے جا کر بڑے بڑے انار لئے اور اس کے سامنے رکھ دیئے۔ خادم نے ایک انار توڑا لیکن وہ کھٹا نکلا۔

اس نے کہا اے ناطور تم اتنے عرصہ سے ہمارے باغ میں ہو یہ پھل اور انار کھاتے ہو لیکن تمہیں کھٹے اور میٹھے پھل کی بھی پہچان نہیں۔

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے کہا بخدا میں نے تمہارے پھلوں میں سے کچھ بھی نہیں کھایا اور نہ ہی مجھے کھٹے اور میٹھے کی پہچان ہے۔ خادم نے اپنے دوستوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا اس کی باتیں سن رہے ہو۔

کیا حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اس (رکھوالے) سے بڑھ سکتے ہیں۔ وہ چلا

گیا اگلے دن اس نے مسجد میں میری بعض خوبیوں کا ذکر کیا لوگوں نے جان لیا کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہم (رحمۃ اللہ علیہ) ہوں۔ دوسرے دن خادم آیا اور اس کے ساتھ لوگوں کا ہجوم بھی تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ خادم لوگوں کے ہمراہ آ رہا ہے۔ میں ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ لوگ داخل ہو رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ مل گیا۔ وہ لوگ باغ میں داخل ہوئے تو میں نکل کر بھاگ گیا۔ یہ میری ابتدائی کہانی ہے طرطوس سے نکلنے اور بلاد الرمال میں آنے کی۔

61۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور حج کرنے والے بزرگ

حضرت عبداللہ بن فرج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی (روحانی) زندگی کا ابتدا کا ایک واقعہ یوں بیان کیا:

میں ایک دن اپنی مجلس میں بیٹھا تھا جس سے (بیرونی) گزرگاہ نظر آ رہی تھی۔ اچانک میری نگاہ ایک بزرگ پر پڑی جو بوسیدہ لباس میں ملبوس تھے۔ وہ کچھ لمحے آرام کے لئے محل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ میں نے خادم سے کہا محترم بزرگ کی طرف جاؤ میرا سلام کہو اور اندر آنے کی درخواست کرو کیونکہ وہ میرے دل میں گھر کر گئے ہیں۔ خادم گیا اور ان سے گزارش کی وہ اندر تشریف لے آئے اور ابن ادہم نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ (ابراہیم کہتے ہیں) میں ان کی آمد پر بہت خوش ہوا اور انہیں اپنے ساتھ بٹھایا پھر کھانا پیش کیا لیکن انہوں نے کھانے سے معذرت کی۔ میں نے پوچھا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں انہوں نے فرمایا میں وراء النہر سے آیا ہوں۔ میں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ انہوں نے فرمایا حج کا ارادہ ہے، انشاء اللہ۔

وہ حج کا زمانہ تھا اور ذوالحج کی ایک یا دو تاریخ تھی۔ میں نے پوچھا اس وقت (کیسے پہنچیں گے؟) وہ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے بھی ساتھ لے چلیں گے؟ بزرگ فرمانے لگے اگر تم پسند کرو تو۔ جب رات ہوئی انہوں نے مجھے فرمایا اٹھو، تیار ہو جاؤ۔ میں نے سفر کا سامان ساتھ لیا۔ شیخ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہم بلخ شہر

سے نکلے اور ایک گاؤں پہنچے وہ گاؤں ہماری سلطنت میں شامل تھا۔

وہاں مجھے ایک کسان ملا۔ میں نے بعض ضروری چیزوں کی اسے وصیت کی۔ اس نے ہمیں انڈے کا سالن اور روٹی پیش کی ہم نے کھانا کھایا پھر وہ کسان پانی لے آیا ہم نے پانی پیا۔ شیخ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ کے نام کی برکت سے اٹھو اور چلو۔ ہم نے چلنا شروع کر دیا۔

میں دیکھ رہا تھا کہ زمین ہمارے زیر پا کھنچی چلی جا رہی تھی گویا کہ وہ کوئی موجِ (آب) ہے۔ ہم شہروں پر شہر عبور کرتے رہے۔ وہ مجھے بتاتے رہے کہ یہ فلاں شہر ہے یہ فلاں شہر ہے۔ پھر کہا یہ کوفہ ہے۔ پھر شیخ نے فرمایا رات آنے تک تم یہیں ٹھہرو۔ جب وقت مقررہ آیا تو آپ بھی واپس آ گئے۔ میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا چلئے بسم اللہ راستے میں بتاتے جا رہے تھے کہ یہ فید (مکہ کے قریب ایک قلعہ) ہے اور یہ (ہر مومن کا مقصود) مدینہ منورہ ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ زمین (پہلے کی طرح) سمٹی چلی جا رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ (پانی کی) موج ہے۔

ہم (زیارت گاہ خلائق) قبر رسول ﷺ پر حاضر ہوئے اور زیارت کی۔ بعد ازں وہ بزرگ مجھ سے جدا ہوئے اور فرمایا رات کے وقت "مصلیٰ" میں پھر ملاقات ہو گی یہاں تک کہ جب وقت مقررہ آیا تو میں نے دیکھا وہ مصلیٰ میں تشریف لا چکے ہیں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور پہلے دو سفروں کی طرح اب بھی کیا۔ یہاں تک کہ رات کے وقت ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ یہاں آ کر وہ پھر مجھ سے جدا ہونے لگے تو میں نے ان کا دامن تھام لیا اور عرض کیا مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔ انہوں نے فرمایا میں "شام" جانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا مجھے بھی لے چلیں۔ لیکن انہوں نے فرمایا جب ایام حج گزر جائیں گے تو زمزم کے قریب ملاقات ہو گی۔ جب ایام حج گزر گئے تو وہ زمزم کے پاس آئے میرا ہاتھ پکڑا ہم نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ جونہی ہم مکہ سے نکلے انہوں نے حسب سابق چلنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد ہم بیت المقدس پہنچ گئے تھے، جب وہ مسجد میں داخل ہوئے فرمایا علیک السلام یہ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد نہ میں نے انہیں کہیں دیکھا اور نہ انہوں نے مجھے اپنا نام

بتایا۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں کمزوروں کی طرح منزل بہ منزل چلتا ہوا اپنے شہر بلخ پہنچا۔ یہ میرا ابتدائی واقعہ ہے۔

62۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور طوفانی سمندر

تسکلی کہتے ہیں مجھے علی بن سعید نے ابراہیم بن بشار کے حوالے سے بیان کیا۔ ایک مرتبہ ہم حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سمندری سفر پر گئے۔ اثناء سفر پاکیزہ ہوا چل رہی تھی۔ کشتیاں اور بھی بہت ساری تھیں۔ اچانک آندھی آگئی اور کشتیوں کی چال اکھڑ گئی۔ جبکہ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ چادر اوڑھ کر چت لیٹے ہوئے تھے۔

کشتی والوں نے کہا آپ ہمارا حال نہیں دیکھ رہے کہ اس طرح بے فکر سوئے ہوئے ہیں۔ گویا کہ آپ کو کچھ پرواہ نہیں؟

آپ بیٹھ گئے اور کہنے لگے وہ کیا نفع اٹھائے گا جس نے ایسے دن کے لئے تیاری نہ کی ہو پھر آپ نے ہونٹوں کو حرکت دی تو منجدھار سے ہاتف کی آواز آئی۔ اے لوگو! حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے ہوئے ڈر رہے ہو! اے آندھی اور اے طوفانی سمندر! اللہ کے حکم سے ٹھہر جاؤ۔

یہ کہنا تھا کہ سمندر ٹھہر گیا اور ہوا رک گئی اور سمندر اس طرح ہو گیا گویا کہ لکڑی کا (ہموار) تختہ ہے۔

63۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

احمد بن عبداللہ الزاہد فرماتے ہیں مجھے علی بن محمد بن شفیق نے یہ واقعہ اس طرح بتایا۔

فرماتے ہیں میرے دادا (شفیق بلخی) تین سو دیہات کے مالک تھے لیکن جس دن فوت ہوئے ان کے کفن کے لئے کپڑا نہیں تھا کیونکہ انہوں نے سارا مال صدقہ کر دیا تھا۔ جوانی کی عمر میں وہ ترکی کے کسی شہر میں تجارت کے لئے گئے۔ جس قوم کے پاس وہ گئے اس کو ''خلوخیۃ'' کہتے تھے اور بت پرست تھے۔ وہ ان کے بت خانے گئے۔ ان کا عالم ارغوانی لباس پہنے سر اور داڑھی منڈائے بیٹھا تھا۔ شفیق نے اس عالم سے کہا تمہارا عقیدہ باطل ہے۔

ان بتوں کا تمہارا اور سارے جہان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کی مثل کوئی نہیں۔ دنیا اور آخرت اسی کے قبضہ میں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کو رزق عطا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر بت خانے کے خادم نے آپ سے کہا تمہارا عمل تمہارے قول کے موافق نہیں۔ آپ نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا تمہارا خیال ہے کہ تمہارا خالق ہر چیز پر قادر ہے حالانکہ تم تلاش معاش میں اتنی مشقت اٹھا کر یہاں آئے ہو۔ جس طرح تم کہہ رہے ہو اگر اسی طرح ہوتا تو تمہیں تمہارے گھر رزق ملتا رہتا۔ یہاں کیوں آتے؟

آپ فرماتے ہیں ترکی خادم کی یہ بات میرے زہد کا سبب ہے آپ وہاں سے واپس لوٹے سارا مال خیرات کر کے تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔

64۔ عبداللہ بن مرزوق کی توبہ

ابوسعید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مرزوق ایک دن ''مہدی'' کے ساتھ شریک بزم تھا۔ وہاں اس نے گانا سنا اور شراب نوشی کی۔ اس دن ظہر، عصر اور مغرب کی نماز بھی نہ ادا کی۔ ان تمام اوقات میں اس کی خادمہ اسے جگاتی رہی۔ جب عشاء کا وقت آیا وہ خادمہ ایک انگارہ اٹھا کر لائی اور عبداللہ کے پاؤں پر رکھ دیا۔ وہ تڑپ کر اٹھا اور کہا یہ کیا ہے؟ لونڈی نے کہا دنیا کی آگ کا ایک انگارہ ہے۔ (جس پر اتنا تڑپ گئے ہو تو) آخرت کی آگ کو کیسے برداشت کرو گے؟ عبداللہ دیر تک شدت سے روتا رہا پھر اٹھ کر نماز پڑھی۔

خادمہ کی بات اس کے دل میں گھر کر گئی۔ نارِ آخرت سے نجات کی ایک ہی صورت نظر آئی کہ اپنا مال صدقہ کر دے۔ اس نے اپنی لونڈی آزاد کر دی اور کاروباری ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا۔ بقیہ سب کچھ صدقہ کر دیا اور خود سبزی بیچنا شروع کر دی۔ خادمہ بھی اس کے نقش قدم پر چلی۔

ایک دن اس کے پاس سفیان بن عیینہ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہما تشریف لائے۔ انہوں نے دیکھا کہ عبداللہ اینٹ کا سرہانہ بنائے بستر کے بغیر لیٹا ہوا ہے۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب بھی کوئی اللہ کی رضا کے لئے کسی چیز سے دستبردار ہوا اللہ

نے اس کا عوض بھی اسے عطا فرمایا۔ جو کچھ تو نے ترک کیا ہے اللہ نے اس کا عوض تمہیں کیا عطا کیا ہے؟

آپ نے فرمایا الرضی بما انافیہ۔ موجودہ حالت پر راضی رہنا مجھے عطا کیا گیا ہے۔ (یعنی میں اپنی موجودہ حالت فقر پر بالکل مطمئن ہوں، مترجم)۔

65۔ جعفر بن حرب کی توبہ

ابوالقاسم تنوخی نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ جعفر بن حرب سلطان کی طرف سے اہم امور انجام دینے کا ذمہ دار تھا۔

کثرت مراعات کے اعتبار سے اس کا درجہ وزارت کے قریب تھا اور اس کے منصب کی جلالت بھی وزارت کی طرح ہی تھی۔

جعفر بن حرب نے ایک آدمی کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

(الحدید:16)

"کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لئے کہ جھک جائیں ان کے دل یاد الٰہی کے لئے۔"

یہ سنتے ہی وہ پکار اٹھا اللّٰھم بلیٰ "ہاں میرے اللہ وہ وقت آ گیا ہے۔" اس آیت کو بار بار پڑھتا رہا اور رو پڑا پھر اپنی سواری سے اتر آیا اپنے کپڑے اتارے اور دریائے دجلہ میں اتر کر اپنا جسم چھپا لیا اور دریا سے اس وقت تک باہر نہ نکلا جب تک وہ تمام مال اصل مالکوں کو لوٹانے کا حکم نہ دے دیا جو اس نے ظلماً چھینا ہوا تھا اور باقی مال صدقہ کر دیا۔

دریا کے کنارے ایک آدمی گزرا اس نے دیکھا کہ وہ (جعفر بن حرب) پانی میں کھڑا ہے پھر اس کا حال معلوم ہونے پر اس شخص نے اسے کپڑے عطا کئے جن سے اس نے ستر پوشی کی اور باہر نکل آیا۔ بعد ازیں تادم آخر علم اور عبادت میں مشغول رہا۔

66۔ہارون الرشید کی توبہ

فضل بن ربیع کا بیان ہے۔ایک مرتبہ ہارون الرشید حج پر گیا۔میں رات کے وقت مکہ میں سو رہا تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز سنی۔میں نے کہا کون ہے؟ (امیر المومنین نے نوکر سے) کہا جواب دو کہ امیر المؤمنین ہیں۔میں جلدی جلدی باہر آیا اور کہا اے امیر المؤمنین اگر آپ پیغام بھیج دیتے تو میں حاضر ہو جاتا۔اس نے کہا ویحک بھلے مانس میرے دل میں ایک بات کھٹکنے لگی ہے کسی عالم کی نشاندہی کرو کہ اس سے پوچھ سکوں۔میں نے کہا قریب ہی سفیان بن عیینہ ہیں ان کے پاس چلتے ہیں۔

امیر المؤمنین نے کہا ہمیں لے چلو۔ہم ان کے پاس گئے میں نے دستک دی انہوں نے کہا کون ہے؟ میں نے جواب دیا امیر المؤمنین ہیں۔وہ فوراً باہر نکلے اور کہا اے امیر المؤمنین اگر آپ پیغام بھیجتے تو میں حاضر ہو جاتا۔

ہارون الرشید نے کہا ہم جس کام کے لئے آئے اس میں ہماری مدد کرو۔کچھ دیر ان سے گفتگو کی پھر پوچھا آپ پر قرض تو نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں میں مقروض ہوں۔بادشاہ نے کہا ان کا قرض ادا کر دو۔

جب ہم ان سے رخصت ہو کر باہر آئے تو ہارون الرشید نے کہا تمہارے اس ساتھی نے میری کوئی تشفی نہیں کی۔کوئی دوسرا شخص بتاؤ۔

میں نے کہا عبدالرزاق بن ہمام بھی یہیں ہیں۔بادشاہ نے کہا ہمیں لے چلو۔ہم ابن ہمام کے پاس گئے۔میں نے دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا گیا امیر المؤمنین ہیں۔وہ تیزی سے باہر آئے اور کہا اگر آپ نے پیغام بھیج دیا ہوتا تو میں خود حاضر ہوتا۔امیر المؤمنین نے کہا جس کام کے لئے ہم آئے ہیں۔اس کا حل پیش کرو۔اللہ تم پر رحم کرے پھر ان سے کچھ دیر گفتگو کی۔پھر پوچھا کیا آپ پر قرض ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہے۔

ہارون الرشید نے کہا اے عباسی اس کا قرض ادا کر دو۔ہم ان سے رخصت ہو کر آ گئے۔شاہ نے کہا تیرے اس ساتھی نے بھی کوئی فائدہ نہ دیا۔کوئی اور آدمی بتاؤ جن سے

سوال کیا جا سکے۔

میں نے کہا فضیل بن عیاض موجود ہیں۔ بادشاہ نے کہا ہمیں لے چلو۔ ہم ان کے پاس گئے تو وہ حالت قیام میں ایک ہی آیت کو بار بار دہرا رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ میں نے دستک دی۔ انہوں نے پوچھا کون ہے؟

میں نے جواب دیا امیر المؤمنین۔ انہوں نے فرمایا میرا اور امیر المؤمنین کا کیا تعلق واسطہ ہے؟ میں نے کہا سبحان اللہ کیا آپ پر ان کی اطاعت لازم نہیں۔ آپ تشریف لائے دروازہ کھولا اور پھر جا کر چراغ گل کر دیا اور گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئے ہم اندر گئے اور ہاتھوں سے (ٹٹول کر) انہیں تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اچانک مجھ سے قبل ہارون کی ہتھیلی ان سے ٹکرا گئی تو حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کتنی نرم اور ملائم ہتھیلی ہے اگر کل عذاب الٰہی سے بچ گئی۔ (فضل بن ربیع کہتے ہیں) میں نے اپنے دل میں کہا آج کی رات بادشاہ سے پاک دل کے ساتھ پاک کلام فرمائیں گے۔ بادشاہ نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے۔ جس کام کے لئے ہم آئے ہیں وہ پورا فرما دیں۔

آپ نے فرمایا جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کا والی بنایا گیا تو آپ نے سالم بن عبداللہ، محمد بن کعب القرظی اور رجا بن حیاۃ کو بلایا اور فرمایا:

مجھے اس (خلافت کی) مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ پس تم مجھے مشورہ دو۔ آپ نے خلافت کو مصیبت سمجھا اور تم لوگ اس کو نعمت سمجھ رہے ہو۔

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا اگر عذاب الٰہی سے نجات چاہتے ہو تو دنیا سے روزہ رکھ لیجئے یہ روزہ موت کے دن افطار کیجئے۔

حضرت محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو پھر بڑی عمر کے مسلمانوں کو اپنا باپ اپنے ہم عمروں کو اپنا بھائی اور چھوٹوں کو اپنا بیٹا تصور کرو۔ پس اپنے باپ کی عزت کرو۔ بھائی سے مہربانی اور بچوں پر شفقت کرو۔

حضرت رجا بن حیاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر آپ عذاب الٰہی سے بچنا چاہتے ہیں

تو مسلمان کے لئے وہی پسند کرو جو آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور جس چیز کو خود ناپسند کرتے ہو مسلمانوں کے لئے بھی اسے برا سمجھو۔ پھر جب جی میں آئے بزم آخرت میں چلے جاؤ (یعنی آپ کو مرنے کا خوف نہیں ہوگا، مترجم)

(اے ہارون الرشید) میں بھی تمہیں (انہی باتوں کی ہی) نصیحت کرتا ہوں اور میں تمہارے بارے میں اس دن سے خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ جس دن (بڑے بڑوں کے) قدم پھسل جائیں گے۔ اللہ تم پر مہربانی کرے کیا تیرے ساتھ ایسے لوگ ہیں (سالم، محمد اور رجاء علیہم الرحمۃ کی طرح) جو تمہیں ایسے مشورے دیں یا اس طرح تمہیں حکم دیں۔

ہارون الرشید (یہ سن کر) اس قدر رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ (فضل کہتے ہیں) میں نے کہا امیر المؤمنین کے ساتھ نرمی کیجئے۔ آپ نے فرمایا اے فضل! تم نے اور تیرے دوستوں نے تو اسے مار ڈالا ہے اور میں اس کے ساتھ نرمی کروں پھر ہارون الرشید کو کچھ افاقہ ہوا تو عرض کرنے لگا اللہ آپ کا بھلا کرے کچھ اور نصیحت کیجئے۔ اس پر آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے ایک عامل کے بارے میں آپ کے سامنے شکایت کی گئی۔ آپ نے اس عامل کی طرف لکھا:

"میرے بھائی دوزخ میں اہل جہنم کی بیداری کو یاد رکھ اور ان کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کو بھی پیش نظر رکھ۔ یہ تصور تمہیں نیند اور بیداری (ہر حال) میں بارگاہِ رب العزت میں پہنچا دے گا۔ اس بات سے بچنا کہ کہیں تمہیں اللہ کی جناب سے دھتکار کر آگ کی طرف بھیج دیا جائے اور تیرا وقت آخر اس طرح ہو کہ تیری امیدیں ٹوٹ جائیں۔"

جب اس عامل نے آپ کا خط پڑھا تو وہ راستہ عبور کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔ آپ نے پوچھا تمہیں کیا چیز یہاں لے آئی ہے؟ اس نے عرض کیا آپ نے اپنے خط کے ذریعے میرے دل سے پردۂ غفلت اتار دیا ہے۔ میں تادم آخر اس ذمہ داری سے دستبردار ہوتا ہوں۔

ہارون یہ سن کر پھر شدت سے رونے لگا اور کہا اللہ آپ کا بھلا کرے اور نصیحتیں

فرمائیں۔آپ نے فرمایا اے امیر المومنین! حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عم مصطفیٰ۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور مجھے کسی جگہ کا امیر بنا دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے چچا عباس تمہاری روح کا بیدار رہنا کئی ملکوں کی حکومت سے بہتر ہے کیونکہ امارت (امیر بننا) روزِ حشر ندامت کا باعث ہوگا۔ اگر ممکن ہو تو کبھی بھی حاکم نہ بنو۔ یہ سن کر ہارون الرشید بہت رویا اور عرض کیا کچھ اور نصیحت کیجئے اللہ آپ پر مہربانی کرے۔

حضرت ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے خوب رو تجھ سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں سوال کرے گا۔ اگر اس چہرے کو آگ سے بچا سکتے ہو تو ضرور کوشش کرو اور احتیاط کر کہ کسی وقت بھی تیرے دل میں رعایا کے لئے کھوٹ نہ پیدا ہو کیونکہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اصبح لَهُمْ غاشاً لم يَرِحْ رائحةَ الجنَّةِ۔

”جس شخص نے صبح کی اس حال میں کہ وہ رعایا کو دھوکہ دینے والا ہوا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔“

ہارون کا رونا شدید ہو گیا بعد ازیں عرض کرنے لگا کیا آپ پر کسی کا قرض ہے؟ آپ نے فرمایا میرے رب کا مجھ پر قرض ہے لیکن امید ہے وہ میرا محاسبہ نہیں کرے گا۔ اگر اس نے اس بارے مجھ سے سوال کیا تو پھر بڑی ہلاکت ہوگی اور اگر بالتفصیل سختی سے حساب لیا تو بھی تباہی ہے اور اگر مجھ سے جواب نہ بن پڑا تو بڑی خرابی ہوگی۔

ہارون نے کہا میری مراد ہے بندگان خدا کا قرض۔ آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا۔ میرے رب نے مجھے پابند کیا ہے اپنے وعدے اور اپنے حکم کا پھر پڑھا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾ (الذاریات:56-58)

"اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن وانس کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ نہ طلب کرتا ہوں میں ان سے رزق اور نہ طلب کرتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں......"

ہارون الرشید نے کہا یہ ہزار دینار ہیں قبول کیجئے اور خرچ کر کے عبادت میں قوت حاصل کیجئے۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ میں تمہیں نجات کی راہ دکھا رہا ہوں اور تم مجھے یہ صلہ دے رہے ہو؟ خدا تمہیں سلامت رکھے اور (خیر کی) توفیق دے۔ اس کے بعد فضیل خاموش ہو گئے اور ہمارے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ ہم آپ کی محفل سے اٹھ آئے جب دروازے پر پہنچے تو ہارون الرشید نے مجھے کہا اے عباسی جب کسی شخص کی طرف میری رہنمائی کرو تو ایسے شخص کا پتہ بتایا کرو۔ یہ شخص اپنے دور کے مسلمانوں کا پیشوا ہے۔

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ ہم فضیل بن عیاض کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ان کی ازواج میں سے ایک زوجہ ان کے پاس آئی اور کہا اے جناب آپ ہماری تنگ حالی دیکھ رہے ہیں۔ اگر آپ یہ مال قبول کر لیتے تو ہماری تنگدستی ختم ہو جاتی۔

آپ نے فرمایا میری اور تمہاری مثال ان لوگوں جیسی ہے کہ ان کے پاس ایک اونٹ تھا، جس کی کمائی وہ کھا رہے تھے۔ جب وہ اونٹ بوڑھا ہو گیا تو انہوں نے ذبح کر کے اس کا گوشت کھا لیا۔ جب ہارون نے یہ بات سنی تو کہا ہم واپس جا کر دوبارہ مال پیش کرتے ہیں۔ شاید اب قبول فرما لیں۔ ہارون جب اندر آیا اور آپ کو علم ہوا تو آپ مکان کی چھت پر جا کر بیٹھ گئے۔ ہارون بھی جا کر آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا اور آپ سے باتیں کرنے لگا لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

ہم اسی حال میں تھے کہ ایک حبشی لونڈی آئی اور کہا، اے شخص تم آج ساری رات سے حضرت کو تکلیف دے رہے ہو۔ مہربانی کرو اور تشریف لے جاؤ۔ فضل کہتا ہے پھر ہم واپس لوٹ آئے۔

67۔ ہارون الرشید کے (مزدور) شہزادے کی دنیا سے بے رغبتی

عبداللہ بن الفرج العابد سے روایت اس طرح مروی ہے۔

فرماتے ہیں مجھے تعمیر کے لئے ایک کاریگر کی ضرورت پیش آئی میں بازار میں اس جگہ گیا جہاں مزدور بیٹھا کرتے تھے۔ مزدوروں کے ہجوم میں مجھے ایک زرد رو نوجوان نظر آیا۔ جس کے سامنے زنبیل اور بیلچہ پڑے تھے۔ اس نے اونی جبہ اور شلوار پہنے ہوئے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا مزدوری کرو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا اجرت لو گے؟ اس نے کہا ایک درہم اور ایک دانق (1)۔

میں نے کہا آؤ اور کام کرو۔ اس نے کہا ایک شرط اور بھی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا جب ظہر اور عصر کی اذان ہو گی۔ میں مسجد میں جا کر نہا دھو کر باجماعت نماز ادا کروں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ ہم دونوں گھر آ گئے۔ سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں میں نے اس کی مدد کی۔ اس نے کمر باندھ لی اور کام کرنا شروع کر دیا ظہر تک اس نے میرے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ ظہر کی اذان ہوئی تو اس نے کہا اے بندۂ خدا اذانِ ظہر ہو گئی ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ وہ مسجد چلا گیا جب نماز پڑھ کر آیا تو عصر تک بہت خوب کام کیا۔ عصر کے وقت بھی ایسا ہی ہوا۔ نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کام کرتا رہا۔ کام ختم ہونے پر میں نے اس کی اجرت ادا کی اور وہ چلا گیا۔

کچھ دن بعد ہمیں پھر کام کے لئے کاریگر کی ضرورت پڑی۔ میری بیوی نے مجھے کہا اسی پہلے کاریگر کو لے آؤ کیونکہ اس نے بہت عمدہ کام کیا ہے۔ میں بازار گیا لیکن وہ نوجوان نہ نظر آیا۔ میں نے اس کے بارے میں مزدوروں سے پوچھا انہوں نے کہا اس زرد رنگ والے حرماں نصیب کے بارے میں پوچھ رہے ہو وہ تو صرف ہفتے کے دن نظر آتا ہے اور لوگوں کے آخر میں ہمیشہ اکیلا بیٹھتا ہے، میں واپس آ گیا۔ ہفتے کے دن گیا تو اس سے ملاقات ہو گئی میں نے اس سے پوچھا مزدوری کرو گے؟ اس نے کہا اجرت اور شرط تمہیں

1۔ دانق، درہم کا چھٹا حصہ۔

پہلے معلوم ہے میں نے کہا ٹھیک ہے۔ وہ آیا اور کام کرنا شروع کر دیا جس طرح پہلے کرتا تھا۔

جب وہ کام مکمل کر چکا تو میں نے اسے زیادہ دینا چاہا لیکن اس نے زیادہ لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اصرار کیا تو وہ کبیدہ خاطر ہو کر اجرت لئے بغیر چلا گیا۔ میں بہت آزردہ ہوا اس کے پیچھے جا کر اسے اجرت دی اس نے فقط اجرت قبول کی۔

کافی مدت بعد ہمیں پھر اس کی ضرورت پیش آئی۔ میں بروز ہفتہ بازار گیا لیکن وہ نہ ملا میں نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ بیمار ہے اور بتانے والے نے کہا وہ صرف ہفتہ کے دن بازار آتا ہے۔ ایک درہم اور ایک دانق اجرت پر کام کرتا ہے اور ہر دن ایک دانق خرچ کر کے کھانا کھاتا ہے اب وہ بیمار ہو چکا ہے۔

میں نے اس کا گھر تلاش کیا اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایک بڑھیا کے گھر میں رہائش پذیر ہے۔ میں نے بڑھیا سے پوچھا کاریگر نوجوان یہیں رہتا ہے؟ اس نے کہا وہ کئی دنوں سے بیمار ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ علیل تھا اس کے سر کے نیچے اینٹ کا سرہانہ تھا۔

میں نے اسے سلام کیا اور کہا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے اس نے کہا اگر تم مانو تو ایک حاجت ہے میں نے کہا مجھے قبول ہے، انشاءاللہ۔

اس نے کہا جب میں مر جاؤں تو میرا یہ بیلچہ فروخت کر دینا اور میرا یہ جبہ اور شلوار دھو کر میرا کفن بنا دینا۔ جبے کی جیب کھول کر دیکھنا اس میں ایک انگوٹھی ہے۔ پھر اس دن کا انتظار کرنا جب ہارون الرشید سوار ہو کر کہیں جانے لگے تو وہاں کھڑے ہو جانا جہاں سے وہ تمہیں دیکھ سکے۔ جب وہ گزرے تو یہ انگوٹھی اسے دکھانا وہ تمہیں اپنے پاس بلائے گا پھر یہ انگوٹھی اس کے حوالے کر دینا اور یہ سارا کام میرے دفن کے بعد کرنا۔ میں نے کہا ایسا ہی ہو گا۔

جب وہ فوت ہو گیا تو میں نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا پھر ہارون الرشید کے گزرنے کا انتظار کرنے لگا اور سر راہ بیٹھ گیا۔ جب وہ گزرا تو میں نے دور سے پکارا یا امیر المومنین! میرے پاس آپ کی ایک امانت ہے۔ یہ کہہ کر میں نے انگوٹھی دکھا دی۔

اس نے میرے حاضر کیے جانے کا حکم دیا۔ مجھے سوار کر کے اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔ بعد ازاں ہارون نے مجھے بلایا اور تمام حاضرین کو اٹھ جانے کا حکم دیا اور پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں عبداللہ بن فرج ہوں۔

امیر المومنین نے پوچھا یہ انگوٹھی تمہیں کہاں سے ملی ہے؟ میں نے اسے نوجوان مزدور کا سارا قصہ سنا دیا۔ قصہ سن کر بادشاہ رونے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی حالت دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ جب بادشاہ میرے ساتھ مانوس ہو گیا تو میں نے کہا امیر المومنین وہ جوان آپ کا کیا لگتا تھا؟

بادشاہ نے کہا میرا بیٹا تھا۔ میں نے کہا وہ اس حالت کو کیسے پہنچا؟

بادشاہ نے کہا وہ خلافت کی آزمائش میں مبتلا ہونے سے پہلے پیدا ہوا تھا اچھی تربیت پائی تھی قرآن سیکھا اور علم حاصل کیا۔

جب میں خلیفہ بنا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور میری دنیا سے کوئی چیز نہ لی۔ وہ اپنی ماں کا بہت فرمانبردار تھا۔ میں نے اس کی ماں کو یہ انگوٹھی دی یہ انگوٹھی یاقوت کی ہے اور بہت قیمتی ہے۔ میں نے اس کی والدہ سے کہا تم اسے یہ انگوٹھی دو اور کہو کہ اسے اپنے پاس رکھے شاید مشکل وقت میں یہ اس کے کام آئے۔

کچھ عرصہ بعد اس کی ماں بھی چل بسی پھر مجھے اس کے بارے میں کچھ پتہ نہ چلا۔ یہاں تک کہ تم نے آ کر یہ بات بتائی ہے۔

بادشاہ نے کہا رات کے وقت تم مجھے اس کی قبر پر لے جانا۔ رات کے وقت بادشاہ میرے ساتھ اکیلا پیدل چلتے ہوئے گیا۔ باپ اپنے بیٹے کے مزار پر خوب رویا۔ جب صبح طلوع ہوئی تو ہم واپس آ گئے پھر بادشاہ نے کہا کچھ دن میرے پاس رہو تاکہ میں اس کی قبر پر جاتا رہوں۔ ہم رات کو قبر کی زیارت کر کے واپس آ جاتے۔

عبداللہ بن فرج فرماتے ہیں مجھے ہارون الرشید کے بتانے پر علم ہوا کہ وہ امیر المومنین کا بیٹا تھا۔

68۔ مامون کے بیٹے ''علی'' کی توبہ

ابراہیم بن جند نے اپنی کتاب ''زہد الملوک'' میں اپنی سند کے ساتھ صالح بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے وہ فرماتے مجھے میرے چچا عبدالحمید بن محمد نے بیان کیا۔

خلیفہ مامون اپنے بیٹے علی سے شدید محبت کرتا تھا اور تمام اولاد سے مقدم سمجھتا تھا اور شہزادہ بھی حسن وجمال کے ساتھ ساتھ ادب وفصاحت میں بھی تمام پر فائق تھا۔ عبدالحمید کا بیان ہے میں جب بھی ان کے ہاں جاتا تو شہزادے کی طرف دل کھچا چلا جاتا میں اسے سلام کہتا تو اس میں ایک باحیاء خندہ پیشانی کا وصف نظر آتا جس میں کبر وغرور کا شائبہ تک بھی نہ ہوتا۔

وہ اپنے خادموں سے ہنس کر بات کرتا اور اپنے دوستوں کا لحاظ رکھتا۔ مزید برآں جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے سب سے زیادہ سخی سب سے زیادہ بااخلاق اور پاکیزہ طبیعت شہزادہ تھا۔

میں جب بھی اسے دیکھتا حسن وجمال کی وجہ سے اس کے رخ سے نگاہ ہٹانا میرے لئے ناممکن ہو جاتا۔

شہزادے کے زہد کا سبب ان کے غلام شاکر نے اس طرح بتایا کہ موسم گرما کا ایک سخت گرم اور لو والا دن تھا۔ شہزادہ لشکر کے ایک خیمے میں آرام کر رہا تھا کہ خادم آیا اور کہا جناب آپ کو امیر المومنین یاد فرمارہے ہیں وہ دسترخوان پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

شہزادے نے کہا، خانہ خراب سخت گرمی مجھے تکلیف دیتی ہے۔ میں باہر نکلنا پسند نہیں کرتا جا اور امیر المومنین سے کہہ دے کہ شہزادہ سویا ہوا ہے۔ خادم واپس گیا لیکن پھر تیزی سے آیا اور کہا کہ بادشاہ نے کہا ہے کہ ان کو بیدار کر دو کیونکہ بادشاہ ایک پل آپ کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔ شہزادہ بادل نخواستہ اٹھا کھانا کھایا پھر بادشاہ اپنے ندماء کے ساتھ مے خواری کرنے لگا۔ شہزادہ علی واپس آگیا کیونکہ وہ نبیذ وغیرہ بھی نہیں پیتا تھا۔ وہ محل کی طرف آیا اور کہا کہ دجلہ کنارے اس کے لئے بالکونی میں فرش آراستہ کیا جائے اور اس میں پانی، برف

اور دیگر سامان رکھا جائے۔

وہ ایک پلنگ پر بیٹھ گیا جس پر تکیہ لگا ہوا تھا۔ جہاں آنے جانے والے لوگ بھی اور دریائے دجلہ بھی نظر آتا تھا۔ اس نے گائیکہ لونڈیوں اور اپنے ہمراز دوستوں کو بلا لیا۔ دریں اثناء اس کی نظر ایک بوجھ اٹھانے والے پر پڑی جو بوقت زوال وہاں آیا تھا۔ جو سفید رنگ کا پرانا اونی کپڑا لپیٹے ہوئے تھا۔ جس کے نیچے قمیص اور شلوار پہنی تھی اور ٹانگوں پر ایک ریشم کا ٹکڑا باندھا ہوا تھا۔ پاؤں میں دو پھٹے ہوئے جوتے اور سر پر کپڑے کا ایک ٹکڑا لپیٹا ہوا تھا اور گردن پر اپنا توشہ دان اور کاسہ رکھے ہوئے تھا۔ وہ دجلہ میں ایک کشتی پر بیٹھ گیا۔ شہزادہ پلک جھپکے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔ فقیر نے اپنا توشہ دان اور کاسہ اتار کر نیچے رکھا۔ اپنے جوتے اتارے۔ پنڈلیوں سے ریشم کے ٹکڑے کھول دیئے۔ دریا کے قریب ہو کر ہاتھ اور پاؤں دھوئے اور پھر وہاں سے (کنارے پر) ایک جگہ آیا اور چمڑے کا تھیلا کھولا اور اس میں سے مختلف رنگوں کے خشک (روٹی کے) ٹکڑے نکالے پھر ایک چوبی پیالہ نکالا اس کو دھو کر پانی ڈالا اور ٹکڑے پیالے میں پھینک دیئے پھر ایک تھیلی میں سے نمک اور تھوڑا سا پودینہ نکال کر ٹکڑوں پر بکھیر دیا اور ٹکڑوں کے تر ہو جانے کا انتظار کیا۔

کچھ دیر بعد ریت پر چوکڑی مار کر بیٹھ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر اس طرح کھانا شروع کر دیا جس طرح بھوک والا آدمی کھاتا ہے اور ساتھ ساتھ شکر الٰہی بھی بجالا رہا تھا۔

شہزادہ نگاہیں اس پر گاڑے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہو گیا اور پیالہ دھو کر ٹکڑوں والے تھیلے میں ڈال دیا اور نمک کو بھی باندھ دیا۔ پانی کے قریب ہو کر چلو بھرا اور کہا:

یَا سیدی و مولایَ لَکَ الحمدُ علٰی ھذہ النعمة التی تفضلتَ بِھا علَیَّ فَلکَ الحمدُ عَلٰی اَیَادِیْکَ عِندِیْ، فلکَ الحمدُ ولکَ الشکرُ۔

"اے میری جان کے مالک تیرا شکر ہے اس نعمت پر جو تو نے مجھ پر کی ہے

تیرے احسانات پر تیرا شکر۔ تمہاری تعریفیں تیرے لئے اور سارے (جذبات) شکر تیرے لئے ہیں۔"

پھر چرمی تھیلے پر سر رکھ کر ریت پر ایک انگڑائی لی پھر نماز کے لئے تیار ہو گیا اور وقت زوال تک (نفل) نماز پڑھتا رہا۔ شہزادے نے اس کے قریب کھڑے ہوئے بچوں سے کہا تم میں سے کوئی ایک اس نماز پڑھنے والے کے پاس جائے اور ساز و سامان سمیت اسے میرے پاس لائے لیکن اسے خوفزدہ نہ کرے بلکہ بڑی نرمی کے ساتھ اسے میرے پاس لائے۔ ایک لڑکا اس کے پاس گیا اور سلام کر کے کہا میرے ساتھ آؤ اور شاہ کے محل سے میرا سامان اٹھا لاؤ۔ اس نے کہا کسی اور سے کہو میں تھکا ماندہ ہوں۔

لڑکے نے کہا فاصلہ بہت تھوڑا ہے اور بوجھ بالکل ہلکا ہے۔ آدمی نے کہا پیارے میں یہ چیزیں جانتا ہوں تم کسی اور کو لے جاؤ میں (بادشاہوں کے) محلات میں جانے کا عادی نہیں۔ برائے مہربانی مجھے معاف رکھو۔ لڑکے نے کہا یہ کام تمہیں کرنا پڑے گا یا تو تم خود اٹھ بیٹھو یا تمہیں اٹھانا پڑے گا۔ لڑکے نے اسے کچھ جھڑکا۔ وہ شخص اٹھا، تھیلا گردن میں لٹکایا اور کاسہ اٹھا کر چل دیا چلتے ہوئے یہ آیات اس کی زبان پر تھیں:

وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (البقرہ:216)

"ہو سکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔"

فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا

(النساء:19)

"شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور رکھ دی ہو اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لئے) خیر کثیر۔"

لڑکے نے اسے محل میں داخل کیا اسی حال میں شہزادے کے سامنے کھڑا کر دیا۔ شہزادے نے کہا بیٹھ جاؤ۔

شہزادے کے دوستوں نے کہا اے امیر یہ کون ہے جسے آپ اس گندگی اور میل کچیل

کے ہوتے ہوئے اپنے پاس بیٹھنے کو کہہ رہے ہیں۔اس نے کہا تم خاموش رہو، شہزادے نے پوچھا تم اسی شہر کے باسی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔

امیر نے پوچھا تیرا پیشہ کیا ہے؟ اس نے کہا جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں۔ بار برداری (میرا پیشہ ہے) شہزادے نے پوچھا تیرا کنبہ کتنا ہے؟ اس نے کہا ہم سب اللہ کا کنبہ ہیں۔ میری ایک والدہ ہے جو بوڑھی اور اپاہج ہے اور ایک بہن ہے جو نابینا بھی ہے اور لنگڑی بھی۔شہزادے نے کہا تیری بیوی بچے ہیں۔اس نے کہا نہیں؟

امیر نے پوچھا تم کتنا کام کرتے ہو؟ وہ بولا اپنی ضرورت کے مطابق مگر بات یہ ہے کہ کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بقدر کفایت رزق نہ دیا ہو۔شہزادے نے پوچھا کیا ہر روز بوجھ اٹھا لیتے ہو؟ وہ کہنے لگا:

"میں نماز فجر ادا کر کے زوال کے وقت تک تلاش معاش میں نکل جاتا ہوں (جب کام مل جاتا ہے تو) پھر کام میں پوری کوشش صرف کرتا ہوں یہاں تک کہ نماز عصر ادا کرتا ہوں۔عصر کے بعد عشاء تک آرام کرتا ہوں۔"

شہزادے نے کہا کیا تم رات کو آرام نہیں کرتے۔

وہ بولا اگر رات کو آرام کروں تو آخرت کے اجر سے محروم ہو جاؤں۔

شہزادہ علی یہ بات سمجھ گیا پھر پوچھا میں نے دیکھا ہے کہ تم اکیلے کھانا کھا رہے تھے اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ کیوں نہیں کھاتے۔فقیر نے کہا وہ دونوں روزے رکھتی ہیں لہٰذا میں شام کا کھانا ان کے ساتھ کھاتا ہوں۔

شہزادے نے کہا ذرا وہ ٹکڑے تو دکھاؤ۔اس نے تھیلا کھولا اور سفید سیاہ اور سرخ رنگ کے خشک ٹکڑے نکالے۔شہزادہ کچھ دیر تک غور سے دیکھتا رہا پھر کہا اے شاکر (غلام کا نام ہے)۔

پانچ ہزار کھرے درہم میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسے دوں اور یہ اپنی حالت درست کر لے۔فقیر نے کہا امیر محترم مجھے ان کی ضرورت نہیں۔شہزادے نے بڑی کوشش کی لیکن

فقیر نے انکار کر دیا۔

شہزادہ کہنے لگا مجھے تیرے ساتھ ایک کام ہے۔ فقیر نے کہا تیرے جیسے شخص کا میرے جیسے شخص سے کیا کام ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا بڑا ضروری کام ہے پھر فقیر کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گیا اور کہا اے جناب تم میرا حال میرا مقام و مرتبہ اور یہ ملک اور دنیا کی لذت و نعمت کی فراوانی دیکھ چکے ہو۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ مجھے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق عطا فرما دے۔ باربردار (مزدور) نے کہا میرے دوست بارگاہ رب العزت میں میرا اتنا مقام کہاں کہ دعا کروں مگر بات یہ ہے کہ سیانے کہتے ہیں جو کوئی کسی چیز سے ڈرتا ہے تو اس سے جلدی ہی دور بھاگ جاتا ہے۔

ہر دن اور ہر گھڑی اپنے آپ پر نیک عادات میں سے کوئی اچھی عادت اپنانا لازم کر لے جب تو ایسا کرے گا تو تائید ربانی تیرے شامل حال ہو جائے گی۔ نیز آج کے کام کو کل پر نہ ڈال اور طاقت سے زیادہ بوجھ نہ اٹھا اور موت کو کثرت سے یاد کیا کر کیونکہ موت کی یاد تھوڑے کو بہت کر دیتی ہے (بوجہ قناعت) اور بہت زیادہ کو کم کر دیتی ہے (اس حیثیت سے کہ یہ کثیر بھی فنا ہونے والا ہے۔)

تم پر لازم ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور گناہوں سے بچتے رہو۔ پھر سر جھکا کر (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے (ہی تھے کہ) آنکھوں سے آنسو امڈ آئے۔ اس نے کہا اے وہ ذات جس نے آسمانوں کو بلند کیا اپنی قوت کے ساتھ اور اپنی چاہت کے مطابق زمین کو پھیلایا اور اپنے ارادے سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی قدرت کے ساتھ عرش پر استواء فرمایا۔

اے مالک الملک، اے سرکشوں پر غلبہ رکھنے والی ذات اور معبود کل جہاں۔ روز جزاء کے مالک۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری رحمت تیری عطا اور قدرت کے واسطہ سے کہ تو اپنے بندے علی (بن مامون) کے دل سے حُب دنیا نکال دے اور اسے ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جو اسے تیری رضا کے قریب کر دیں اور تیری نافرمانی سے دور کر دیں۔ اے

ارحم الراحمین اپنی رضا اور بخشش پر ہمارا اور اس کا خاتمہ فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ علی کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور وہ خوب رویا اور مزدور سے کہا کاش تو ہم سے کوئی چیز قبول کر لیتا۔ فقیر نے کہا مجھے ضرورت نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے جلدی فارغ کر دیں۔ شہزادے نے اسے جانے کی اجازت دے دی فقیر چلا گیا۔ شہزادہ اپنی مجلس میں آ گیا۔ حال یہ تھا کہ وہ فکر مند تھا اور اس کی لذتِ حیات چھن چکی تھی۔ وہ اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ساتھیو! اگر تم امیر المومنین کے کھانے پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ کتنی قسموں کا کھانا رکھا جاتا ہے اور کتنی قسموں کا کھانا اٹھایا جاتا ہے پھر ان کھانوں کی تعریف بیان کرنا شروع کر دی اور کہا اگر تم وہ کھانا دیکھو جو اپنی سفیدی، عمدگی اور پسائی میں لاجواب ہوتا ہے پھر اس میں سے تنکے نکالے جاتے ہیں پھر اسے موٹے کپڑے سے چھانا جاتا ہے اور آخر میں ریشمی کپڑے سے باریک چھانا جاتا ہے یہاں تک کہ فقط اس کا مغز باقی رہ جاتا ہے پھر اس کے پکانے کے لئے کانے کی آگ جلائی جاتی ہے اور جب آگ کی بھڑک ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد تنور کو خوشگوار لکڑی کا دھواں دیا جاتا ہے (اور بادشاہوں کے لئے) مختلف قسم کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں پھر اس نے ان کھانوں کی رنگت ان کے گرم اور ٹھنڈا ہونے، تر اور خشک ہونے اور مٹھاس یا دیگر ذائقوں کی تفصیل بیان کی۔

یہ کھانے تو ہیں (بادشاہوں کے) اور اس فقیر کا کھانا تم نے دیکھ لیا ہے اور اس کا دستر خوان بھی دیکھا ہے جو کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ہے۔

اس کے بعد شہزادے نے سر جھکا لیا اور اپنی انگلی سے چٹائی پر کچھ لمبے لکیریں لگاتا رہا پھر غلام سے کہا خازن کتب کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ میرے لئے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کی کتاب نکال کر لاؤ۔ خادم کتاب لے کر آیا شہزادے نے کتاب پڑھنا شروع کی اور کہا سنو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھانا اونٹ کی گوشت والی ہڈی نمکین پانی میں پکی ہوئی اور ان چھنے جو کی روٹی۔ آپ سے عرض کیا گیا:

امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا کی ہے اگر آپ اچھا کھانا کھالیں تو کیا حرج ہے۔

آپ نے فرمایا:

"افسوس! اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو کھانے کی وجہ سے عار دلائی ہے۔"

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا (الاحقاف:20)

"تم نے ختم کر دیا تھا اپنی نعمتوں کا حصہ اپنی دنیوی زندگی میں۔"

شہزادے نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کی تعریف بیان کرنا شروع کی تو آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ جب اس بیان سے فارغ ہوا تو کہا اے غلام جاؤ منیب خازن کتب سے کہو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کی کتاب لے کر آؤ۔ غلام کتاب لے کر آیا شہزادے نے دوستوں کو آپ کی سیرت بیان کرنا شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ ایسے پیٹ کو اپنی رحمت سے دور رکھے جو اپنے مالک کے لئے میدان حشر میں باعث ننگ وندامت ثابت ہو۔

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، صحابہ زادوں کی زینت۔ انگور کی خواہش ہوئی لیکن چکھا تک نہیں۔ یہ تابعین کی زینت حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، کہہ رہے ہیں کاش اللہ تعالیٰ میرا رزق کنکریاں چوسنے میں رکھ دیتا کیونکہ مجھے بار بار کھجوروں کے باغ میں جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

یہ حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ نفس نے حلوہ مانگا تھا لیکن اسے محروم رکھا۔ یہ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ فلاں ہیں، یہ فلاں ہیں۔ اسی طرح باچشم تر ان ہستیوں کا ذکر کرتا رہا۔ پھر کہا یہ وہ لوگ تھے کہ انہیں بھی اچھے کھانے کی خواہش ضرور تھی لیکن انہوں نے باقی کی وجہ سے فانی سے پرہیز کیا اور کثیر کے بدلے قلیل بیچ دیا۔ اپنی دنیوی زندگی میں صبر کیا تو جو طلب کیا سو پالیا۔

وہ اس حال میں دنیا سے نکلے کہ بھوک کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہو چکے تھے۔ ان

کے پاؤں میں جوتے اور بدن پر (شاہانہ) لباس نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زمین نے ان کی چربی اور گوشت کو نہ کھایا۔ (دنیا میں ہی) ان کی جلدیں، ہڈیوں اور رگوں پر سوکھ چکی تھیں۔

پھر شہزادے نے اپنی کلائی باہر نکالی جو چربی اور گوشت کی وجہ سے چاندی کی سلاخ معلوم ہوتی تھی۔ شہزادے نے کہا میرے بدن کی یہ کلائی میرے بیان کردہ مشروبات اور مطعومات کو استعمال کر کے پلی بڑھی ہے تاکہ یہ اس مزدور کی کلائی کی طرح مٹی میں بوسیدہ ہو جائے۔

پھر کثرت گریہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہنے لگے، راوی کہتا ہے ہم شہزادے کے پاس کھڑے تھے پھر اس نے غلام سے کہا اس آلہ لہو کو اٹھا لو۔ اللہ اس کو تباہ کرے یہ آلہ دلوں کی موت اور ان کی ذلت وضرر کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

وہ سامان عیش اٹھا دیا گیا۔ اس کے دوستوں سمیت تمام خدام اور غلمان واپس چلے گئے۔ وہ اکیلا سوچ وبچار کرتا رہا کسی کو اس کے ہاں باریاب ہونے کی اجازت نہیں تھی یہاں تک کہ جب رات کا کچھ حصہ بیت گیا اس نے مجھے بلایا شاکر ادھر آؤ میں نے کہا لبیک ایہا الامیر۔ عالی جاہ میں حاضر ہوں۔ (شہزادے نے مجھے کہا) خزانوں سمیت جو کچھ بھی ہے اسے لے کر ان کی حفاظت کرو کیونکہ میں اپنے آقا کے پاس جا رہا ہوں۔ (شاکر کہتا ہے)

میرا خیال تھا کہ آقا سے مراد بادشاہ مامون ہے شہزادہ علی وہاں سے اس طرح نکلا کہ ایک چادر اس نے سر پر رکھی ہوئی تھی۔ پاؤں میں جوتے پہنے ہوئے تھے اور کہا کہ تم میں سے کوئی شخص روشنی لے کر میرے پیچھے نہ آئے۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا غلام تھا۔ باقی غلام اور خدام پیچھے رہ گئے۔

صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ چھوٹا غلام نہیں ہے۔ جب سورج کافی بلند ہو گیا غلام واپس آیا تو میں نے اس سے شہزادے کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کہ شہزادہ امیر المومنین کے محل میں نہیں گیا تھا بلکہ دجلہ کی جانب گیا ہے۔ مجھے کہا کہ یہاں کھڑے ہو جاؤ اور یہاں

سے ہٹنا نہیں۔ مجھے نہیں معلوم وہ کہاں گیا ہے فقط اتنا پتہ ہے کہ اس نے ملاح کے پاس جا کر اسے کچھ دینار دیئے اور کہا مجھے "واسط" میں ایک ضروری کام ہے جلدی لے چلو۔ ملاح شہزادے کو نہیں جانتا تھا۔ اس نے شہزادے کو کشتی پر بٹھایا اور واسط کی جانب چلا گیا لیکن شہزادہ واسط میں ٹھہرا نہیں بلکہ بصرہ چلا گیا۔

وہ ایک اجنبی شخص بن گیا اور اپنی صاف اور ملائم جلد پر کھردرا لباس پہن لیا اور مزدوروں کی طرح ایک طبق خرید لیا۔ طبق اپنے کندھے پر رکھتا اور اتنی مزدوری کرتا جس سے اس کو قوت لایموت حاصل ہو جائے۔ ٹوٹے چھوٹے ٹکڑے اپنے سر پر اٹھائے رکھتا۔ اسے جو کچھ دیا جاتا رد نہ کرتا۔ دن کو روزہ اور رات کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا۔ ننگے پاؤں چلتا جس سے اس کے پاؤں پھٹ گئے۔

مسجدوں میں اکیلے رات گزارتا تا کہ کسی کو اس کا پتہ نہ لگ جائے۔ اسی طرح کئی سال وہ مزدوری بھی کرتا رہا اور اپنے رب کی عبادت بھی کرتا رہا۔

امیر المؤمنین کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے تمام عمال کی طرف خطوط لکھے اور کہا کہ شہزادے کو تلاش کیا جائے۔ نیز اس پر مکمل نگاہ رکھی جائے لیکن کسی کو بھی شہزادے کا علم نہ ہوا۔ راوی کا بیان ہے انہیں حالات میں شہزادہ بیمار ہو گیا اور اس کی حالت بدل گئی۔

جب اس کی بیماری نے زور پکڑا تو اس نے بصرہ میں ایک سرائے کا کمرہ کرایہ پر لے لیا اور اپنے آپ کو ایک چارپائی پر ڈال دیا۔ جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو سرائے کے مالک کو بلایا اور اسے اپنی انگوٹھی اور ایک خط پر مہر لگا کر دی اور کہا جب میں داعی اجل کو لبیک کہوں تو تم اس شہر کے والی (گورنر) کے پاس جا کر اسے میری مہر دکھانا اور میرا پتہ بتا کر یہ رقعہ اسے دے دینا وہ اسے کپڑے سے ڈھک کر "والی" کی طرف گیا اور اس کو پکارا۔ گورنر کے خادموں نے اسے اندر پہنچا دیا۔ اس نے گورنر کو مہر دکھائی تو گورنر نے کہا تیرا بھلا ہو اس مہر کا مالک کہاں ہے؟

اس نے جواب دیا سرائے کے ایک کمرے میں وفات پا چکا ہے پھر اس نے سربمہر خط

کے پاؤں میں جوتے اور بدن پر (شاہانہ) لباس نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زمین نے ان کی چربی اور گوشت کو نہ کھایا۔ (دنیا میں ہی) ان کی جلدیں، ہڈیوں اور رگوں پر سوکھ چکی تھیں۔

پھر شہزادے نے اپنی کلائی باہر نکالی جو چربی اور گوشت کی وجہ سے چاندی کی سلاخ معلوم ہوتی تھی۔ شہزادے نے کہا میرے بدن کی یہ کلائی میرے بیان کردہ مشروبات اور مطعومات کو استعمال کر کے پلی بڑھی ہے تاکہ یہ اس مزدور کی کلائی کی طرح مٹی میں بوسیدہ ہو جائے۔

پھر کثرت گریہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہنے لگے، راوی کہتا ہے ہم شہزادے کے پاس کھڑے تھے پھر اس نے غلام سے کہا اس آلہ لہو کو اٹھا لو۔ اللہ اس کو تباہ کرے یہ آلہ دلوں کی موت اور ان کی ذلت وضرر کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

وہ سامان عیش اٹھا دیا گیا۔ اس کے دوستوں سمیت تمام خدام اور غلمان واپس چلے گئے۔ وہ اکیلا سوچ و بچار کرتا رہا کسی کو اس کے ہاں باریاب ہونے کی اجازت نہیں تھی یہاں تک کہ جب رات کا کچھ حصہ بیت گیا اس نے مجھے بلایا شاکر ادھر آؤ میں نے کہا لبیک ایھا الامیر۔ عالی جاہ میں حاضر ہوں۔ (شہزادے نے مجھے کہا) خزانوں سمیت جو کچھ بھی ہے اسے لے کر ان کی حفاظت کرو کیونکہ میں اپنے آقا کے پاس جا رہا ہوں۔ (شاکر کہتا ہے)

میرا خیال تھا کہ آقا سے مراد بادشاہ مامون ہے شہزادہ علی وہاں سے اس طرح نکلا کہ ایک چادر اس نے سر پر رکھی ہوئی تھی۔ پاؤں میں جوتے پہنے ہوئے تھے اور کہا کہ تم میں سے کوئی شخص روشنی لے کر میرے پیچھے نہ آئے۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا غلام تھا۔ باقی غلام اور خدام پیچھے رہ گئے۔

صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ چھوٹا غلام نہیں ہے۔ جب سورج کافی بلند ہو گیا غلام واپس آیا تو میں نے اس سے شہزادے کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کہ شہزادہ امیر المؤمنین کے محل میں نہیں گیا تھا بلکہ دجلہ کی جانب گیا ہے۔ مجھے کہا کہ یہاں کھڑے ہو جاؤ اور یہاں

سے ہٹنا نہیں۔ مجھے نہیں معلوم وہ کہاں گیا ہے فقط اتنا پتہ ہے کہ اس نے ملاح کے پاس جا کر اسے کچھ دینار دیئے اور کہا مجھے "واسط" میں ایک ضروری کام ہے جلدی لے چلو۔ ملاح شہزادے کو نہیں جانتا تھا۔ اس نے شہزادے کو کشتی پر بٹھایا اور واسط کی جانب چلا گیا لیکن شہزادہ واسط میں ٹھہرا نہیں بلکہ بصرہ چلا گیا۔

وہ ایک اجنبی شخص بن گیا اور اپنی صاف اور ملائم جلد پر کھردرا لباس پہن لیا اور مزدوروں کی طرح ایک طبق خرید لیا۔ طبق اپنے کندھے پر رکھتا اور اتنی مزدوری کرتا جس سے اس کو قوت لایموت حاصل ہو جائے۔ ٹوٹے چھوٹے ٹکڑے اپنے سر پر اٹھائے رکھتا۔ اسے جو کچھ دیا جاتا رد نہ کرتا۔ دن کو روزہ اور رات کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا۔ ننگے پاؤں چلتا جس سے اس کے پاؤں پھٹ گئے۔

مسجدوں میں اکیلے رات گزارتا تا کہ کسی کو اس کا پتہ نہ لگ جائے۔ اسی طرح کئی سال وہ مزدوری بھی کرتا رہا اور اپنے رب کی عبادت بھی کرتا رہا۔

امیر المومنین کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے تمام عمال کی طرف خطوط لکھے اور کہا کہ شہزادے کو تلاش کیا جائے۔ نیز اس پر مکمل نگاہ رکھی جائے لیکن کسی کو بھی شہزادے کا علم نہ ہوا۔ راوی کا بیان ہے انہیں حالات میں شہزادہ بیمار ہو گیا اور اس کی حالت بدل گئی۔

جب اس کی بیماری نے زور پکڑا تو اس نے بصرہ میں ایک سرائے کا کمرہ کرایہ پر لے لیا اور اپنے آپ کو ایک چارپائی پر ڈال دیا۔ جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو سرائے کے مالک کو بلایا اور اسے اپنی انگوٹھی اور ایک خط پر مہر لگا کر دی اور کہا جب میں داعی اجل کو لبیک کہوں تو تم اس شہر کے والی (گورنر) کے پاس جا کر اسے میری مہر دکھانا اور میرا پتہ بتا کر یہ رقعہ اسے دے دینا وہ اسے کپڑے سے ڈھک کر "والی" کی طرف گیا اور اس کو پکارا۔ گورنر کے خادموں نے اسے اندر پہنچا دیا۔ اس نے گورنر کو مہر دکھائی تو گورنر نے کہا تیرا بھلا ہو اس مہر کا مالک کہاں ہے؟

اس نے جواب دیا سرائے کے ایک کمرے میں وفات پا چکا ہے پھر اس نے سربمہر خط

پیش کیا جس پر لکھا تھا کہ اسے مامون کے سوا کوئی نہ کھولے۔

گورنر شہر سرائے میں آیا اور اس کی میت کو محل میں پہنچانے کا حکم دیا پھر اس کی میت پر کافور، کستوری اور عنبر چھڑکا اور مصری کتان کے کپڑے میں لپیٹ کر بحری راستے سے مامون کی طرف روانہ کر دیا اور ساتھ ہی اس کا مکمل قصہ بھی لکھا اور یہ بھی لکھا کہ اس کی میت ایک سرائے میں ایک بار یہ چارپائی پر پڑی تھی نہ اس کے نیچے کوئی چیز تھی اور نہ ہی اس کے قریب کوئی رونے والی تھی۔ میت کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی، آنکھیں بند تھیں۔ چہرہ چمک رہا تھا اور پاکیزہ خوشبو مہک رہی تھی۔ گورنر نے اس کے بعد شہزادے کی انگوٹھی اور رقعہ امیر المؤمنین مامون تک پہنچا دیا۔

جب شہزادے کا خط اور میت مامون تک پہنچے۔ امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور روتے ہوئے اس کا بوسہ لینے کے لئے جھک گیا۔ قصر شاہی میں کہرام مچ گیا۔ بادشاہ نے خط کھولا تو شہزادے کی تحریر اس طرح تھی:

''اے امیر المؤمنین، سورۃ فجر کی پہلی چودہ آیات پڑھ اور ان سے عبرت حاصل کر اور یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

پھر شہزادے کے غسل اور کفن کا حکم دیا گیا اور اسے دفن کرنے کے لئے لے جایا گیا مامون بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا یہاں تک کہ اس نے نماز جنازہ ادا کی۔

جب شہزادے کو قبر کے گڑھے میں رکھ دیا گیا۔ بادشاہ نے خدام سے کہا باہر نکل آؤ پھر امیر المؤمنین نے قبر کے اندر جھانکا اور کہا اے میرے فرزند اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہیں تیری مراد سے مالا مال فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے سعادت مند بنایا ہے اور مجھے تیری وجہ سے نفع عطا کیا ہے تو کتنا خوش نصیب فرزند تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمارے چچا (حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے نورِ نظر مصطفیٰ کریم ﷺ کے قرب میں جگہ عطا فرمائے اور مجھے تیری جدائی پر صبر عطا کرے پھر کہا قبر پر مٹی برابر کر دو۔ خدام نے پہلے قبر کے تختے درست کیے اور پھر مٹی ڈال دی۔ مامون قبر کے

قریب کھڑا تھا اور مٹی کا غبار بادشاہ کے کپڑوں پر پڑ رہا تھا۔ غلام ہاتھوں میں رومال لئے بادشاہ کے کپڑوں سے گرد جھاڑ رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا مجھ سے دور ہو جاؤ۔

میرا بیٹا علی مٹی میں لمبے عرصے کے لئے جا رہا ہے اور تم مجھ سے غبار دور کرتے ہو پھر کہا میرے مولا اسے کلمہ حق پر استقامت عطا فرما۔ اے ارحم الراحمین میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں میں اپنے بیٹے پر راضی ہوں رقعہ ابھی شاہ کے ہاتھ میں ہی تھا۔ اسی وقت محمد بن سعد ترمذی کو بلایا اور کہا سورۂ فجر کی تلاوت کرو۔ قاری تلاوت کر رہا تھا اور مامون زار و قطار رو رہا تھا یہاں تک کہ جب یہ آیت آئی:

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ (الفجر:14)

''بے شک آپ کا رب (سرکشوں اور مفسدوں) کی تاک میں ہے۔''

تو وہ رک گیا اور بادشاہ نے شہزادے کی طرف سے ایک لاکھ درہم صدقہ کیا۔ تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور تمام عمال کی طرف خطوط لکھے کہ رعایا کے ساتھ انصاف کیا جائے اور تمام غصب کی ہوئی چیزیں لوٹا دی جائیں اور بہت سارے گناہوں سے ہاتھ کھینچ لیا۔ بقیہ عمر جب بھی علی کی یاد آتی آنسو بہنے لگتے۔ حالتِ کرب میں زندگی گزاری اور لذت و شہوات کا ہوش تک نہ رہا۔ فقہاء اس کی محفل میں آتے اسے دلاسہ دیتے اور نصیحت کرتے۔ تادم آخر اس کا یہی حال رہا، رحمۃ اللہ علیہا۔

69۔ موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی کی توبہ

عبدالحمید بن محمد کا بیان ہے میں نے محمد بن سماک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی اپنے باپ کا سب سے زیادہ لاڈلا اور فارغ البال شہزادہ تھا۔ کھانے، پینے، پہننے، خوشبو، خواتین اور خدام ان تمام اقسام کی لذتوں سے اپنے نفس کی تواضع کرتا۔

اپنی لذت و عیش کے علاوہ اسے کسی چیز کا فکر و غم نہیں تھا۔ وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کا چہرہ اپنی صفائی اور سفیدی میں قرص ماہتاب کی طرح تھا اور نمک آگیں سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی۔ اس کے بال حد درجہ سیاہ اور گھنگریالے تھے۔ اس کی ناک بہت

خوبصورت اور بلند تھی۔ چشم آہو کی طرح سرگیں اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں، دیکھنے والا اس کی آنکھوں کے سحر میں گرفتار ہو جاتا۔ پلکیں گھنی اور دراز تھیں، دونوں ابرویوں ملے ہوئے تھے گویا کہ قلم سے دو خط بنائے گئے ہیں۔ منہ چھوٹا اور ہونٹ پتلے پتلے، دانت چمکدار اور واضح تھے۔ دانتوں کے درمیان سوراخ تھے۔ شہزادہ انتہائی فصیح اللسان اور شیریں کلام تھا۔ آواز میں پستی تھی گویا اللہ تعالیٰ کی ساری نعمتیں اس کو عطا کی گئی تھیں۔

اس کی اپنی جاگیر اور زمین اور وہ قطعات اراضی جو اسے "والی" کی طرف سے عطا کیے گئے تھے ان کے غلے کی سالانہ آمدنی تین لاکھ اور تین ہزار دینار تھی اور یہ ساری آمدنی عیش و عشرت میں خرچ ہو جاتی۔ نفس و شباب نے اسے دھوکے میں مبتلا کر رکھا تھا اور اس کی دنیا اس کی ہر خواہش میں مددگار تھی۔

شہزادے نے ایک بلند و بالا محل بنا رکھا تھا جس میں دادِ عیش دینے کے لیے براجمان رہتا۔ اس کا ایک دروازہ گزرگاہ عام کی طرف کھلتا اور ایک اس کے باغات کی طرف۔ وہ اپنے بلند مکان سے کبھی کبھی لوگوں کی طرف دیکھتا۔

محل میں ایک ہاتھی دانت کا قبہ تھا جس میں چاندی کی میخیں تھیں اور اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا اور وہ قبہ سبز دیباج سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ دھنکی ہوئی ریشم سے اس کا حاشیہ بنایا گیا تھا۔

قبہ کے ساتھ سونے کی ایک زنجیر لٹکائی گئی تھی جس میں جواہرات ٹانکے ہوئے تھے۔ سرخ یاقوت، سبز زبرجد اور زرد عقیق سے قبہ جگمگا اٹھتا ہر موتی اخروٹ جتنا تھا۔

دروازوں پر لٹکائے جانے والے پردوں پر سونے سے گلکاری کی گئی تھیں۔ قبہ کے اردگرد چاندی کے تیس طشتوں میں تیس شمعیں رکھی گئی تھیں۔ ہر تھال کا وزن ہزار درہم تھا۔ ہر پانچ طشتوں پر ایک غلام اپنے ہاتھ میں سو مثقال سونے کی ایک مقطعہ (نقش و نگار کا نمونہ بنانے کے لئے آلہ لئے کھڑا) تھا۔ ان طشتوں پر مختلف قسم کے کپڑے اور جواہر سے مزین ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ کھڑکی کے باہر ہر دروازے پر چاندی کی زنجیروں کے ساتھ

بندھے ہوئے چراغ لٹکے تھے۔ ان چراغوں میں خالص پارے کا تیل ڈالا گیا تھا۔

شہزادہ خود ایک چارپائی پر بیٹھا تھا جس پر خوبصورت اور نمایاں بنائی والا بچھونا تھا۔ اس کے سر پر موتیوں سے مزین عمامہ ہوتا۔ قبہ میں اس کے ساتھ احباب اور اخوان تشریف فرما ہوتے عود جلانے کے لئے انگیٹھیاں نصب تھیں۔ شہزادے کی خدمت میں غلام حاضر تھے جن کے ہاتھوں میں پنکھے اور مورچھل تھے۔ قبہ سے باہر اس کے سامنے گانا گانے والیاں موجود تھیں۔ جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھتا تو اسے کوئی گہرا دوست نظر آتا جس سے بات کر کے اس کا دل ٹھنڈا ہوتا اور اگر دائیں طرف دیکھتا تو کوئی بھائی یا پیارا نظر آتا جس سے وہ محبت کرتا اور اسے پسند کرتا۔

ایک جانب اپنے پسندیدہ غلام نظر آتے تو دوسری جانب مطرب اور گائیکہ لونڈیاں نظر آتیں جو تمام کے تمام اس پر فدا تھے۔ ان کے کان اپنے مالک کی آواز کی طرف متوجہ رہتے اور نگاہیں اس کے بغیر کسی اور طرف نہ اٹھتیں۔ اگر وہ بات کرتا تو تمام خاموش ہو جاتے۔ اگر وہ کھڑا ہوتا تو سارے کھڑے ہو جاتے۔ اگر گانا سننے کی خواہش ہوتی تو پردے کی جانب دیکھتا جب دل بھر جاتا تو سکوت کا اشارہ کرتا۔ گانے والے اس کے اشارے کو سمجھتے تھے۔

رات گئے تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مست و بے خود ہو جاتا۔ احباب اٹھ جاتے اور وہ کسی (منظور نظر) خدمت گزار کے ساتھ خلوت کی گھڑیاں گزارتا۔ جب صبح ہوتی تو وہ شطرنج اور نرد کے کھیل دیکھنے میں لگ جاتا۔

اس کی محفل میں موت، بیماری یا غم کا ذکر تک نہ ہوتا مگر ہر وقت فرحت و سرور اور خوشگوار باتوں کے تذکرے رہتے۔

ہر روز اپنے دور کی بہترین خوشبوئیں اور عطریات سے مشام جاں کو معطر کرتا۔ اسی حال میں ستائیس برس بیت گئے۔

انہی ایام میں ایک مرتبہ رات کافی بیت چکی تھی اچانک اس کے کانوں میں ایک غمگین مگر بارعب آواز میں ایک اجنبی سا نغمہ سنائی دیا۔ اس آواز نے اس کے دل کی تاروں کو جکڑ

لیا۔ اور اسے ماسوا سے بے نیاز کر دیا۔ گانے والوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ شارع عام کی طرف کھلنے والے دروازہ سے سر باہر نکالا تا کہ اس دلدوز نغمے کو پھر سن سکے۔ آواز کی پستی و بلندی کی وجہ سے کبھی سنائی دیتا اور کبھی کان منتظر رہ جاتے۔

اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس آواز والے کو تلاش کر کے لاؤ حالانکہ شراب اس پر اپنا اثر کر چکی تھی۔ غلام اس کو تلاش کرنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان ہے جس کا جسم کمزور ہے۔ گردن باریک، رنگ زرد، ہونٹ مرجھائے ہوئے، بال پراگندہ، پیٹ پیٹھ کے ساتھ لگ چکا ہے صرف دو پرانی چادریں اوڑھے ہوئے ہے۔ برہنہ پا مسجد میں کھڑا اپنے رب سے محو مناجات ہے۔

خدام نے اسے کچھ بتائے بغیر مسجد سے نکالا اور شہزادے کے سامنے کھڑا کر دیا۔ شہزادے نے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا یہ کون ہے؟ خدام نے کہا یہی وہ صاحب نغمہ ہے جسے تو نے سنا ہے۔ اس نے کہا یہ تمہیں کس جگہ سے ملا ہے۔ کہنے لگے مسجد میں کھڑا نماز ادا کر رہا تھا۔ شہزادے نے کہا اے نوجوان تو کیا پڑھ رہا تھا؟ نوجوان نے کہا کلام الٰہی۔

مجھے وہی نغمہ شیریں سنا شہزادے نے کہا:

اس نے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھا اور اس کے بعد اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ سے لے کر عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ تک پڑھا۔ (مطففین 22 تا 28)

"بے شک نیکو کار راحت و آرام میں ہوں گے۔" (آیت 28) "یہ وہ چشمہ ہے جس سے صرف مقربین پئیں گے۔"

اے فریب خوردہ شخص، تیری مجلس تیرے بالا خانے اور تیرے فرش کو ان سے کیا نسبت وہ ارائک مفروشہ اور فرش مرفوعہ ہیں۔

بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ (الرحمٰن: 54)

"جن کے استر قنادیز کے ہوں گے۔"

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ (الرحمٰن: 76)

"(وہ جنتی تکیہ لگائے ہوں گے) سبز مسند پر جو از حد نفیس بہت خوبصورت ہوں گے۔"

ان میں سے اللہ کے دوست (جنت کے) دو باغوں میں بہتی ہوئی دو نہروں پر جھانکیں گے۔

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ (الرحمٰن:52)

"ان دو باغوں میں ہر طرح کے میوؤں کی دو دو قسمیں ہوں گی۔"

لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (الواقعہ:33)

"نہ وہ ختم ہوں گے اور نہ ان سے روکا جائے گا۔"

فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (الحاقہ:21) فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ سے لے کر وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ' تک (الغاشیہ:10 تا 16)

"پس وہ (خوش نصیب) پسندیدہ زندگی بسر کرے گا عالیشان جنت میں اور قیمتی قالین بچھے ہوں گے۔"

فِيْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ (المرسلات:41)، اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (الرعد:35)، لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ (الزخرف:75)

"(پرہیزگار) سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اس کا پھل ہمیشہ رہتا ہے اور اس کا سایہ نہیں ڈھلتا۔ یہ انجام ہے ان کا (جو اپنے رب سے) ڈرتے رہے اور کفار کا انجام آگ ہے۔"

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ (القمر:48,47)

"بے شک مجرم گمراہی اور پاگل پن کا شکار ہیں۔ اس روز انہیں گھسیٹا جائے گا آگ میں منہ کے بل (اور انہیں کہا جائے گا) چکھو اب آگ میں جلنے کا مزہ۔"

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ سے لے کر وَجَمَعَ فَاَوْعٰى تک (المعارج: 11 تا 18)

"ہر مجرم تمنا کرے گا کہ کاش! بطور فدیہ دے سکتا آج کے عذاب سے بچنے کے لئے۔ اپنے بیٹوں کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے خاندان کو جو (ہر مشکل میں) اسے پناہ دیتا تھا...... الخ"

وہ سخت مشقت اور عذاب شدید میں ہوں گے نیز رب العالمین کی ناراضگی کا عذاب بھی انہیں دیکھنا پڑے گا۔

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (الحجر: 48)

"(مومنوں کو) نہیں پہنچے گی کوئی تکلیف اور نہ انہیں اس سے نکالا جائے گا۔"

ہاشمی شہزادہ اپنی جگہ سے اٹھا اور نوجوان کے گلے لگ کر رونا شروع کر دیا۔ اپنے ہم مشربوں سے کہا تم جاسکتے ہو۔ اپنے گھر کے صحن کی طرف آ گیا اور اس نوجوان کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ گیا اور اپنے شباب کے دن ضائع ہو جانے پر رونے دھونے لگا۔ اپنی ذات کے رائیگاں جانے پر نوحہ کرنے لگا۔ نوجوان اس کو نصیحت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اس نے اپنے رب سے پختہ عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی گناہ کی طرف نہیں جائے گا۔

اگلی صبح اس نے اپنی توبہ کا اعلان کر دیا اور مسجد و عبادت سے دل لگا لیا۔ سونے، چاندی، جواہرات اور ملبوسات کو بیچ کر صدقہ کر دیا۔ غصب شدہ جائیدادیں واپس لوٹا دیں، اپنی تمام جاگیر، غلام اور لونڈیاں فروخت کر دیں اور ان کی آمدن صدقہ کر دی۔ جن غلاموں نے آزادی پسند کی انہیں آزاد کر دیا۔

کھردرا اونی لباس پہننا اور نانِ جو کھانا شروع کر دیا۔ رات قیام میں اور دن روزے میں گزارتا۔ یہاں تک کہ (اس کے زہد کی وجہ سے) اس دور کے صالحین اس کے پاس آتے اور کہتے کچھ اپنی جان کا بھی خیال کرو۔ اس سے نرمی کرو کیونکہ ہمارا رب بڑا کریم ہے وہ تھوڑے کی بھی قدر کرتا ہے اور زیادہ ثواب عطا کرتا ہے۔

ہاشمی شہزادہ کہتا ناصحانِ محترم من آنم کہ من دانم میں اپنے آپ کو جانتا ہوں، میرا جرم بہت بڑا ہے میں نے رات دن اپنے مولیٰ کی نافرمانی کی (یہ کہہ کر) وہ خوب روتا پھر مدت بعد اس نے ننگے پاؤں پیدل حج کا ارادہ کیا۔ اس کے پاس ایک کھردرے کمبل، ایک آبخورے اور چرمی تھیلے کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچ گیا۔ حج ادا کیا اور مکہ میں ہی قیام پذیر ہو گیا۔

وہ رات کے وقت حطیم میں داخل ہوتا اور اپنی جان پر نوحہ کرتا اور کہتا میرے مالک میں نے اپنی خلوتوں میں تیرا دیدار نہ کیا۔ میری خواہشات ختم ہو گئی ہیں اب تھکاوٹ ہی باقی ہے۔ میرے لئے تیری ملاقات کے دن ہلاکت کے سوا کیا ہے؟ سب سے بڑی تباہی اور ندامت اس دن ہو گی جب سیاہ کاریوں اور شرمندگیوں سے بھرا ہوا میرا نامہ اعمال کھولا جائے گا بلکہ تباہی مجھ پر آپڑی ہے کہ تو مجھ سے ناراض ہے۔ میں نے تیرے احسان اور نعمت کے بدلے تیری نافرمانی کی حالانکہ تجھے میرے تمام افعال کا علم ہے۔ میرے آقا تیرے سوا کس کی طرف فرار ہو کر جاؤں اور تیرے سوا کس کی پناہ تلاش کروں۔

میرے آقا میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں بلکہ تیری مہربانی تیرے کرم اور تیرے فضل کی وجہ سے تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش اور تیری رحمت کا سوالی ہوں کیونکہ تقویٰ تیری طرف سے ہی ہے اور تو ہی مغفرت کرنے والا ہے۔

محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک رات میں طواف کر رہا تھا کہ ایک ہاشمی نوجوان کا نغمہ شیریں اور اس کی آہ و بکاء کی آواز سنی (اس دردناک آواز نے) مجھے جھنجھوڑا اور مضطرب کر دیا۔ میں نے طواف کو وہیں چھوڑا اور حطیم میں داخل ہو گیا۔ میں اسے نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے کہا میرے دوست تم کون ہو؟ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں تیری عمر تھوڑی ہے لیکن دل بہت زخمی ہے۔ دکھوں اور غموں کا تجھ پر غلبہ ہے۔ تیرے نوحے میں بلا کا سوز ہے اور آنسو ہیں کہ رکتے ہی نہیں۔

اپنی داستان بتا تمہیں کیا ہے؟ کیونکہ میں بھی بڑھاپے کے باوجود بڑا خطا کار ہوں اور

بہت سارے گناہ کیے ہیں۔ جوان نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا اور کہا کیا تو نے ہی مجھے نصیحت نہیں کی تھی جب میں اپنی گمراہی میں ڈوبا ہوا تھا اور نشہ حیرت میں مست تھا اور تیری طرف کوئی توجہ ہی نہ دیتا تھا میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن علی ہوں جس کو آپ نے بصرہ میں دیکھا تھا۔

(محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) نوجوان کے اس قول سے میں دہشت زدہ ہو گیا۔ میں اس کے قریب ہوا اور اسے گلے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی اور کہا میرا باپ تم پر فدا تم ابوالقاسم ہو؟ مجھے اپنا قصہ سناؤ۔ اس نے مجھے تمام احوال سے آگاہ کیا اور کہا خدا تم پر رحم کرے۔ میرے معاملے کو پوشیدہ رکھنا کیونکہ میں اپنا تعارف اور شہرت پسند نہیں کرتا۔ میرے نعمتوں، رحمتوں اور مہربانیوں والے مولیٰ نے مجھے میری غفلت سے بیدار کر دیا ہے اور مجھے میرے نفس کے عیوب دکھا دیے ہیں۔ اس لئے جن حالات میں آپ نے مجھے دیکھا تھا میں نے وہ تمام افعال چھوڑ دیے ہیں۔ اب میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہوں۔

آپ کا کیا خیال ہے میرا رب مجھے قبول فرمالے گا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرا مالک مجھ سے منہ نہ موڑ لے۔ آپ فرماتے ہیں اس کی گفتگو نے مجھے رلا دیا۔ میں نے کہا حبیبی تمہیں مبارک ہو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک توبہ کرنے والے جوان سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی نہیں۔

جب اس نے یہ بات سنی تو لوگوں کے ہجوم کے اندیشہ سے اپنی آہ ضبط کر لی اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اے طبیب (محمد بن سماک) میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ میں اس کے پیچھے گیا یہاں تک کہ وہ باب الحناطین سے نکلا وہ میری طرف متوجہ بھی تھا اور چل بھی رہا تھا۔ اس نے اپنے پیٹ پر کوئی چیز باندھ رکھی تھی۔ وہ دروازے کے قریب پہنچا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا اور بیٹھ گیا پھر کہا میں مدت سے تیری ملاقات کا شیدائی تھا تا کہ تو اپنی گفتگو کے مرہم سے میرے زخموں کا مداوا کرے۔

میں نے کہا اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی مہربانی سے سعادت مند بنا دیا ہے اور تمہیں غفلت کی نیند سے بیدار کر دیا ہے اس توفیق پر شکر ادا کر کے شاکرین میں سے ہو جا اور تم پر اس نے جو انعام کیا ہے اس کی وجہ سے اس کی حمد کرنے والا بن جا کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر عطا کرے گا جو تو نے اس کے خوف کی وجہ سے چھوڑا ہے۔

ابوالقاسم موت کو اپنی نگاہوں کا مرکز بنا لے اور جان لے کہ کل تیرے سامنے ایک راستہ آئے گا جس کو اللہ کے محارم سے بچنے والوں کے سوا کوئی عبور نہیں کر سکے گا اور وہاں ایسے پل ہوں گے جن کو ظلم سے ہاتھ کھینچنے والوں کے سوا اور کوئی طے نہیں کر سکے گا۔ ظلم کرنے والے ان پلوں سے آگ میں گر جائیں گے۔

أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا (کہف:29)

"گھیر لیا ہے انہیں اس آگ کی دیوار نے اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی کی جائے گی۔ ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) (اور اتنا گرم کہ) بھون ڈالتا ہے چہروں کو یہ مشروب بڑا ناگوار ہے اور یہ قرارگاہ بڑی تکلیف دہ ہے۔"

اپنی تیاری مکمل کر لو اور جواب کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ تمہیں ضرور جانا پڑے گا اور کس کی بارگاہ میں پیش ہونا پڑے گا؟ اس احکم الحاکمین اور عادل کی بارگاہ میں جو ظلم نہیں کرتا۔ وہ روزِ جزاء پورا پورا بدلہ عطا کرنے والا ہے اس دن مال اور اولاد کوئی نفع نہ دے گی مگر وہی بچے گا جو اللہ کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہو جائے گا۔

موسیٰ خاموش ہو کر یہ باتیں سن رہا تھا اور سوچنے والے کے انداز میں سر جھکائے ہوئے تھا۔ میں نے گمان کیا کہ وہ میری باتیں نہیں سن رہا۔ میں اس کے کمرے سے اٹھ کر آ گیا۔ صبح میں اپنی ضروریات کے لئے باہر چلا گیا۔ ظہر کے وقت میں طواف کر رہا تھا کہ لوگوں کو باب الصفاء کی طرف جاتے دیکھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا

ایک مسافر کا جنازہ ہے۔ میں نے جا کر نماز جنازہ پڑھی۔ میرے دل میں کچھ کھٹکا ہوا میں فوراً اس کے گھر گیا اور اس کے بارے میں پوچھا گھر والوں نے بتایا۔ اللہ تمہیں اجر عطا کرے کیا تو نے اس کا جنازہ نہیں دیکھا۔ میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور کہا پاک ہے وہ ذات وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

گھر والوں نے کہا کل رات تم ہی اس کے پاس تھے نا؟ میں نے کہاں ہاں۔ انہوں نے کہا جب تم اس گھر سے نکلے تو وہ لگاتار یہی کہہ رہا تھا۔ ہائے میرا دل میرا دل، میرے گناہ، میرے گناہ۔ فوادی فوادی ذنبی ذنبی۔ یہاں تک کہ رات گزر گئی اور وہ رو رہا تھا پھر وہ پر سکون ہو گیا۔ صبح ہم نے اسے نماز کے لئے جگایا تو وہ دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

جسم و جاں کی جدائی کے وقت اسے کسی نے نہ دیکھا نہ کسی نے اس کی آنکھیں بند کیں۔

(محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے ان سے پوچھا کیا تم اس جوان کو جانتے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں وہ ایک اجنبی مسافر تھا۔ ہمارے پاس آ گیا ہم نے اس جیسا نہ دیکھا نہ سنا۔

اس کی رات نماز پڑھنے اور اپنے گناہوں پر افسوس کرنے میں گزرتی۔ یوں لگتا تھا کہ گویا تمام بندوں کے گناہوں کے بارے میں صرف اسی سے سوال کیا جائے گا۔

اپنی آمدن اور خوراک کے بارے میں کسی کو نہ بتاتا نہ کسی کا احسان مند بنتا۔ میں نے پوچھا وہ کتنے عرصہ سے تمہارے پاس تھا۔ انہوں نے کہا دو حج کی مدت (یعنی دو سال سے) میں نے کہا تمہاری بجائے اللہ کی معرفت اس کے لئے بہتر ہے۔ (یعنی اگر تم نہیں جانتے تو رب تو اسے جانتا ہے۔)

70۔ جعفر برمکی کی توبہ

عبدالحمید کا بیان ہے میں جعفر بن یحیٰی بن خالد بن برمک کی محفل میں تھا۔ اسے مصر کا مال و متاع پیش کیا گیا اس وقت وہ ہاتھی دانت کے قبہ میں تھا اور اس قبے پر سفید ریشم چڑھایا

گیا تھا۔ دریں اثناء محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس تشریف لائے۔ جعفر نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے مجھے کوئی بات سنائیں۔ آپ نے فرمایا اے ابوالفضل! میں تمہیں نہ تو گزرے ہوئے لوگوں کی باتیں سناؤں گا اور نہ ہی زمانہ قدیم کے بادشاہوں کے قصے اور نہ ہی اکاسرہ (شاہانِ ایران) کی کہانیاں بلکہ میں تمہیں وہ بیان کروں گا جو چند سال پہلے میں نے خود دیکھا ہے۔ امیر المؤمنین کے چچازاد موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے بارے میں اور پھر اسے سارا قصہ سنا دیا۔

میں نے دیکھا کہ جعفر یہ سن کر کثرت سے رونے لگا اور یوں کہنے لگا یہ تمام کا تمام اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور سعادت کی وجہ سے تھا۔ اے اللہ جس طرح تو نے اسے اپنی اطاعت کی سعادت سے نوازا اور اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائی اور اس کی خود حفاظت فرمائی یہاں تک کہ تیرے ارادہ سے اس نے یہ سب کچھ حاصل کر لیا۔ ہمیں بھی اپنی رحمت سے اس کی توفیق عطا فرما۔ اے ارحم الراحمین اپنی مغفرت اور بخشش سے ہمارا خاتمہ بالخیر فرما پھر جعفر نے وہاں بیٹھے ہی ایک لاکھ (دینار) غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیئے۔

بہت کم مدت گزری تھی کہ ہارون الرشید اس پر ناراض ہو گیا اور اس کے قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ اس کے چار ٹکڑے کر کے سولی پر لٹکا دیئے جائیں۔ جعفر کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ جعفر کے بارے میں امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی ہو کیونکہ اس کا مثلہ کیا گیا حالانکہ وہ بہت سی اچھی صفات کا حامل تھا۔ اللہ کی راہ میں مال عطا کرنے والا تھا۔ لوگوں کی ضروریات پوری کرنے والا اور اچھا سلوک کرنے والا تھا۔ نیز بھائیوں (اور دوستوں) کے حقوق سے آگاہ تھا۔

71۔ حضرت ابوشعیب البراثیؒ (1) کے ہاتھ پر ایک امیرزادی کی توبہ

جعفر بن محمد بن نصیر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے (حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے) جنید بن محمد رحمۃ اللہ علیہم سے سنا۔

1۔ براثی بغداد میں ایک محلّہ کا نام ہے۔

فرماتے ہیں ابوشعیب رحمۃ اللہ علیہ پہلے شخص ہیں جو براثی میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس طرح کہ وہاں ایک جھونپڑے میں عبادت کیا کرتے تھے۔ محلات میں پلی ہوئی ایک لڑکی آپ کے قریب سے گزری۔ اس نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کا انداز عبادت وریاضت پسند آیا۔ وہ آپ کی اسیر ہوگئی اور دنیا سے کنارہ کشی کر کے ابوشعیب کی خدمت میں ہمیشہ کے لئے رہنے کا عزم کرلیا۔

وہ آپ کی خدمت میں آئی اور کہا میں آپ کی خادمہ بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تیرا اس طرح ارادہ ہے تو پہلے اپنی ہیئت تبدیل کر اور موجودہ حالات سے توبہ کرتا کہ تو راہِ فقر پر چلنے کے اہل ہو سکے۔ وہ لڑکی اپنی تمام جائیداد سے دستبردار ہوگئی اور عبادت والے (سادے) کپڑے پہن کر آپ کے پاس آگئی۔ آپ نے اس سے نکاح کرلیا۔

جب وہ ابوشعیب کے حجرے میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ انہوں نے نمی سے بچنے کے لئے ایک موٹا کپڑا نیچے بچھایا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگی جب تک آپ یہ بچھونا نہیں ہٹائیں گے میں اس حجرے میں نہیں رہوں گی کیونکہ میں نے آپ کو کہتے سنا ہے کہ زمین کہتی ہے اے ابن آدم آج تو میرے اور اپنے درمیان حجاب بنا رہا ہے کل تو میرے پیٹ میں ہوگا۔

لڑکی نے کہا میں نہیں چاہتی کہ اپنے اور زمین کے درمیان کوئی آڑ بناؤں۔ ابوشعیب نے اس کپڑے کو باہر پھینک دیا۔ وہ آپ کے ساتھ کئی سال تک رہی اور بڑے اچھے طریقے سے عبادت کی یہاں تک کہ دونوں باہمی تعاون کی فضا میں اس جہان سے کوچ کر گئے۔

72۔ واثق باللہ اور اس کے بیٹے مہتدی باللہ کی توبہ

احمد بن سندی خداد کہتے ہیں کہ احمد بن منیع کو یہ بات بتائی گئی اس وقت میں بھی موجود تھا اور سن بھی رہا تھا کہ صالح بن علی بن یعقوب ہاشمی نے اپنے بارے میں بتایا کہ:

ایک دفعہ میں امیر المؤمنین مہتدی باللہ کی مجلس میں حاضر ہوا اس وقت امیر المؤمنین کھلی کچہری میں مظلوموں کے معاملات اور حالات دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ میں نے

دیکھا کہ لوگوں کی شکایات از اول تا آخر آپ کے سامنے پڑھی جاتیں۔ آپ ان پر دستخط کا حکم دیتے پھر آپ کے سامنے پیش کی جاتیں اور مہر لگا کر اسی وقت متعلقہ آدمی تک پہنچا دی جاتیں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی اور اس کام کو میں نے بہت سراہا۔ میں نے خلیفہ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ خلیفہ نے بھی اس چیز کو جان لیا اور میری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ تین بار ایسا ہوا کہ جب خلیفہ نے دیکھا تو میں نے نگاہیں جھکا لیں اور اگر وہ کہیں اور مشغول ہوتا تو میں دیکھنا شروع کر دیتا۔

پھر خلیفہ نے کہا اے صالح تیرے دل میں ضرور کوئی بات ہے جو ہم سے کہنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ خلیفہ نے کہا اپنی جگہ تشریف رکھیں۔ یہاں تک کہ جب تمام لوگ چلے گئے تو حاجب سے کہا کہ صالح کو میرے پاس بھیج دینا۔ میں اندر گیا امیر المؤمنین کو دعا دی اور بیٹھ گیا۔

امیر المؤمنین نے کہا اے صالح بیان کرو جو تمہارے دل میں آیا ہے یا میں بیان کرتا ہوں کہ یہ بات تمہارے دل میں آئی ہے۔ میں نے کہا جیسے آپ کی مرضی۔ خلیفہ نے کہا تو نے ہمارے کام کو دیکھ کر پسند کیا ہے اور دل میں کہا ہے کہ ہمارا خلیفہ کتنا عظیم ہوتا اگر وہ قرآن کو مخلوق نہ سمجھتا۔

یہ سن کر میں گھبرا گیا پھر اپنے دل سے کہا، اے صالح کیا تو اپنی اجل سے پہلے مر سکتا ہے؟ اور کیا تمہیں دوبار موت آئے گی؟ اور کیا مزاح اور سنجیدگی میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔

میں نے کہا امیر المؤمنین جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہی میرے دل میں کھٹکا تھا۔ پھر آپ نے تھوڑی دیر سر جھکایا اور کہا تیرا بھلا ہو۔ مجھ سے سنو اور بخدا حق کے سوا تم اور کچھ نہیں سنو گے۔ میں نے کہا جناب آپ سے بڑھ کر حق بیان کرنے کا اور کون اہل ہو سکتا ہے کیونکہ آپ رب العالمین کے خلیفہ اور سید المرسلین ﷺ کے چچا کی اولاد ہیں۔

مہتدی باللہ نے کہا میں واثق باللہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل تھا۔ یہاں تک کہ (مشہور معتزلی) احمد بن ابی داؤد ہمارے پاس ایک شیخ کو

لے کر آیا۔ وہ شیخ شام کے سرحدی علاقے "اذنۃ" کے رہائشی تھے۔ شیخ کو واثق کے دربار میں پا بجولاں لایا گیا۔ حضرت شیخ ایک خوبرو، خوش قامت اور حسین بڑھاپے کے مالک تھے۔ میں نے دیکھا کہ واثق کو ندامت محسوس ہو رہی ہے اور دل نرم ہو گیا ہے۔ واثق باللہ نے ان کو اپنے قریب کیا تو شیخ نے انہیں ایک بہترین سلام اور دعا سے نوازا۔ واثق نے کہا تشریف رکھئے وہ بیٹھ گئے۔

واثق نے کہا اے شیخ! احمد بن ابی داؤد کے ساتھ مناظرہ کرو۔ شیخ نے کہا اے امیر المؤمنین ابی داؤد بدمذہب بھی ہے اور کمزور بھی میرے ساتھ مناظرے کی تاب نہیں لا سکے گا۔

یہ سننا تھا کہ واثق غصے سے بھر گیا اور کہا کیا احمد تیرے ساتھ مناظرے میں کمزور ہے۔ شیخ نے کہا امیر المؤمنین صبر کیجئے اگر آپ ہماری گفتگو پر ہمیں امان دے سکتے ہیں تو میں مناظرے کے لئے تیار ہوں۔

واثق باللہ نے کہا تمہیں امان ہے۔

شیخ نے کہا، اے احمد مجھے بتاؤ جو بات تم کہہ رہے ہو کیا یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ اس کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا۔ احمد نے کہا ہاں۔ تب شیخ نے کہا مجھے بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے بندوں کی طرف مبعوث فرمایا تو آپ ﷺ نے دین کے بارے میں کوئی چیز پوشیدہ رکھی؟ احمد نے کہا نہیں۔ شیخ نے فرمایا پھر کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہاری اس بات کی طرف امت کو دعوت دی؟ ابن ابی داؤد خاموش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا جواب دو لیکن وہ خاموش رہا۔ تب آپ واثق کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا امیر المؤمنین ایک نمبر ہو گیا۔

دوسری بار شیخ نے فرمایا احمد یہ تو بتاؤ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تکمیل دین، اتمام نعمت اور اسلام کے لئے پسندیدہ دین ہونے کا اعلان فرمایا تو کیا اللہ کا ارشاد سچا ہے کہ دین مکمل ہو گیا ہے یا تیرا قول سچا ہے کہ دین اس وقت تک نامکمل ہے جب تک تیرے

بتائے ہوئے اعتقاد پر یقین نہ کیا جائے۔ احمد اس بات پر بھی خاموش رہا۔ شیخ نے کہا امیر المؤمنین دو نمبر ہو گئے۔ امیر المؤمنین نے کہا ہاں دو نمبر ہو گئے۔

حضرت شیخ نے کہا احمد یہ بھی بتاؤ کیا حضور ﷺ اس بات کو جانتے تھے یا نہیں۔ احمد نے کہا ضرور جانتے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا حضور ﷺ نے لوگوں کو اس بات کی طرف بلایا؟ احمد خاموش ہو گیا۔ آپ نے پھر فرمایا امیر المؤمنین تین پوائنٹ ہو گئے۔

آخری مرتبہ حضرت شیخ نے فرمایا احمد تیرے اپنے بیان کے مطابق رسول اللہ ﷺ اس چیز کو جاننے کے باوجود خاموش رہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام نے علم ہونے کے باوجود سکوت اختیار فرمایا۔ آپ نے پھر واثق کی طرف توجہ کی اور فرمایا:

"امیر المؤمنین! میں نے پہلے کہا تھا کہ احمد بدمذہب اور ضعیف ہے۔ مناظرہ نہیں کر سکے گا۔"

امیر المؤمنین! اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات سے سکوت کی توفیق نہ دے جس بات سے سکوت اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عطا فرمایا تو اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس بات کی توفیق نہ عطا کرے جس کی بات کی توفیق اس نے ان ہستیوں کو عطا کی ہے۔ خلیفہ نے اس بات کی تائید کی اور کہا کہ حضرت شیخ کی بیڑیاں اتار لی جائیں۔ جب آپ کی بیڑیاں اتار لی گئیں تو آپ نے بیڑیوں کو پکڑ لیا۔ حداد نے بیڑیوں کو اپنی طرف کھینچا۔ واثق نے حداد سے کہا آپ کو بیڑیاں پکڑنے دو۔

آپ نے بیڑیوں کو اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا۔ واثق نے کہا جناب آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے آواز آئی ہے کہ میں یہ بیڑیاں اپنے وارثوں کو دے کر وصیت کروں کہ جب میں مر جاؤں تو یہ بیڑیاں میرے کفن میں رکھ دی جائیں تاکہ روزِ حشر میں اللہ کی بارگاہ میں اس ظالم سے بدلہ لینے کے لئے جھگڑ سکوں اور یہ کہہ سکوں.. میرے پروردگار اس بندے سے پوچھ کیوں اس نے مجھے قید سے دوچار کیا کیوں میری اولاد اور

میرے بھائیوں کو ناحق رلایا۔ یہ کہہ کر شیخ رو پڑے، واثق بھی رو پڑا اور سارا مجمع رو پڑا۔

بعد ازاں واثق نے کہا: "جو کچھ میری طرف سے آپ کو تکلیف پہنچی ہے، معاف کر دیجئے۔"

آپ نے فرمایا: "اے خلیفہ! میں نے پہلے روز سے ہی تمہیں معاف کر رکھا ہے رسول اللہ ﷺ کے احترام کی وجہ سے کیونکہ تم آپ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔"

اس کے بعد واثق نے کہا مجھے آپ سے ایک کام ہے آپ نے فرمایا اگر ممکن ہوا تو ضرور تعمیل ہوگی۔ واثق نے کہا آپ ہمارے پاس رہیں تا کہ ہم آپ سے اور آپ ہم سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ نے فرمایا امیر المؤمنین میرا اس جگہ واپس جانا جہاں سے اس ظالم نے مجھے نکالا ہے تیرے لئے میرے یہاں رہنے سے زیادہ سودمند ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف جا کر انہیں آپ کے حق میں بددعا سے روک سکوں گا کیونکہ جب سے میں وہاں سے نکلا ہوں میرے گھر والے آپ کے لئے بددعائیں کر رہے ہیں۔

واثق نے کہا، پھر کچھ ہدیہ قبول کر لیجئے تا کہ اپنی ضرورت میں اس سے مدد حاصل کر سکو۔

آپ نے فرمایا امیر المؤمنین میرے لئے یہ جائز نہیں کیونکہ میں صحت منداور غنی آدمی ہوں۔

خلیفہ نے کہا پھر کوئی اور حاجت طلب کرو۔ آپ نے فرمایا کیا تم اسے پورا کرو گے۔ اس نے کہا ہاں۔

آپ نے فرمایا مجھے سرحد کی طرف بھیج دو۔ خلیفہ نے کہا ٹھیک ہے۔ یہ سن کر شیخ نے کہا السلام علیکم اور اپنی راہ لی۔

مہتدی باللہ نے کہا میں نے حضرت شیخ کی گفتگو سن کر اپنے اعتقاد سے رجوع کر لیا اور میرا خیال ہے کہ واثق نے بھی رجوع کر لیا تھا۔

اس امت میں سے ایک گروہ کی توبہ کا بیان

73۔ حبیب ابی محمد کی توبہ

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری حبیب ابومحمد کے لئے دنیا چھوڑ کر آخرت پسند کر لینے کا سبب بن گئی۔ حبیب ابو محمد حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کا وعظ سنا۔ وہ وعظ و نصیحت ان کے دل میں گھر کر گئی۔ پس وہ اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کی ضمانت پر اپنے پہلے حالات سے تائب ہو کر نکل آئے۔ حبیب نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے خرید لیا اور چار قسطوں میں چالیس ہزار درہم صدقہ کئے۔ (اپنی جان کے بدلہ میں) دس ہزار درہم صبح سویرے صدقہ کئے اور کہا میرے مالک میں نے تجھ سے ان دراہم کے بدلے اپنی جان کا سودا کیا ہے پھر دس ہزار اور خرچ کئے اور کہا یہ دراہم اس توفیق پر شکرانہ ہیں جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی۔ اس کے بعد دس ہزار اور صدقہ کئے اور کہا اگر پہلے اور دوسرے دراہم قبول نہیں ہوئے تو مولا ان کو قبول فرمالے پھر دس ہزار اور صدقہ کئے اور کہا اگر تیسری مرتبہ صدقہ کئے جانے والے دراہم قبول ہو گئے ہیں تو یہ دس ہزار ان کا شکرانہ ہیں۔

74۔ زاذان الکندی کی توبہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ مضافات کوفہ میں ایک گاؤں کے پاس سے گزرے۔ آپ نے دیکھا کہ کچھ فاسق نوجوان شراب نوشی کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک مغنی (گانے والا) بھی تھا جس کا نام زاذان تھا۔ اس کی آواز بڑی رسیلی تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی آواز سنی تو فرمایا کتنی خوبصورت آواز ہے اگر اس کے ساتھ قرآن پڑھا جائے۔ یہ کہہ کر آپ چادر سر پر ڈالے آگے چلے گئے۔

زاذان نے آپ کی یہ بات سن لی اور کہا یہ شخص کون تھا۔ لوگوں نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحابی رسول علی صاحبہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس نے پوچھا آپ کیا فرما کر گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا آپ فرماتے ہیں کیا ہی اچھا ہوتا اگر ایسی خوبصورت آواز کے ساتھ کلام اللہ کی تلاوت کی جاتی۔

زاذان اسی وقت اٹھا۔ بربط کو زمین پر مار کر توڑ دیا اور جلدی دوڑ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور گردن میں کپڑا ڈال کر آپ کے سامنے رونے لگا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سینے سے لگا لیا اور دونوں رونے لگ گئے پھر آپ نے فرمایا میں کیسے اس شخص سے محبت نہ کروں جس (نوجوان) کو اللہ تعالیٰ نے پسند کرلیا ہے۔ اس نے اپنے رب کے حضور سچی توبہ کر لی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں رہنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ سے قرآن کریم سیکھا اور آپ سے علم کا بہت زیادہ حصہ پایا یہاں تک کہ اہل علم کا امام بن گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور دیگر سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔

75۔ مالک بن دینار کی توبہ

مالک بن دینار سے ہی روایت ہے، آپ سے توبہ کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں (پولیس میں) سپاہی تھا اور شراب نوشی میرا مشغلہ تھا۔ میں نے ایک خوبصورت کنیز خریدی۔ اس کنیز کے بطن سے میری ایک بچی پیدا ہوئی۔ مجھے اپنی بیٹی سے بڑی محبت تھی۔ جب وہ بڑی ہو کر زمین پر لڑھکنے لگی تو اس کے لئے میری محبت اور بڑھ گئی۔ وہ مجھ سے پیار کرتی میں بھی اس پر فدا تھا پھر میں جب بھی شراب اپنے سامنے رکھتا وہ بھی آ جاتی اور جام شراب چھینتے ہوئے میرے کپڑوں پر گرا دیتی۔ جب وہ دو سال کی ہو گئی تو مر گئی۔ اس کے غم نے مجھے دردمند بنا دیا۔

جب پندرہویں شعبان کی رات آئی اور وہ جمعہ کی رات تھی۔ میں نشے کی حالت میں ہی سو گیا اور عشاء کی نماز بھی نہ پڑھی۔ میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے۔ صور

پھونک دیا گیا ہے۔ مردے اپنی قبروں سے نکل رہے ہیں۔ مخلوقات کا ہجوم ہے ان میں میں بھی ہوں۔ میں نے اپنے پیچھے ایک آہٹ کی آواز سنی۔ مڑ کر دیکھا تو ایک نیلی اور سیاہ دھاریوں والا سانپ منہ کھولے بڑی تیزی سے میری جانب آ رہا تھا۔ میں نے خوفزدہ اور مرعوب ہو کر اس کے آگے آگے بھاگنا شروع کر دیا۔

راستے میں میری ملاقات پاکیزہ لباس اور پاکیزہ خوشبو والے ایک شیخ سے ہو گئی۔ میں نے اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا شیخ محترم مجھے اس سانپ سے بچا لیجیے، اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے۔ یہ سن کر شیخ رو پڑے اور کہا میں کمزور ہوں اور سانپ طاقتور ہے، میرے لئے تیری مدد ممکن نہیں۔ لیکن تیز تیز دوڑتا رہ شاید تیری نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کسی اور کو مقرر کر دے۔ میں سیدھا بھاگتا رہا یہاں تک کہ میدان قیامت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ وہاں سے میں نے آگ کے مختلف طبقات دیکھے اور اس ہولناک منظر کو بھی دیکھا قریب تھا کہ میں سانپ کے خوف کی وجہ سے آگ میں گر جاتا کہ اچانک ایک زوردار آواز آئی۔ پیچھے ہٹ جا تو دوزخی نہیں ہے۔ میں اس بات سے پرسکون ہو گیا پیچھے مڑا تو سانپ بھی میری طلب میں پیچھے آ گیا۔

میں دوبارہ شیخ کی خدمت میں آ گیا اور کہا جناب میں نے آپ سے عرض کیا تھا مجھے اس سانپ سے بچا لیں لیکن آپ نے میری کوئی مدد نہ کی۔ شیخ یہ سن کر رو پڑے اور کہا میں کمزور ہوں لیکن تم ان پہاڑ کی طرف چلے جاؤ کیونکہ اس میں مسلمانوں کی امانتیں ہیں اگر تیری امانت بھی وہاں ہوئی تو وہ تیری مدد کرے گی۔

میں نے دیکھا کہ وہ چاندی کا ایک گول پہاڑ ہے۔ جسے تراش کر اس کے اندر روشن دان بنائے گئے ہیں اور ان پر پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ ہر دروازے پر موتی اور یاقوت سے جڑے ہوئے سونے کے پٹ لگے ہوئے ہیں اور ریشمی پردے آویزاں ہیں۔

جب میں نے پہاڑ دیکھا تو لگاتار بھاگنے لگا سانپ بھی میرے پیچھے ہی تھا۔ یہاں تک کہ جب میں پہاڑ کے قریب پہنچا تو ایک فرشتے نے چلا کر کہا، پردے اٹھا دو اور دروازے

کھول دو اور دیکھو شاید اس غمناک کی یہاں کوئی امانت ہو۔ جو اسے اس دشمن سے نجات عطا کرے۔ کیا دیکھتا ہوں پردے اٹھا دیئے گئے ہیں اور دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور چاند جیسے خوبصورت بچے میرے قریب آ گئے۔ ادھر سانپ بھی میرے قریب آ گیا۔ میں اپنے انجام سے پریشان تھا کہ ایک بچے نے چلا کر کہا تمام اس شخص کے پاس پہنچو دشمن تو اس کے قریب آ گیا ہے۔

وہ گروہ در گروہ میرے پاس آتے گئے انہی میں میری بیٹی بھی تھی جب اس نے مجھے دیکھا تو رو پڑی اور کہا اللہ کی قسم یہ تو میرا باپ ہے پھر ایک نوری پنگھوڑے میں تیر کی تیزی کے ساتھ میرے پاس آ گئی۔ اس نے اپنا بایاں ہاتھ میری دائیں جانب بڑھایا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور دایاں ہاتھ سانپ کی طرف بڑھایا تو وہ بھاگ گیا۔ پھر اس نے مجھے بٹھایا اور خود میری گود میں بیٹھ کر اپنے دائیں ہاتھ سے میری داڑھی پکڑ لی اور کہا اے میرے باپ:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

(الحدید:16)

”کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لئے کہ جھک جائیں ان کے دل یاد الٰہی کے لئے۔“

میں نے گلوگیر آواز میں کہا جان پدر کیا تمہیں بھی قرآن کا علم ہے؟

اس نے کہا ابا جان ہم آپ سے زیادہ قرآن جانتے ہیں۔ میں نے کہا پھر مجھے اس سانپ کے بارے میں بتاؤ جو مجھے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ بچی نے کہا وہ تمہارا برا عمل تھا جسے تم نے خود طاقتور بنایا ہوا تھا وہ چاہتا تھا کہ تمہیں جہنم میں ڈبو دے۔ میں نے پوچھا وہ شیخ کون تھا جو راستے میں مجھے ملا تھا۔

اس نے کہا وہ تیرا نیک عمل تھا جسے تو نے خود اتنا کمزور کر دیا تھا کہ اس کے اندر برے عمل کے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی۔ میں نے پوچھا میری بیٹی اس پہاڑ میں تم کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا ہم مسلمانوں کے بچے ہیں۔ ہمیں یہاں رکھا گیا ہے ہم قیامت تک یہاں رہ کر

تمہارے آنے کا انتظار کریں گے تا کہ ہم تمہاری شفاعت کر سکیں۔

مالک بن دینار کہتے ہیں میں جب بیدار ہوا تو گھبرایا ہوا تھا میں نے شراب بہا دی جام سب توڑ دیئے اور اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی۔ یہ میری توبہ کا سبب تھا۔

76۔ داؤد طائی کی توبہ

محمد بن حاتم بغدادی فرماتے ہیں میں نے حمانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ داؤد طائی کی توبہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ وہ ایک قبرستان میں گئے جہاں ایک عورت کسی قبر کے پاس یہ شعر پڑھ رہی تھی:

مقیمٌ اِلٰی ان یبعث اللّٰهُ خَلْقَهٗ

لقاؤک لا یُرْجٰی وَأنتَ قریبٌ

تزیدُ بِلیً فی کلّ یومٍ ولَیْلَةٍ

وتُسلٰی کما تُبْلٰی وانتَ حبیبٌ۔

”اے صاحب قبر تو حشر تک یہاں ہی سویا رہے گا۔

تیرے قریب ہونے کے باوجود تیری ملاقات کی امید نہیں۔

ہر رات اور دن تیری بوسیدگی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

اور تیرے پرانا ہونے کی طرح تجھے بھلایا جا رہا ہے حالانکہ تو ہمارا دوست تھا۔“

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت داؤد رحمۃ اللہ علیہ پہلے فقہ سے اچھی طرح آگاہ نہیں تھے۔ وہ مسلسل علم حاصل کرتے رہے اور عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اہل کوفہ کے امام بن گئے۔

یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں داؤد طائی کو وراثت میں بیس دینار ملے اور انہوں نے بیس سال میں وہ دینار خرچ کیے۔ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ داؤد طائی روٹی کے ٹکڑے کوٹ کر پانی ڈال کر پیتے تھے اور کھانا نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے روٹی چبانے کی دیر میں پچاس آیات کی تلاوت کی جا سکتی ہے۔

ایک دن ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا آپ کے مکان کی چھت میں ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا بھتیجے میں اس مکان میں بیس سال سے رہ رہا ہوں لیکن چھت کی طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں۔ وہ لوگ فضول گفتگو کی طرح فضول دیکھنے کو بھی ناپسند کیا کرتے تھے۔

77۔ فضیل بن عیاض کی توبہ

ابراہیم بن لیث نخشی، علی بن خشرم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں مجھے فضیل بن عیاض کے پڑوسیوں میں سے ایک آدمی نے اس طرح بتایا کہ

فضیل بن عیاض اکیلے ڈاکہ ڈالا کرتا تھا۔ وہ ایک رات ڈاکے کی نیت سے نکلا تو آگے ایک قافلہ نظر آیا۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا اس گاؤں سے ایک طرف ہٹ جاؤ کیونکہ آگے ایک ڈاکو رہتا ہے جس کا نام فضیل ہے۔ فضیل نے یہ بات سنی تو لرز گیا اور کہا اے قافلہ والو! آرام سے گزر جاؤ۔ میں ہی فضیل ہوں قسم بخدا میں آئندہ گناہ سے بچنے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ پس اس نے سابقہ افعال سے توبہ کر لی۔

یہی بات دوسری طرح بھی مروی ہے کہ فضیل نے اس رات سارے قافلے کی میزبانی کی اور کہا تم فضیل کی طرف سے بالکل پر امن ہو جاؤ۔ خود ان کے لئے چارہ لینے گیا۔ واپسی پر ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ

(الحدید:16)

"کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لئے کہ جھک جائیں ان کے دل یاد الٰہی کے لئے۔"

فضیل نے کہا بلیٰ قد آن۔ ہاں وہ وقت آچکا ہے۔ یہی فضیل کی توبہ کی ابتدا تھی۔

ابراہیم بن الاشعث فرماتے ہیں میں نے ایک رات فضیل کو سورہ محمد (ﷺ) کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ وہ رو رہے تھے اور بار بار یہ آیت دہرا رہے تھے:

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ ۙ وَنَبۡلُوَا۟ اَخۡبَارَكُمۡ ۝۳۱ (محمد: 31)

"اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں تاکہ ہم دیکھ لیں تم میں سے جو مصروف جہاد رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں اور ہم پرکھیں گے تمہارے حالات کو۔"

آپ بار بار کہنے لگے ونبلوا أخبار کم کہنے لگے اگر تو ہمارے حالات کو آزمائے گا تو ہمیں رسوا کرے گا اور ہمارا پردہ چاک کرے گا۔ اگر تو ہمیں آزمائے گا تو ہمیں ہلاک کرے گا اور ہمیں عذاب دے گا۔

راوی کا بیان ہے میں نے تو آپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا۔ (اے فضیل) تو نے لوگوں کی خاطر خود کو مزین کیا اور لوگوں کے لئے بناوٹ اور ریا سے کام لیا تو یونہی نمائش کرتا رہا یہاں تک کہ لوگوں نے جان لیا کہ تو نیک آدمی ہے۔ انہوں نے تیری حاجات پوری کیں۔ تیرے لئے مجلس میں جگہ چھوڑی تیری تعظیم کی۔ تیرے لئے ناکامی ہے اگر تیرا مقصد یہی ہے تو تیرا حال بہت برا ہے۔

اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اگر تیرے لئے اجنبی بن کر رہنا ممکن ہو تو ایسا ہی کر۔ اگر تیری شہرت نہ بھی ہو تو اس وجہ سے تیرا کچھ بھی نقصان نہیں۔ اگر تیری تعریف نہ بھی کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر لوگ تیری مذمت کریں اور بارگاہ رب العزت میں تو قابل تعریف ہے تو اس مذمت سے تیرا کچھ نہیں بگڑتا۔

78۔ علی بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ بن عیاض کی توبہ

محمد بن خلف کہتے ہیں مجھے یعقوب بن یوسف نے یہ روایت بیان کی ہے کہ:

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ تھا جب نماز پڑھاتے اور ان کو علم ہوتا کہ ان کا بیٹا علی بھی ان کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو تلاوت کرتے جاتے رکتے نہیں تھے اور درد بھرے انداز میں آیاتِ خوف کی تلاوت نہ فرماتے اور جب پتہ ہوتا کہ آج علی مقتدی نہیں ہے تو بڑی عمدگی سے قرآن پڑھتے اور خوب حزن وخوف پیدا کرتے۔

ایک دن آپ نے سمجھا کہ علی آج پیچھے نہیں ہے تو آپ نے اس آیت کی تلاوت کی:

رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا وَ کُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّیۡنَ ﴿۱۰۶﴾

(المومنون:106)

"(معذرت کرتے ہوئے) کہیں گے اے ہمارے رب! غالب آ گئی تھی ہم پر ہماری بدبختی اور ہم گم کردہ راہ لوگ تھے۔"

راوی کا بیان ہے یہ آیت سن کر علی بے ہوش ہو کر گر گیا جب آپ کو علم ہوا کہ وہ پیچھے کھڑا تھا اور اب گر گیا ہے آپ نے قرأت میں اختصار کیا۔ لوگوں نے علی کی والدہ کو اطلاع دی اور کہا اسے اٹھا لائیے۔ آپ تشریف لائیں بیٹے کے منہ پر پانی چھڑکا تو اسے کچھ ہوش آیا۔ پھر آپ نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا آپ اس بچے کو قتل کر دیں گے۔

کچھ عرصہ گزرا ایک دن آپ نے سمجھا کہ علی مقتدی نہیں ہے۔ آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَ بَدَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمۡ یَكُوۡنُوۡا یَحۡتَسِبُوۡنَ (الزمر:47)

علی گر کر فوت ہو گیا۔ علی کے باپ نے قرأت مختصر کی۔ آپ کی والدہ کو اطلاع دی گئی اور کہا گیا کہ اسے اٹھا لائیے وہ آئیں اور علی کے منہ پر پانی چھڑکا لیکن وہ اپنے رب کے حضور پہنچ چکا تھا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

79۔ بشر بن حارث الحافی کی توبہ

محمد ابن دینوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے بشر حافی سے سنا جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی ابتدائی زندگی کیسی تھی؟ اب تو آپ کا نام اس طرح روشن و مشہور ہے جس طرح نبیوں کے نام ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ میں ایک گناہگار اور متعصب انسان تھا۔ ایک دن میں ایک راستے سے گزر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کاغذ گرا پڑا ہے میں نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس پر بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھا تھا۔ میں نے اسے صاف کیا اور اپنی جیب میں ڈال لیا۔ میرے پاس اس وقت دو درہموں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ میں عطر فروش

کے پاس گیا اور غالیہ (ایک مہنگی خوشبو) خریدی اسے اس کاغذ پر لگایا پھر میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا ایک کہنے والا کہہ رہا تھا:

"اے بشر بن حارث تو نے ہمارے نام کو راستے سے اٹھایا اور اس کو خوشبو میں بسایا۔ ہم تیرے نام کو دنیا و آخرت میں بلند کر دیں گے۔"

یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ بشر اپنے زمانہ غفلت میں اپنے گھر دوستوں کے ساتھ مے خواری میں مگن تھا کہ ایک نیک آدمی وہاں سے گزرا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک لونڈی باہر نکلی بندۂ مومن نے پوچھا اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام۔ اس نے کہا آزاد ہے۔ مرد صالح نے کہا تو نے سچ کہا اگر غلام ہوتا تو آداب بندگی اختیار کرتا اور لہو ولعب ترک کر دیتا۔

بشر نے بھی دونوں کی گفتگو سن لی اور جلدی سے دروازے پر آیا۔ اس وقت بشر برہنہ پا اور برہنہ سر تھا۔ لونڈی سے کہا تیرا خانہ خراب کس نے تیرے ساتھ یہاں گفتگو کی ہے۔ لونڈی نے ساری بات بتا دی۔ بشر نے پوچھا وہ شخص کس طرف گیا ہے۔ اس نے بتایا ادھر گیا ہے۔ بشر بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ یہاں تک کہ اس سے ملاقات ہوگئی اور عرض کیا جناب آپ ہی دروازے پر کھڑے ہوئے تھے اور کنیز سے گفتگو فرمائی تھی۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ بشر نے کہا دوبارہ فرمائیے۔ انہوں نے دوبارہ وہی بات کہی۔

بشر اپنے رخسار زمین پر رگڑنے لگا اور کہا نہیں بلکہ بشر غلام ہے۔ بشر اپنے رب کا بندہ ہے پھر اسی طرح برہنہ پا برہنہ سر پھرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ حافی (ننگے پاؤں والا) مشہور ہو گئے۔

آپ سے کہا گیا آپ جوتا کیوں نہیں پہنتے۔ آپ نے فرمایا کیونکہ میرے رب نے مجھے ننگے پاؤں توبہ کی توفیق عطا کی ہے لہٰذا میں مرتے دم تک اس حالت کو تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔

80۔ عظمت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

مفرج بن حسین الصعیدی فرماتے ہیں مجھے علی روذباری کی ہمشیرہ فاطمہ بنت احمد نے

یہ روایت بیان کی، کہ:

بغداد میں دس جوان رہتے تھے ان کے ساتھ دس نوعمر لڑکے بھی رہتے تھے۔ انہوں نے ایک لڑکے کو کسی کام کے لئے بھیجا اس نے تاخیر کر دی وہ اس پر سخت ناراض تھے۔ اتنے میں وہ لڑکا ہاتھ میں تربوز پکڑے ہوئے مسکراتا ہوا آنکلا۔ انہوں نے کہا ایک تو لیٹ آئے ہو اور پھر دانت نکال رہے ہو۔ اس نے کہا میں تمہارے پاس ایک بہت عجیب چیز لے کر آیا ہوں۔ اس تربوز کو بشر حافی نے اپنے ہاتھ سے چھوا ہے میں نے بیس درہم کا خرید لیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اس تربوز کو چوم کر آنکھوں پر لگانا شروع کر دیا۔

ان میں سے ایک نے کہا حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ کس چیز کی وجہ سے اس مقام تک پہنچے ہیں۔ سب نے کہا تقویٰ کی وجہ سے۔ اس نے کہا تم سب گواہ رہنا میں نے اپنے اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کر لی ہے۔ دوسرے تمام ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سارے کے سارے جہاد کے لئے طرطوس چلے گئے اور سب نے جام شہادت نوش کیا۔

محمد بن مخلد فرماتے ہیں مجھے ابوالفتح بن مخرق نے یہ روایت اس طرح بیان کی کہ:

ایک قوی الجثہ طاقتور مرد نے سرراہ ایک خاتون کو پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ میں چھری تھی جو بھی اس کے قریب جاتا اسے چھری سے کاٹنے کیلئے آگے بڑھتا۔ لوگ اس حالت خوف میں دیکھ رہے تھے اور عورت واویلا کر رہی تھی کہ بشر بن حارث وہاں سے گزرے اور اپنا کندھا اس شخص کے کندھے کے ساتھ ٹکرایا، وہ شخص زمین پر گر پڑا لوگ اس کے قریب گئے تو دیکھا کہ وہ پسینے سے شرابور ہے۔ عورت نے اپنی راہ لی۔ لوگوں نے اس شخص سے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے خود بھی معلوم نہیں۔ اتنی بات ہے کہ وہ شیخ یہاں سے گزرے ہیں انہوں نے اپنا کندھا میرے کندھے کے ساتھ ٹکرایا اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰہ ناظِرٌ الیک والی ما تعمل۔

''اللہ تجھے اور تیرے کرتوتوں کو دیکھ رہا ہے۔''

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے میرے پاؤں شل ہو گئے اور مجھ پر سخت ہیبت

طاری ہوگئی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا وہ بشر حافی ہیں۔ اس نے کہا ہائے میری خرابی۔ آج کے بعد حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ مجھے کس نظر سے دیکھیں گے۔ اسی دن اس کو بخار ہو گیا اور سات دن بعد فوت ہو گیا۔

81۔ بغداد کے ایک تاجر کی لوگوں کی عیب جوئی سے توبہ

ابو عبداللہ قاضی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ:

بغداد میں ایک تاجر میرا دوست تھا۔ وہ اکثر اہل تصوف کی مذمت میں لگا رہتا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے دیکھا کہ وہ صوفیاء کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور ان پر مال بھی خرچ کرتا ہے۔ میں نے کہا کیا تو ان سے بغض نہیں رکھتا تھا۔ اس نے کہا لیکن بات اس طرح نہیں تھی جس طرح میں سوچا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا میں نے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز ادا کی جب باہر نکلا تو دیکھا کہ بشر حافی تیزی سے مسجد سے نکل رہے تھے۔ میں نے دل میں کہا اس آدمی کو دیکھو جو اپنے آپ کو بڑا زاہد سمجھتا ہے حالانکہ چند گھڑیاں مسجد میں نہیں بیٹھ سکتا۔

یہ کہہ کر میں نے اپنا کام چھوڑ دیا اور کہا کہ میں دیکھوں حضرت صوفی کہاں جاتے ہیں، میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ نانبائی کے پاس گئے ہیں اور ایک درہم کی روٹی خریدی ہے پھر گوشت بھوننے والے کے پاس جا کر ایک درہم کا بھنا ہوا گوشت خریدا۔ میرا غصہ بڑھتا جا رہا تھا پھر وہ حلوائی کے پاس گئے اور ایک درہم کا حلوہ خریدا میں نے دل میں کہا خدا کی قسم جب یہ کھانے پینے کے لئے کہیں بیٹھا میں اس کے کھانے کی لذت خراب کر دوں گا۔ بشر حافی صحراء کی طرف نکل گئے۔ میرا خیال تھا کہ وہ سبزے اور پانی کی تلاش میں ہے۔ بشر حافی عصر تک چلتے رہے اور میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ ایک گاؤں میں داخل ہو گئے اس گاؤں میں ایک مسجد تھی جس میں ایک مریض تھا۔ حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ اس مریض کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس کے منہ میں لقمے ڈالنا شروع کر دیئے۔ میں اس گاؤں کی سیر کرنے کے لئے چلا گیا۔ کچھ لمحے بعد جب میں واپس آیا تو بیمار سے پوچھا بشر کہاں گئے۔ اس نے کہا وہ بغداد چلے گئے ہیں۔ میں نے کہا بغداد

یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے۔ اس نے کہا چالیس فرسخ (120 میل)۔

میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ میں نے کہا میں کیا کر بیٹھا ہوں میرے پاس کرایہ بھی نہیں ہے اور پیدل بھی نہیں چل سکتا۔ مریض نے کہا اس کے واپس آنے تک یہاں بیٹھو۔ میں آئندہ جمعہ تک انتظار کرتا رہا۔ اگلے جمعہ بشر تشریف لائے اور ان کے پاس مریض کے کھانے کی کوئی چیز تھی۔

جب آپ فارغ ہو گئے تو مریض نے کہا اے ابونصر (بشر حافی) یہ شخص بغداد سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور پچھلے جمعہ سے میرے پاس ہے اسے واپس گھر پہنچا دیجئے۔ آپ نے میری طرف غضب آلود نگاہ سے دیکھا اور کہا میرے ساتھ آئے کیوں تھے؟ میں نے کہا غلطی ہوگئی۔ انہوں نے فرمایا اٹھو اور چلو، میں مغرب تک چلتا رہا۔ جب ہم بغداد کے قریب پہنچے، آپ نے فرمایا بغداد میں تیرا محلہ کہاں ہے۔ میں نے کہا فلاں محلہ۔

آپ نے فرمایا جاؤ اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ اس کے بعد میں نے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اہل تصوف کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگا اور اب بھی اس پر قائم ہوں۔

82۔ ابو عبد رب کی توبہ

ولید بن مسلم، ابن جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ابو عبد رب دمشق کا سب سے مالدار شخص تھا۔ وہ بغرض تجارت آذربائیجان چلا گیا۔ اسے ایک نہر کے قریب چراگاہ میں رات آ گئی، وہ وہاں اتر پڑا۔

اس کا اپنا بیان ہے کہ میں نے چراگاہ کے ایک کونے میں حمد الٰہی کی آواز سنی جو مسلسل آ رہی تھی۔ میں اس طرف گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گڑھے میں ایک شخص چٹائی میں لپٹا ہوا نغماتِ حمد الاپ رہا ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا: بندۂ خدا تم کون ہو؟

اس نے کہا ایک مسلمان شخص ہوں۔

میں نے کہا کس حال میں ہو؟ اس نے کہا حالتِ نعمت میں ہوں جس کے شکرانے کے

طور پر حمد الٰہی لازم ہے۔

میں نے کہا کیسی نعمت تم تو چٹائی میں لپٹے ہوئے ہو؟

اس نے کہا میں کیسے حمد الٰہی نہ کروں حالانکہ اس نے مجھے بہترین انداز میں پیدا کیا ہے اور اسلام کو میرا مولد ومنشا (پیدائش اور تربیت کی جگہ) بنایا ہے۔

میرے اعضاء کو صحیح وسالم بنایا ہے اور میرے ان عیوب کو چھپایا ہے جن کا افشا مجھے ناپسندیدہ ہے۔ جس شخص کی شام اس حال میں ہو اس پر اس سے بڑھ کر اور نعمت کیا ہوگی؟

میں نے کہا خدا تیرا بھلا کرے تم میرے ساتھ آ جاؤ میں نہر پر اترا ہوا ہوں۔ اس نے کہا وہ کس لئے؟ میں نے کہا تا کہ تمہیں کھانا کھلاؤں اور ایسا لباس دوں جو تمہیں چٹائی سے بے نیاز کردے۔ اس نے کہا مجھے اس کی حاجت نہیں۔

ولید کا بیان ہے میرا گمان ہے کہ اس نے کہا میرے کھانے کے لئے گھاس ہی کافی ہے۔ ابوعبدرب نے کہا میرے ساتھ آ جاؤ لیکن اس نے کہا مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔

ابوعبدرب کا بیان ہے میں نے وہاں سے وطن واپس آنے کا ارادہ کرلیا میں خود کو بہت گھٹیا خیال کر رہا تھا کہ دمشق میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کے پاس مجھ سے زیادہ مال و دولت ہو اور میں پھر بھی زیادہ کی حرص میں گھر سے باہر جا رہا ہوں۔

میں نے کہا میرے اللہ میں اپنے بُرے حال سے توبہ کرتا ہوں۔ میں نے رات گزاری میرے ساتھیوں کو میرے ارادے کا علم نہیں تھا۔

جب صبح ہوئی انہوں نے حسب سابق کوچ کیا اور میری سواری مجھے دے دی۔ میں نے سوار ہو کر باگ دمشق کی طرف موڑ دی اور کہا اگر میں یہ تجارتی سفر جاری رکھوں تو میری توبہ سچی نہیں ہے۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے وجہ پوچھی۔

میں نے ساری بات بتا دی انہوں نے زور دے کر مجھے آگے جانے کو کہا لیکن میں نے انکار کردیا۔

ابن جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ابوعبدرب واپس آیا تو سارا سونا چاندی بیچ کر

مجاہدین کو سامانِ جنگ خرید کر دے دیا۔

ابن جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے ایک دوست نے بتایا کہ میں نے ایک عباء فروش سے عباء کی قیمت پوچھی اس نے سات درہم بتائی۔ میں نے کہا چھ درہم۔ دکاندار نے کہا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس دوست نے کہا دمشق کا رہنے والا ہوں۔ اس نے کہا کل جو بزرگ میرے پاس آیا ہے تم اس کی طرح نہیں ہو۔ اسے ابوعبدرب کہتے ہیں اس نے سات درہم کے حساب سے سات سو عبائیں خریدیں ہیں اور ایک درہم بھی کم کرنے کو نہیں کہا۔

اس بزرگ نے مجھے کہا کہ یہ عبائیں اٹھانے میں میری مدد کرو۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اس کے ساتھ بھیجا۔ اس نے وہ تمام عبائیں لشکر کے فقراء میں تقسیم کر دیں اور خود ایک عباء بھی اپنے گھر نہ لے گیا۔

ابن جابر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ:

ابوعبدرب نے اپنی جائیداد فروخت کی اور آمدن صدقہ کر دی پھر اپنا گھر بیچ کر صدقہ کر دیا۔ اس کی موت کے وقت اس کے پاس کفن کی قیمت کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔

وہ فرمایا کرتے تھے اگر یہ دریا سونے اور چاندی سے بھر کر بہنا شروع کر دے اور کہا جائے کہ جو چاہے جا کر اپنا دامن بھر لے تو میں پھر بھی اس کی طرف نہ جاؤں اور اگر کہا جائے کہ جس نے اس ستون کو چھو لیا اس کی موت آجائے گی۔

تو میں خدا اور رسول ﷺ کے شوق کی وجہ سے اٹھ کر اس ستون کو چھو لوں۔

83۔ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کی توبہ

محمد ابوالعباس احمد بن محمد بن صباح البزاز سے روایت ہے کہ مجھے قضاۃ میں سے ایک قاضی نے قعنبی کے ایک بیٹے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ قعنبی نے حضرت شعبہ علیہ الرحمۃ سے فقط ایک حدیث کے سوا اور کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ اس روایت حدیث کا قصہ کچھ اس طرح ہے کہ:

قعنبی نبیذ پیتا تھا اور نوخیز لڑکوں کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ ایک دن اس نے لڑکوں کو بلا بھیجا اور خود دروازے پر بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں حضرت شعبہ علیہ الرحمۃ اپنے گدھے پر سوار ہو کر گزرے اور لوگ ان کے پیچھے (شوق کی وجہ سے) تیز تیز دوڑ رہے تھے۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ شعبہ ہیں۔

اس نے کہا شعبہ کیا شے ہے؟ لوگوں نے کہا شعبہ محدث ہیں۔

قعنبی رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ اس وقت وہ سرخ تہبند باندھے ہوئے تھے۔

حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے حدیث بیان کیجئے۔

آپ نے فرمایا تو اصحاب حدیث میں سے (لگتا) نہیں کہ تمہیں حدیث بیان کروں۔ قعنبی رحمۃ اللہ علیہ نے چھری ہوا میں لہرائی اور کہا یا حدیث بیان کر یا میں تمہیں زخمی کر دوں گا۔

حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حدثنا منصور عن ربعی عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ اذا لم تستحی فاصنع ماشئت۔

"حضور ﷺ نے فرمایا جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔"

قعنبی رحمۃ اللہ علیہ نے چھری پھینک دی اور گھر لوٹ آئے اور جتنی شراب اکٹھی کی ہوئی تھی اس کو بہا دیا اور اپنی والدہ سے کہا، ابھی ابھی میرے شرابی دوست آئیں گے تم انہیں گھر میں بٹھا کر کھانا پیش کرنا۔ جب کھانے سے فارغ ہو جائیں تو جس طرح میں نے شراب کے ساتھ کیا ہے انہیں بتا دینا تا کہ وہ واپس چلے جائیں۔

حضرت قعنبی رحمۃ اللہ علیہ خود مدینہ شریف چلے گئے اور مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے اور ان سے احادیث روایت کیں پھر بصرہ آ گئے لیکن اس وقت حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما چکے تھے۔ مذکورہ حدیث کے سوا قعنبی نے شعبہ سے کوئی اور حدیث نہیں سنی۔

84۔ عکبر الکردی کی توبہ

بشر بن حارث (بشر حافی علیہ الرحمۃ) کے حوالے سے یہ واقعہ میں نے ملتقط (نامی کتاب) سے پڑھا ہے کہ میں عکبر الکردی کے پاس گیا اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی توبہ کا اصل سبب کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں ایک ڈاکو تھا۔ ایک ایسی کھوہ میں بیٹھ جاتا جس کا منہ اوپر سے تنگ تھا اور وہ نیچے سے کشادہ تھی۔ اس جگہ کھجور کے تین درخت تھے۔ ایک درخت پر پھل نہیں لگتا تھا۔

اچانک میری نظر ایک چڑیا پر پڑی جو پھلدار درخت سے کھجوریں توڑ کر بے پھل درخت کی طرف لے جاتی۔ میں چڑیا کے اس عمل کو دیکھتا اور گنتا رہا، دس مرتبہ چڑیا نے اس طرح کیا۔

میرے دل میں کچھ کھٹکا ہوا میں نے اپنے آپ سے کہا اٹھ کر دیکھو تو سہی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا کیا دیکھتا ہوں کھجور کی چوٹی پر ایک اندھا سانپ بیٹھا ہے اور چڑیا اس کے منہ میں کھجوریں ڈال کر آ جاتی ہے۔

میں رو پڑا اور کہا میرے مولا یہ سانپ ہے جسے تیرے نبی ﷺ نے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے تو نے اس کی بینائی سلب کی تو نے اس کی خوراک کے لئے چڑیا کو مقرر کر دیا اور میں تیرا بندہ ہوں تیری توحید کا اقرار کرنے والا تو نے مجھے ڈاکے ڈالنے اور مسافروں کو خوفزدہ کرنے پر لگا دیا ہے۔

میرے دل سے آواز آئی:

''اے عکبر! تیرے لئے (بھی رحمت کا) دروازہ کھلا ہے۔''

میں نے اسی وقت تلوار توڑ دی، سر پر مٹی ڈال لی اور پکارنے لگا۔

''معافی، معافی اسی وقت ہاتف نے کہا ہم نے تمہیں معاف کیا، ہم نے تمہیں معاف کیا۔''

میرے ساتھی ہوشیار ہو گئے۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے تو نے ہمیں پریشان کر

دیا ہے۔ میں نے کہا میں بھٹکا ہوا تھا اب صحیح ہو گیا ہوں۔ انہوں نے کہا ہم بھی بھٹکے ہوئے تھے اب صحیح ہو گئے ہیں۔ ہم نے ڈاکوؤں والا لباس اتار دیا اور (لوٹے ہوئے مال سے) ہاتھ روک لئے۔

ہم تین دن تک روتے چلاتے اور حیران و سرگرداں رہے۔ تیسرے دن ہم گاؤں میں آئے تو دیکھا کہ ایک نابینا عورت شہر کے دروازے پر بیٹھی ہے۔ اس نے پوچھا تم میں عکبر الکردی ہے؟ ایک ساتھی نے کہا ہاں ہے تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ عورت نے کہا تین راتیں گزر گئی ہیں۔ ہر رات خواب میں نبی کریم ﷺ مجھے فرماتے ہیں اپنے بیٹے کے مال میں سے عکبر الکردی کو کچھ عطا کرو۔ اس نے ہمیں ساٹھ کپڑے عطا کئے ہم نے بعض کو بطور تہبند استعمال کیا اور اپنے گھر آ گئے۔

85۔ صدقہ بن سلیمان جعفری کی توبہ

صدقہ بن سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ مجھے قبیح افعال کی لت پڑ گئی تھی۔ جب میرے باپ کی وفات ہوئی تو میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اپنے کرتوتوں پر شرمندہ ہوا۔

اس کے بعد میں نے پھر ایک گناہ کیا۔ خواب میں میں نے اپنے باپ کو دیکھا تو انہوں نے کہا میرے بیٹے تیری توبہ سے مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ تیرے اعمال مجھے دکھائے جاتے تھے۔ وہ اعمال صالحین کے اعمال کی طرح تھے۔

خالد کا بیان ہے اس کے بعد اس (صدقہ بن سلیمان) نے خشوع و خضوع سے توبہ اور عبادت کی کیونکہ وہ کوفہ میں ہمارے پڑوسی تھے میں نے سنا کہ وہ اپنی دعائے سحر میں کہتے:

اَللّٰھُمَّ اَسْاَلُکَ اِنَابَۃً لَا رَجْعَۃَ فِیْھَا وَلَا حَوْرَ یَا مُصْلِحَ الصَّالِحِیْنَ وَھَادِیَ الْمُضِلِّیْنَ وَرَاحِمَ الْمُذْنِبِیْنَ۔

"اے اللہ، اے صالحین کی اصلاح کرنے والے۔ اے گمراہوں کو ہدایت عطا کرنے والے اور مجرموں پر رحم کرنے والے۔ میں تم سے ایسی توبہ کا سوال کرتا ہوں جس میں بدعہدی اور نقص نہ ہو۔"

86۔ ذوالنون مصری کی توبہ

یوسف بن حسین کا بیان ہے جب میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے مانوس ہو گیا تو ان سے کہا شیخ مکرم آپ کے ابتدائی احوال کیسے تھے؟ آپ نے فرمایا میں ایک کھلنڈرا نوجوان تھا پھر میں نے لہو ولعب سے توبہ کی اور بیت اللہ شریف کی طرف حج کے ارادے سے نکلا۔ میرے ساتھ میرا مختصر سامان بھی تھا۔ میں مصری تاجروں کے ساتھ کشتی پر سوار ہو گیا۔ ہمارے ساتھ ایک چمکتے ہوئے چہرے والا خوبصورت جوان بھی سوار ہو گیا۔ جب ہم دریا کے وسط میں پہنچے تو پتہ چلا کہ صاحب مرکب (جہاز یا کشتی والے) کا مال سے بھرا ہوا تھیلا گم ہو گیا ہے۔ اس نے جہاز روکنے کا حکم دیا اور تمام سواریوں کے سامان کی تلاشی کا حکم دیا۔

جب تلاشی لینے والے اس خوبرو جوان کے قریب آئے تو جوان نے سواری سے دریا میں چھلانگ لگا دی اور موجوں کے اوپر بیٹھ گیا۔ یوں لگتا تھا کہ پانی کی موجیں اس کے لئے تخت بن گئی ہیں۔ ہم سواری میں بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔

نوجوان نے کہا میرے مولا ان لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی ہے۔ میرے حبیب جاں میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تو اس پانی میں رہنے والی تمام مخلوق کو حکم دے کہ وہ پانی سے سر نکالے اور ان کے مونہوں میں جواہرات ہوں۔

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابھی اس نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ ہم نے دیکھا کہ بحری جانور جہاز کے آگے سر نکالے اور مونہوں میں چمکتے دمکتے موتی لئے ہوئے نکل آئے ہیں پھر نوجوان نے موج سے اتر کر پانی کی سطح پر بڑے ناز سے چلنا شروع کر دیا اور وہ اس طرح کہہ رہا تھا:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ:5)

وہ نوجوان میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اسی چیز نے مجھے سیاحت پر برانگیختہ کیا۔ مجھے حضور ﷺ کا یہ ارشاد یاد آ گیا:

لَا يَزَالُ فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ ثَلَاثُوْنَ ، قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ اِبْرَاهِيْمَ

خَلِيلِ الرَّحمٰن، كُلَّمَا مَاتَ وَاحِدٌ اَبدل اللّٰهُ مكانَه واحداً۔

''اس امت میں ہر وقت تیس ایسے صالحین ہوں گے جن کے دل اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہوں گے۔ ان میں سے اگر ایک وفات پائے گا تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کی جگہ مقرر فرما دے گا۔''

87۔ایک شرابی کی توبہ

ابن باکویہ کہتے ہیں مجھے بکران بن احمد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں میں نے یوسف بن حسین کو کہتے سنا۔ وہ فرماتے ہیں میں ذوالنون مصری کے ساتھ ایک بہت بڑے تالاب کے کنارے پر موجود تھا۔ میں نے تالاب کے کنارے ایک غیر معمولی عظیم الجثہ بچھو دیکھا۔ اچانک ایک بہت بڑا مینڈک نکلا۔ بچھو اس مینڈک پر سوار ہو گیا۔ مینڈک نے تیرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس نے تالاب عبور کر لیا۔

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس بچھو کا معاملہ بہت عجیب لگتا ہے آؤ اس کے پیچھے چلیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شرابی نشے کی حالت میں سویا ہوا ہے اور ایک سانپ اس کے پاؤں کی جانب سے سینے پر چڑھ آیا ہے اور اس کے کانوں کو تلاش کر رہا ہے۔ بچھو سانپ پر غالب آ گیا اسے ڈنگ مارا اور سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بچھو دوبارہ تالاب کی طرف لوٹ آیا تو مینڈک پھر آ گیا۔ بچھو اس پر سوار ہو کر تالاب عبور کر گیا۔ ذوالنون نے شرابی کو جگایا اس نے آنکھیں کھولیں، آپ نے فرمایا اے نوجوان دیکھ اللہ تعالیٰ نے تجھے کس مصیبت سے بچایا ہے۔ بچھو نے آ کر اس سانپ کو مار ڈالا ہے جو تجھے ڈسنے کے لئے آیا تھا۔

پھر آپ نے یہ شعر پڑھے:

يا غافلاً والجليلُ يحرُسُهُ   مِنْ كُلّ سوءٍ يدبّ فى الظلم

كيف تنام العيونُ عن ملك   تاتيهِ منه فوائد النعم

''اے شاہراہِ ظلم پر غفلت سے چلنے والے۔ تیرا مالک تجھے ہر شر سے بچا رہا

ہے۔ اس بادشاہ سے آنکھیں کیسے موندی جا سکتی ہیں۔ جس کی بے حساب نعمتوں کے فوائد ہر وقت تجھے پہنچ رہے ہیں۔"

نوجوان شرابی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا، میرے پروردگار نافرمانوں پر تیرا یہ کرم ہے تو اطاعت گزاروں پر تیری مہربانیوں کا عالم کیا ہوگا؟

پھر وہ اٹھ کر بھاگنے لگا میں نے کہا کدھر جا رہے ہو؟ اس نے کہا جنگل کی طرف جا رہا ہوں قسم بخدا اب شہر کی طرف کبھی نہیں آؤں گا۔ (جنگل میں رہ کر عبادت کروں گا۔)

88۔ مرتعش کی توبہ

ہناد بن ابراہیم کہتے ہیں میں نے ابوعبدالرحمٰن السلمی کو سنا وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

مرتعش، نیشاپور کا ایک سوداگر تھا۔ اپنے ابتدائی حالات بیان کرتے ہوئے مرتعش نے بتایا کہ میں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ دفعتاً ایک نوجوان میرے سامنے آیا جس کے سر پر چیتھڑوں بھری چادر اور جسم پر پیوند لگا لباس تھا۔ اس نے بڑے لطیف انداز میں مجھ سے خیرات کا سوال کیا۔

میں نے دل میں کہا طاقتور اور تندرست نوجوان ہے (اور پھر بھیک مانگ رہا ہے) میں نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔

اس پر نوجوان نے ایک ایسی چیخ ماری جس نے مجھے سراسیمہ کر دیا۔ اس نے کہا:

اعوذ باللہ مما خطر فی سرک۔

"تیرے باطن میں جو کچھ کھٹکا ہے میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

مرتعش کا بیان ہے میں یہ بات سن کر بے ہوش گیا۔ میری لونڈی نے مجھے دیکھ لیا وہ بھی آ گئی اور میرے گرد لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ کافی دیر بعد مجھے ہوش آیا۔ جب ہوش آیا تو نوجوان جا چکا تھا مجھے اپنے کیے پر حسرت ہوئی۔

میں نے خواب میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا

آپ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے سائل کو رد کر دے اللہ اس کا سوال نہیں پورا کرتا۔ مرتعش فرماتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو سارا مال اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا اور خود نیشاپور کو خیر باد کہہ دیا۔ پندرہ سال بعد مجھے میرے باپ اور بھائی کی وفات کی خبر ملی لیکن میں پھر بھی نیشاپور نہ آیا پھر وہ نوجوان بھی کبھی کبھی میرے پاس آیا کرتا تھا۔ مرتے دم تک ہم نے ایک دوسرے کی ملاقات ترک نہ کی۔

89۔ عبدالرحمٰن القس (1) کی توبہ

خلاد بن یزید کہتے ہیں میں نے مکہ میں اپنے شیوخ سے یہ بات سنی۔ حضرت سلمان رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی شیوخ سے ہیں وہ اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ اہل مکہ کا اس بات پر اتفاق تھا کہ عبدالرحمٰن القس مکہ کے بہترین عبادت گزار اور دنیا سے کنارہ کش انسان تھے۔ ایک دن وہ سلامۃ (2) کے قریب سے گزرے جو ایک قریشی کی لونڈی تھی۔ اس کے گانے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تو رک گئے اور سننے لگے۔

لونڈی کے مالک نے آپ کو دیکھا تو کہا کیا آپ اندر نہیں تشریف لا سکتے تاکہ یہاں بیٹھ کر گانا سنیں۔ آپ نے انکار کر دیا۔

وہ اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ "آپ" اندر جانے کے لئے تیار ہو گئے اور کہا مجھے اس جگہ بٹھا دو جہاں سے نہ میں "سلامہ" کو دیکھ سکوں اور نہ وہ مجھے دیکھ سکے۔

اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ جب عبدالرحمٰن بیٹھ گئے لونڈی نے گانا شروع کیا تو "قس" کو گانا بہت پسند آیا۔

قریشی نے کہا کیا میں آپ کو اس کے پاس نہ پہنچا دوں۔ آپ نے انکار کیا لیکن پھر مان گئے اب جناب عبدالرحمٰن سلامہ کا ترانہ اس کے روبرو بیٹھ کر سن رہے تھے۔ لذت سماع نے اتنا مسحور کیا کہ دونوں ایک دوسرے کو دل دے بیٹھے۔ اہل مکہ کو بھی اس بات کا علم ہو گیا۔

1۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بہت بڑے عابد اور مشہور تابعی ہیں کثرت عبادت کی وجہ سے "قس" ان کا لقب پڑ گیا۔

2۔ سلامہ، عرب کی مشہور اور ماہر مغنیہ اور شاعرہ عورت۔

ایک دن سلامہ نے عبدالرحمٰن سے کہا بخدا میں تم سے محبت کرتی ہوں۔اس نے کہا اسی رب کی قسم میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔(کچھ سطور کا ترجمہ دانستہ حذف کیا گیا ہے، مترجم)

لونڈی نے کہا خلوت کی گھڑیاں میسر ہیں (آجاؤ) کون روکتا ہے؟

عبدالرحمٰن نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

(الزخرف:67)

''گہرے دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے بجز ان کے جو متقی (اور پرہیزگار) ہیں۔''

میں نہیں چاہتا کہ تیری میری آج کی دوستی قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے۔

لونڈی نے کہا تیرا کیا خیال ہے جب ہم توبہ کرلیں گے تو تیرا اور میرا رب ہمیں قبول نہیں کرے گا؟ آپ نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا خبر ہم توبہ کئے بغیر اچانک مرجائیں۔

پھر عبدالرحمٰن وہاں سے اٹھے حال یہ تھا کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے پھر کبھی ادھر نہ گئے اور پہلے کی طرح عبادت میں مشغول ہوگئے۔

90۔ابوالحارث الاوسی کی توبہ

ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ کسی زاہد شخص سے ابوحارث الاوسی نے پوچھا تمہیں پتہ ہے کہ میری توبہ کی ابتداء کیسے ہوئی۔اس نے کہا مجھے تو نہیں معلوم۔

ابوالحارث نے فرمایا میں چمکتے ہوئے چہرے والا ایک خوبصورت جوان تھا توبہ سے پہلے میں ایک دفعہ کہیں جارہا تھا کہ گزرگاہ پر میں نے ایک مریض کو پڑے ہوئے دیکھا۔ میں اس کے قریب گیا اور پوچھا تمہیں کوئی چیز کھانے کی خواہش ہے؟ اس نے کہا انار کھانا چاہتا ہوں۔میں نے انار لاکر اس کے سامنے رکھ دیا۔اس نے نگاہ میری طرف اٹھا کر کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں توبہ کی توفیق عطا کرے۔ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی کہ میرے دل کی دنیا بدل گئی میں نے لہو ولعب چھوڑ کر توبہ کرلی۔موت کا خوف مجھ پر طاری ہوگیا۔میں نے

اپنی ساری جائیداد اور رقم صدقہ کردی اور خود حج پر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ حج پر جاتے ہوئے فتنہ سے بچنے کے لئے میں رات کو سفر کرتا اور دن کو چھپ جاتا۔

ایک رات میں سفر کر رہا تھا کہ راستے میں کچھ شرابی بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو شراب چھوڑ کر مجھے بٹھا لیا پھر کھانا اور شراب مجھے پیش کیا۔ میں نے کہا مجھے قضائے حاجت کے لئے جانے دیا جائے انہوں نے ایک لڑکا میرے ساتھ بھیجا۔ جب میں تھوڑا دور آ گیا تو لڑکے سے کہا تو پیچھے ہٹ جا کیونکہ تیرے ہوتے ہوئے ستر کھولنے سے مجھے شرم آتی ہے۔ لڑکا پیچھے ہٹ گیا میں بھاگ کر جنگل میں چلا گیا۔

اچانک ایک درندہ میرے سامنے آ گیا۔ میں نے کہا میرے اللہ تو جانتا ہے میں کیا چیز چھوڑ کر آیا ہوں۔ اس درندے کے شر سے مجھے بچا۔ درندہ پیچھے ہٹ گیا۔ میں لوٹ کر سڑک پر آ گیا اور مکہ پہنچ گیا۔

مکہ میں بہت سے لوگوں سے فیض یاب ہوا ان میں سے ایک ابراہیم بن سعد علوی ہیں۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

91۔ ابوالفضل محمد ناصر السلامی کی اعتقادِ بدعت سے توبہ

الامام الحافظ ابوالفضل محمد بن ناصر بن محمد بن علی بن عمر السلامی کے اپنے حوالے سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں میں مدرسہ نظامیہ (بغداد) میں شافعی فقہاء سے قرآن حکیم کے بارے میں اکثر سنا کرتا تھا وہ کہتے کہ قرآن معنی کے اعتبار سے قائم بالذات ہے حروف اور اصوات یہ قدیم اور قائم بالذات پر دلالت (کرنے والے) ہیں۔ ان کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی یہاں تک کہ میں نے ان کی موافقت کرنا شروع کردی۔ ساتھ ہی میں جب بھی نماز پڑھتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ مجھے اپنے پسندیدہ ترین مذہب اور عقیدے کی توفیق عطا فرما۔

مدت دراز تک میں یہی دعا مانگتا رہا:

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنِیْ لِاَحَبِّ الْمَذَاھِبِ اِلَیْکَ وَاَقْرَبِھَا عندکَ۔

یہاں تک 484ھ ماہ رجب کی پہلی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ابن جردہ کی مسجد جو شیخ ابو منصور محمد بن احمد المقری الخیاط کی مسجد (کے نام سے مشہور) ہے میں اس مسجد کی طرف جا رہا ہوں لوگ مسجد کے دروازے پر اکٹھے ہو چکے ہیں۔ سب کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شیخ ابو منصور کے پاس تشریف فرما ہیں۔ میں بھی مسجد میں داخل ہو گیا اور اس کونے کی طرف جانے لگا جہاں شیخ ابو منصور بیٹھا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ شیخ ابو منصور اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک ہستی کے سامنے بیٹھے ہیں۔ اس شخصیت سے خوبصورت میں نے دیکھا ہی نہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح نبی کریم ﷺ کا حلیہ ہمیں بیان کیا گیا تھا۔ آپ سفید لباس زیب تن کئے ہوئے تھے اس لباس سے زیادہ سفید لباس میں نے دیکھا ہی نہیں اور آپ کے سر اقدس پر سفید عمامہ تھا۔ شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سامنے بیٹھے تھے۔ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا میرے سلام کا جواب بھی دیا گیا۔ نبی دو عالم ﷺ کی زیارت کی تاب نہ لا سکنے کی وجہ سے میں نہ جان سکا کہ کس نے میرے سلام کا جواب دیا ہے۔ میں ان دونوں ہستیوں کے سامنے بیٹھ گیا۔

میں نے نہ تو سوال کیا تھا اور نہ ہی کلام کا آغاز کیا لیکن حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم پر اس شیخ کے مذہب کی پیروی کرنا لازم ہے تین مرتبہ فرمایا:

علیک بمذھب ھذا الشیخ، علیک بمذھب ھذا الشیخ علیک بمذھب ھذا الشیخ۔

حافظ ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں تین بار قسم کھا کر اور تین بار اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہہ سکتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ اس طرح فرمایا اور ہر بار اپنے دائیں دست مبارک سے شیخ ابو منصور (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف اشارہ فرمایا۔

حافظ ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں بیدار ہوا تو میرا انگ انگ کانپ رہا تھا۔ میں نے اپنی والدہ رابعہ بنت شیخ ابو حکیم الخبری کو بلایا اور ساری بات عرض کر دی۔ انہوں نے فرمایا بیٹے یہ خواب تیرے لئے واضح اشارہ ہے اس پر اعتماد کر۔ جب صبح ہوئی تو میں نماز

فجر کے لئے جلدی جلدی شیخ ابومنصور کے پیچھے نماز پڑھنے کے ارادے سے گیا۔ جب ہم نے نماز ادا کر لی تو میں نے حضرت شیخ کی خدمت میں ساری بات عرض کر دی۔

حضرت شیخ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل پر رقت طاری ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا بیٹے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب (بھی) اچھا ہے۔ تم فروع میں مذہب شافعی پر عمل کرو اور اصول میں اصحاب حدیث اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کرو۔

میں نے عرض کیا جناب من، میں دورنگا نہیں بننا چاہتا۔ میں اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور اس کے انبیاء کو گواہ بناتا ہوں اور آپ کو بھی گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آج سے اللہ کے علاوہ میرا کسی پر عقیدہ اور دین نہیں اور اصول وفروع (دونوں) میں امام احمد (1) کے مذہب کے علاوہ میرا کسی پر اعتماد نہیں۔ شیخ ابومنصور نے میرا سر چوم لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے حضرت شیخ کا دست مبارک چوم لیا۔

ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے شیخ ابومنصور رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں بھی ابتداء میں شافعی ہی تھا۔ قاضی ابوطیب طاہر بن عبداللہ طبری کے پاس جا کر فقہ پڑھتا اور مذہب احمد بن حنبل کے خلاف ان سے دلائل سنتا۔

ایک دن میں شیخ ابوالحسن علی بن عمرو قزوینی (حنبلی) جو کہ زاہدین اور صالحین میں سے ہیں ان کی خدمت میں گیا تاکہ انہیں قرآن سناؤں۔ میں نے انہیں قرآن سنانا شروع کیا تو انہوں نے ایک یا دو مرتبہ میری قرأت قطع کر کے فرمایا:

قالوا وقلنا، وقلنا وقالوا فلا نحن نرجع الیھم ولا ھم یرجعون الی قولنا، ورجعنا الی عادتنا، فای فائدۃ فی ھذا؟

(فقیہ ایک دوسرے کے خلاف دلائل دیتے ہوئے یہ الفاظ کہتے ہیں، جو باہمی اختلاف کو ظاہر کرتے ہیں۔ شیخ قزوینی فرما رہے ہیں کہ ساری زندگی اس اختلاف میں گزر

1۔ حضرت شیخ ابومنصور رحمۃ اللہ علیہ امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار تھے۔ حضور ﷺ نے حافظ ابوالفضل کو حضرت شیخ ابومنصور رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کا حکم دیا تھا اس لئے انہوں نے کہا میں دورنگا نہیں بننا چاہتا بلکہ آپ کی طرح اصول وفروع میں حنبلی ہی رہنا چاہتا ہوں۔

گئی تو کیا فائدہ؟ مترجم)

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے دل میں کہا یہ الفاظ میرے لئے ہی کہے گئے ہیں۔ پس میں نے اختلاف میں مشغولیت چھوڑ کر ابوالقاسم خرقی کی کتاب ''مختصر'' پڑھنا شروع کر دی۔

فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے یقین میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور میں نے جان لیا کہ یہ وہ ثبات تھا جو حق کے عرفان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے اور میں اسی کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے بدعت کے اعتقاد سے نکال کر سنت کا اعتقاد عطا فرمایا اور اسی سے حسن خاتمہ اسلام اور سنت پر موت کا سوال ہے۔

92۔ ابوالحسن ہرقانی کی مذہب متکلمین سے توبہ

حافظ ابوالفضل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ صالح ابوالحسن علی بن مختار بن علی ہرقانی نے بیان کیا کہ میرا ایک دوست تھا جسے محمد بن خنیس کہتے تھے۔ وہ ابن باقلانی کی علم کلام پر لکھی ہوئی کتاب کے کچھ حصے ابو عبداللہ قیروانی کو سنایا کرتا تھا۔ میں نے بھی اپنے دوست کی موافقت کی۔ ایک رات میں نے خواب میں امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو (مشہور) صوفی شیخ ابوسعد کے اصطبل کی چھت پر دیکھا آپ تشریف فرما تھے اور آپ کے گرد لوگوں کا ایک حلقہ بنا ہوا تھا۔

ان میں سے کسی سے میں نے پوچھا یہ ہجوم کیسا ہے؟ اس نے کہا یہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ ہیں، کیا تو انہیں سلام نہیں کرے گا؟ میں وہاں آیا تو حلقہ توڑ کر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا السلام علیک یا مولای امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے دیکھا آپ کھڑے ہونے والوں کے سروں کے برابر بیٹھے ہوئے لگتے تھے۔ آپ نے مجھ سے ابتدا کی اور فرمایا تو عقیدہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا

ہاں میرے آقا۔آپ نے فرمایاعلیک باعتقاد احمد تم پر احمد بن حنبل کی تقلید لازم ہے۔میں نے عرض کیا حضور سر آنکھوں پر۔

پھر میرا وہ دوست آیا جس کے ساتھ جا کر میں علم کلام سنا کرتا تھا اس نے کہا آؤ ابوعبداللہ کے پاس پڑھنے کے لئے چلیں۔میں نے کہا آج مجھے ایک کام ہے۔

پھر میں شیخ ابومنصور کے پاس ان کی مسجد میں گیا اور انہیں خواب سنایا۔آپ نے فرمایا میرے قریب آؤ میں جب قریب ہوا تو آپ نے میری پیشانی چوم لی،خوش ہو کر فرمایا تو میری مراد ہے۔اپنے ساتھیوں کو بلایا اور مجھے فرمایا ان کو بھی اپنا خواب سناؤ۔میں نے انہیں بھی خواب سنایا تو ساتھیوں نے کہا اس پر (بطور شکرانہ کچھ کھلانا) لازم ہے۔شیخ نے فرمایا اس کی طرف سے میں فدیہ ادا کرتا ہوں۔آپ نے سونا نکالا اور اس سے کھانا اور کھجوریں خریدیں۔ہر حافظ قرآن کو دو روٹیاں اور ایک رطل کھجوریں عطا کیں اور حفظ کے ہر طالب علم کو ایک روٹی اور نصف رطل کھجوریں عطا فرمائیں۔

ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر میں نے قیروانی کے پاس جانا چھوڑ دیا۔اس کے بعد اس دن سے میں اللہ کے دین اور احمد بن حنبل اور اصحاب حدیث رحمۃ اللہ علیہم کے اعتقاد پر ہوں اور قیامت تک اسی پر قائم رہوں گا۔

تائبین کی ایک جماعت کے احوال کا بیان

93۔ منازل بن لاحق کی توبہ

یزید بن محمد بن سنان اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے سنا کہ:

میں ایک اندھیری رات میں اپنے والد گرامی (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا اس وقت لوگ سو چکے تھے اور آوازیں پرسکون ہو چکی تھیں کہ میرے والد گرامی نے دردناک اور دلسوز آواز میں ہاتف کی زبان سے یہ اشعار سنے:

یا من یجیب دعا المضطر فی الظلم
یا کاشف الضُّرِّ والبلویٰ مع السقم
قَد نام وفُدک حول البیت وانتبھوا
وانت علیک یا قیوم لم تنم
ھب لی بجودک فضل العفو عن جرمی
یا مَنُ الیه اشار الخلقُ فی الحرم
اِنُ کان عفوک لا یُدُرِکه ذوسرف
فمن یجودُ علی العامین بالکرم

"تاریکیوں میں پریشان حالوں کی دعا قبول کرنے والے پروردگار!
تو ہی تکلیف، دکھ اور بیماری دور کرنے والا ہے۔
تیری بارگاہ میں آنے والے کئی بار سوئے اور جاگے۔ لیکن اے قیوم! تیری آنکھ نیند سے پاک ہے۔

اپنے کرم سے میرے گناہ معاف فرما دے اے ذاتِ رب العالمین! تیری طرف ہی حرم میں تمام مخلوقات اشارہ کر رہی ہیں۔

اگر تیری بخشش کسی مجرم کے نصیب میں نہیں تو پھر گناہگاروں پر اپنے فضل سے کون مہربانی کرے گا۔"

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیٹا کیا تم اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے والے کی پکار سن رہے ہو۔ اس کو تلاش کرو شاید تم اسے میرے پاس لانے میں کامیاب ہو جاؤ۔ میں بیت اللہ شریف کے آس پاس اسے تلاش کرنے کے لئے گیا۔ مقام ابراہیم (علیہ السلام) کے قریب اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ میں نے کہا نبی ﷺ کے چچازاد بھائی کی بات سن جاؤ۔

اس نے اپنی نماز مختصر کی، میرے پیچھے آیا۔ میں اپنے والد گرامی کے پاس آیا تو عرض کیا ابا جان یہ ہے وہ آدمی۔ ابا جان نے فرمایا تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا میں ایک عرب ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام منازل بن لاحق ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے۔ اپنا قصہ بتاؤ۔

اس نے کہا اس شخص کا قصہ کیا ہوگا جسے گناہوں نے رسوا کر دیا ہو اور جسے عیوب نے تباہ کر دیا ہو اور وہ بحر عصیاں میں ٹامک ٹوئیاں کھا رہا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگلی بات میرے ذمے ہے تم اپنی داستان سناؤ۔

منازل نے کہا ایام جوانی میں مجھے لہو ولعب سے فرصت نہیں تھی۔ میرا باپ مجھے بہت نصیحت کرتا اور کہتا بیٹا جوانی کی لغزشوں اور غلطیوں سے پرہیز کر کیونکہ اللہ تعالیٰ کی گرفت ظلم کرنے والوں سے دور نہیں اور جب وہ مجھے زیادہ نصیحت کرتا تو میں اسے زیادہ مارتا۔ ایک دن اس نے بڑے اصرار سے مجھے نصیحت کی میں نے اسے اتنا مارا کہ اسے شدید درد ہوئی۔

اس نے قسم کھائی کہ وہ بیت اللہ شریف جائے گا اور غلاف کعبہ تھام کر میرے لئے بددعا کرے گا۔ وہ بیت اللہ شریف حاضر ہوا اور کعبہ کے پردے پکڑ کر یوں گویا ہوا۔

يا مَنْ اليه اتى الحجاج قد قطعوا

عرض المهامة مِن قربٍ ومن بعد

انّى اتيتک يا من لايخيّبُ مَنْ

يدعوهُ مبتهلاً بالواحد الصمد

هذا منازلُ لايرتدّ عن عققى

فخذ بحقي يا رحمان من والدى

وشل منه بحولِ مِنک جانبهُ

يا مَنْ تقدس لم يولد ولم يلدِ

"اے ذات پروردگار! جس کی طرف دور و نزدیک سے دشوار گزار راستے عبور کر کے حاجی آتے ہیں۔

اے واحد و صمد! میں بھی تیرے در پہ آیا ہوں اور تو خلوص سے دعا کرنے والوں کو مایوس نہیں کرتا۔

(میرا بیٹا) منازل میری نافرمانی سے رجوع نہیں کرتا۔

اے خداوند رحمان میری طرف سے میرے بیٹے سے بدلہ لے۔

اپنی طاقت سے اس کی ایک جانب شل کر دے۔

اے مقدس ذات! (کہ تو خود) بیٹا اور باپ ہونے سے پاک ہے۔"

منازل کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم ابھی میرے باپ نے اپنی بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ میرے جسم کا دایاں حصہ خشک ہو گیا پھر اس نے دائیں جانب سے کپڑا اٹھا کر دکھا دیا۔

وہ کہتا ہے میں نے واپس آ کر اپنے باپ کو راضی کرنے کے لئے منت سماجت کی۔ اس کے سامنے گڑگڑا کر معافی مانگی۔ جس مقام پر بددعا کی تھی وہیں جا کر دعا کرنے کے لیے بڑی مشکل کے بعد وہ رضامند ہوا۔ میں نے اسے ڈاچی پر سوار کیا اور خود اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ یہاں تک کہ جب ہم (مکہ کے قریب) وادی اراک میں پہنچے تو کسی درخت

سے ایک پرندہ اڑا جس سے ڈاچی بدک گئی اور میرے باپ کو پتھریلی زمین پر پھینک دیا۔ اس کے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ فوت ہو گیا۔ میں نے اسے وہیں دفن کر دیا اور مایوس ہو کر واپس آ گیا۔

سب سے زیادہ شرمناک بات یہ ہے کہ میں اپنے باپ کی نافرمانی کی وجہ سے سزا یافتہ مشہور ہو گیا ہوں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میرے والد گرامی نے فرمایا خوش ہو جا کہ تیرے پاس اللہ کی مدد آ پہنچی ہے پھر آپ نے دو رکعت نفل ادا کئے پھر آپ نے اسے فرمایا جسم کے خشک حصے سے کپڑا اٹھاؤ اور اس کے لئے کئی مرتبہ دعا فرمائی۔ وہ پہلے کی طرح بالکل صحیح ہو گیا پھر آپ نے فرمایا اگر تیرے باپ کے بددعا کرنے کے بعد (پھر راضی ہو کر) دعا کرنے سے پہلے میں تیرے پاس آ جاتا تو تیرے لئے کبھی بھی دعا نہ کرتا (مطلب یہ ہے کہ اگر تیرا باپ تیرے لئے دعا پر راضی نہ ہو گیا ہوتا تو میں تیرے لئے کبھی دعا نہ کرتا۔)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمارے والد محترم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمیں فرمایا کرتے تھے:

اِحْذَرُوْا دُعَاءَ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّ فِیْ دُعَائِهِمَا النَّمَاءُ وَالْاِنْجِبَارُ وَالْاِسْتِیْصَالُ وَالْبَوَارُ۔

"والدین کی بددعا سے بچتے رہنا کیونکہ والدین کی دعائے خیر میں برکت اور اصلاح ہے اور ان کی بددعا میں ہلاکت اور تباہی ہے۔"

94۔ دومتہ الجندل کی ایک عورت کی جادو سے توبہ

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے اور وہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دومتہ الجندل سے ایک عورت حضور ﷺ کے وصال سے تھوڑا عرصہ بعد حاضر ہوئی۔ وہ حضور ﷺ سے جادو کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ اُم المومنین نے اپنے بھانجے عروہ سے فرمایا میں نے

اس عورت کو اس قدر روتے دیکھا کہ مجھے اس پر رحم آ گیا۔ وہ کہہ رہی تھی میں تباہ ہو گئی۔

(اس کا قصہ یوں ہے کہ) اس نے بتایا اس کا خاوند کہیں دور چلا گیا۔ اس نے کہا اسی زمانے میں میرے پاس ایک بوڑھی عورت آئی۔ میں نے اس بوڑھی کے سامنے اس کے غائب ہونے کا شکوہ کیا۔

بڑھیا نے کہا جو کچھ میں کہوں اگر تم وہ کر سکو تو تمہارا خاوند تمہارے پاس آ جائے گا۔

رات کے وقت وہ بڑھیا دو سیاہ رنگ کے کتے لے کر آئی ایک پر میں سوار ہو گئی اور دوسرے پر وہ۔ تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ ہم "بابل" پر جا کر رک گئے۔ وہاں ہم نے دو مردوں کو ٹانگوں سے بندھے ہوئے لٹکے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تمہیں کونسی چیز لائی ہے؟ میں نے کہا جادو سیکھنے کے لئے آئی ہوں انہوں نے کہا ہم فتنہ و آزمائش ہیں۔ کافر نہ بنو واپس چلی جاؤ۔ میں نے انکار کر دیا تو انہوں نے کہا جاؤ اس تنور میں جا کر پیشاب کر دو۔ میں وہاں گئی تو گھبرا گئی اور پیشاب نہ کیا اور واپس لوٹ آئی۔

انہوں نے پوچھا حکم پر عمل کیا ہے میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے پوچھا کیا کوئی چیز نظر آئی؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا تو نے کیا ہی کچھ نہیں اپنے گھر چلی جاؤ کافر نہ بنو۔

میں نے انکار کیا تو انہوں نے کہا جاؤ اس تنور میں پیشاب کر آؤ میں گئی لیکن پھر ڈر گئی اور واپس آ گئی اور ان سے کہا میں پیشاب کر آئی ہوں۔ انہوں نے پوچھا کوئی چیز نظر آئی۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا تم نے جھوٹ بولا ہے تم نے کیا ہی کچھ نہیں۔ کافر نہ بنو لوٹ جاؤ۔

میں تنور پر آئی اور پیشاب کر دیا میں نے دیکھا کہ ایک مسلح شہسوار میرے وجود سے نکلا ہے اور آسمان کی طرف جا کر غائب ہو گیا ہے۔ اب میں ان دونوں کے پاس آئی اور کہا میں نے تمہارے کہنے پر عمل کیا ہے۔ انہوں نے کہا کوئی چیز نظر آئی۔ میں نے کہا، میں نے ایک مسلح شہسوار کو دیکھا ہے جو آسمان کی طرف چلا گیا ہے اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ انہوں نے کہا تو نے ٹھیک کہا۔ وہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے نکل کر چلا گیا۔ چلی جاؤ۔

میں نے اس عورت سے کہا مجھے تو کچھ معلوم نہیں کہ انہوں نے مجھے کیا کہا ہے۔ اس

نے کہا تم جو چاہو گی ہو جائے گا۔ یہ گندم لو اور اسے کاشت کر دو۔ میں نے اسے کاشت کیا اور کہا اُگ آؤ وہ اُگ آئی۔ میں نے کہا پھلدار ہو جاؤ اس پر خوشے آ گئے۔ میں نے کہا پک جاؤ، وہ پک گئی۔ میں نے کہا خشک ہو جاؤ وہ خشک ہو گئی۔ میں نے کہا دانے خوشوں سے نکل جائیں تو دانے خوشوں سے علیحدہ ہو گئے۔ میں نے کہا روٹی پک جائے تو فوراً روٹی پک گئی۔ جب میں نے دیکھا کہ میں جس شے کا ارادہ کرتی ہوں تو وہ ہو جاتی ہے۔ مجھے اس پر ندامت وشرمندگی ہوئی۔

اس نے کہا اُم المومنین خدا کی قسم میں نے اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کچھ اور کروں گی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تھوڑے دن بعد ہی اصحاب رسول علی صاحبہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے اپنے بارے میں پوچھا لیکن ان پر شدت غم طاری تھی وہ نہیں جانتے تھے کہ اسے کیا جواب دیں۔ اور ہر ایک خوفزدہ اور مرعوب تھا کہ اسے بغیر علم کے کوئی فتویٰ دے۔ سوائے اس کے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا کسی اور نے اس سے کہا۔ اگر تمہارے والدین یا ان میں سے ایک زندہ ہے۔۔ ابن زناد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) متقی اور پرہیزگار تھے اور اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے خلاف کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔

پھر ہشام نے کہا اس جیسی عورت اگر ہمارے پاس آئے تو احمق اور بے عمل مفتی فوراً فتویٰ دے دیں۔

95۔ لہو ولعب میں ڈوبے ہوئے ایک نوجوان کی توبہ

ہارون بن عبداللہ ثابت بنانی سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صلۃ بن اشیم رحمۃ اللہ علیہ صحرا میں جا کر ریاضت وعبادت کیا کرتے تھے۔ ہر روز ان کا گزر نوجوانوں کے ایک ایسے گروہ کے قریب سے ہوتا جو فضولیات میں مشغول ہوتے۔ آپ انہیں فرماتے مجھے ایسی قوم کے بارے میں بتاؤ جو سفر کا ارادہ تو کرے لیکن دن کے وقت اصل راہ سے بھٹک جائے اور رات کے وقت سو جائے کیا وہ قوم منزل مقصود تک پہنچ جائے گی؟ آپ جب بھی

وہاں سے گزرتے ان کو نصیحت کرتے۔ ایک دن گزرے تو یہی بات ان سے کہی ان میں سے ایک نوجوان نے کہا واللہ اس قوم سے مراد ہم ہی ہیں کیونکہ ہم دن کے وقت لغویات میں پڑے رہتے ہیں اور رات کے وقت سو جاتے ہیں پھر وہ حضرت صلۃ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل گیا اور صحرا کی طرف جا کر آپ کے ساتھ عبادت کرنے لگ گیا یہاں تک کہ اس کا وقت آخر آ گیا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

96۔ دنیا میں منہمک نوجوان کی توبہ

حسن بن ابی مریم عسکری جعفر بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بصرہ گئے۔ وہاں ہم گھوم رہے تھے کہ ہماری نظر ایک زیر تعمیر محل پر پڑی۔ وہاں ایک جوانِ رعنا بیٹھا تھا وہ اتنا خوبصورت تھا کہ اس سے حسین جوان میری نظر سے نہیں گزرا۔ وہی محل کی تعمیر میں ہدایات دے رہا تھا اس طرح کرو یہاں سے ایسے کرو وغیرہ۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا اس نوجوان، اس کے خوبصورت چہرے اور تعمیر پر اس کی حرص کو دیکھ رہے ہو؟

میری ذمہ داری زیادہ ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ اسے (دنیوی) محل کی حرص سے نجات عطا کرے شاید یہ جنتی جوان بن جائے۔

اے جعفر آؤ اس کے پاس چلتے ہیں۔ ہم اس کے پاس گئے اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا لیکن "مالک" رحمۃ اللہ علیہ کو نہ پہچان سکا۔ جب دوسروں نے اسے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کروایا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کوئی حاجت ہو تو بتائیں۔ آپ نے فرمایا تم نے اس محل پر کتنی رقم خرچ کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ اس نے کہا ایک لاکھ درہم۔ آپ نے فرمایا کیا تم یہ رقم اس سے بہتر محل کے بدلے مجھے نہیں دے سکتے۔ اس محل میں غلمان، خدام، قبے اور جواہر سے مرصع یاقوتی خیمے ہوں گے۔ اس کی مٹی زعفران کی ہوگی اور گارا کستوری کا ہوگا۔ تیرے اس محل سے زیادہ وسیع ہوگا۔ وہ محل کبھی خراب نہیں ہوگا کسی کے ہاتھوں نے اس کو چھوا نہیں ہوگا۔

کسی معمار کا تعمیر شدہ نہیں بلکہ رب جلیل کے کُنْ کہنے سے بنا ہوا ہوگا۔

نوجوان نے آپ سے کہا آج کی رات مجھے مہلت دیجئے اور کل صبح جلدی جلدی تشریف لائیے۔ جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ساری رات اس نوجوان کے بارے میں سوچتے ہوئے گزار دی۔ سحری کے وقت آپ نے بڑی عاجزی سے دعا کی۔ جونہی صبح ہوئی ہم اس کے پاس گئے۔ وہ نوجوان بیٹھا ہوا تھا جب اس نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور کہا کل آپ نے کیا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس پر عمل کرو گے؟ اس نے کہا ہاں پھر اس نے دراہم کی تھیلیاں منگوائیں اور آپ کے حکم پر دوات اور کاغذ بھی منگوایا اور لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ تحریر مالک بن دینار کی طرف سے فلاں بن فلاں کے لئے ضمانت ہے۔ میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ضامن ہوں ایک محل کا جس کی صفت میں نے بیان کر دی ہے۔ اس سے زیادہ عطا کرنا اللہ کی رضا پر موقوف ہے اور یہ تیرے اس محل کے بدلے ہوگا۔ تیرے اس مال سے میں نے جنت میں تیرے محل سے ایک وسیع محل خرید لیا ہے جو گھنے اور لمبے سائے سے بھی زیادہ وسیع ہوگا اور وہ محل رب العزت کے قرب میں ہوگا۔"

پھر آپ نے خط لپیٹ کر نوجوان کے حوالے کر دیا اور رقم ہم نے اٹھالی۔ ابھی شام بھی نہ ہوئی تھی کہ "مالک" کے پاس رات کے کھانے کی مقدار رقم باقی رہ گئی تھی۔

ابھی چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ نماز صبح ادا کی تو محراب میں ایک خط پڑا تھا۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے لے کر کھولا تو اس کے ایک جانب روشنائی کے بغیر (نورانی حروف میں) اس طرح لکھا ہوا تھا:

هٰذِهٖ بَرَاءَةٌ مِنَ اللّٰهِ العزيزِ الحكيم لِمَالكِ بْنِ دِينَارٍ اِنَّا وَفَّيْنَا الشَّابَ الْقَصر الَّذِى ضَمَّنْتَ لَهٗ وَزِيَادَةٌ سَبْعِيْنَ

ضِعفاً۔

''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مالک بن دینار کے لئے ضمانت سے برأت نامہ ہے ہم نے اس نوجوان کو محل عطا کر دیا ہے جس کی آپ نے ضمانت دی تھی اور ستر گنا اضافہ بھی کر دیا ہے۔''

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ بڑے متعجب ہوئے۔ خط کو اپنے پاس رکھ لیا اور ہم اس نوجوان کے گھر کی طرف چل پڑے۔ ہم اس کے گھر آئے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور گھر سے رونے کی آواز آرہی ہے۔

ہم نے پوچھا نوجوان کا کیا حال ہے؟ گھر والوں نے بتایا وہ کل وفات پا گیا ہے۔
ہم غسال کے پاس گئے اور اس سے پوچھا تم نے اس نوجوان کو غسل دیا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں بتا تو نے اسے کیسے دفن کیا۔ اس نے بتایا مجھے کہا گیا تھا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو اس خط کو میرے کفن اور بدن کے درمیان رکھ دینا۔ میں نے ایسا ہی کیا اور اسے دفن کر دیا۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے وہ خط نکالا تو غسال نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے نوجوان کی جان قبض کی ہے یہی خط تھا۔ اس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے کفن اور بدن کے درمیان رکھا تھا پھر وہ زور زور سے رونے لگا۔

ایک نوجوان اور اٹھا اور کہا اے مالک مجھ سے ایک لاکھ درہم لے لیجئے اور اسی طرح کے محل کی ضمانت عطا فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا نہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ جو گزر گیا سو گزر گیا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پورا فرماتا ہے۔

اس کے بعد حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ جب اس نوجوان کو یاد کرتے تو رو پڑتے اور اس کے لئے دعا فرماتے۔

97۔ محل میں رہنے والے سپاہی کی نغمہ و سرود سے توبہ

محمد بن داؤد دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے ابواسحٰق ہروی رحمۃ اللہ علیہ

سے سنا۔

وہ فرماتے ہیں میں ابن خیوطی کے ساتھ بصرہ میں تھا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا آؤ "ابلہ(1)" چلیں۔ ہم چاندنی رات میں چلتے چلتے ابلہ کے قریب پہنچ گئے۔ راستے میں ایک فوجی کا محل تھا۔ اس محل میں ایک خوش شکل کنیز بربط بجا کر یہ شعر پڑھ رہی تھی:

كلّ يومٍ تتلوّن غيرُ هذا بك أجملْ۔

"ہر روز تیری پسند بدلتی رہتی ہے اس (تبدیلی) کے برعکس رویہ تیرے لئے بہتر ہے۔"

محل کے ایک جانب چاند کے سائے میں ایک خرقہ پوش درویش بیٹھا تھا۔ اس نے کنیز کی زبان سے یہ شعر سنا تو تڑپ کر کہا مکرر ارشاد ہو۔ یہ تو اللہ کے ساتھ میرے رویئے کی منظر کشی ہے۔

سپاہی نے کنیز سے کہا بربط چھوڑ کر فقیر کی بات سنو کوئی صوفی معلوم ہوتا ہے۔ درویش کی فرمائش پر اس نے شعر دہرانا شروع کر دیا۔ فقیر کہتا **هذا حالي مع الله**۔ رب کے ساتھ میرا رویہ بھی ایسا ہی ہے۔

لونڈی بار بار یہی دھراتی رہی یہاں تک کہ فقیر نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گیا۔

ہم نے اسے ہلا کر دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ جب سپاہی نے اس کی موت کی خبر سنی تو محل سے اتر کر اسے محل میں لے گیا۔

(راوی کا بیان ہے) ہم وہاں سے ایک طرف چلے گئے۔ ہم نے کہا یہ سپاہی اسے کفن دے گا پھر وہ سپاہی محل کے اندر گیا۔ جو چیز سامنے آئی اور توڑ دیا۔ ہم نے کہا اس کے بعد اب بھلائی (ہی بھلائی) ہے۔ ہم ابلہ چلے گئے، ہم نے رات وہیں گزاری اور لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا۔ صبح ہم دوبارہ محل کی جانب آئے تو دیکھا کہ ہر طرف سے لوگ اُمڈے چلے آرہے ہیں گویا کہ بصرہ میں اس جنازہ کا اہتمام سے اعلان کیا گیا ہے یہاں تک کہ

1۔ دجلہ کے کنارے بصرہ کی ایک جانب قدیم شہر کا نام "ابلہ" ہے۔

اصحاب عدل اور قاضی صاحبان بھی جنازہ میں شریک ہونے کے لئے آ گئے ہیں۔

سپاہی جنازہ کے پیچھے برہنہ پا، برہنہ سر چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ فقیر کو دفن کر دیا گیا۔ جب لوگوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو سپاہی نے قاضی اور تمام حاضرین سے کہا گواہ رہنا میری تمام لونڈیاں اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہیں اور میری تمام زمین اور جائیداد راہِ خدا میں وقف ہے اور میرے صندوق میں چار ہزار دینار ہیں وہ بھی فی سبیل اللہ صدقہ ہیں پھر اس نے اپنا اوپر والا کپڑا اتار پھینکا اور شلوار جسم پر باقی رکھی۔ قاضی نے کہا میرے پاس دو تہبند ہیں، قبول کر لو۔ اس نے ایک تہبند کمر کے ساتھ باندھ لیا اور دوسرا بچا کر رکھ لیا اور کہیں دور چلا گیا۔ لوگ میت کی بجائے اس کی پرسوز حالت پر زیادہ رو رہے تھے۔

98۔ بادشاہ کے دوست کی فواحش سے توبہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کا ایک پڑوسی تھا جو فواحش کا عادی تھا۔ میرے دوسرے ہمسائے میرے پاس اس کی شکایت لے کر آئے۔ ہم سارے اس کے پاس گئے اور کہا تیرے ہمسائے تیری وجہ سے بہت تنگ ہیں۔ بہتر ہے کہ تم اس محلہ سے نکل جاؤ۔ اس نے کہا میں اپنے گھر میں ہوں کیوں نکلوں۔ ہم نے کہا پھر اپنا مکان بیچ دے اس نے کہا مکان میری ملکیت ہے میں نہیں بیچنا چاہتا۔ ہم نے کہا ہم بادشاہ کے پاس تیری شکایت کریں گے۔ اس نے کہا میں بادشاہ کے دوستوں میں سے ہوں۔ ہم نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرے لئے بددعا کریں گے اس نے کہا اللہ تعالیٰ مجھ پر تم سے زیادہ مہربان ہے۔

جب رات آئی میں نے نماز پڑھ کر اس کے لئے بددعا کرنا چاہی تو ہاتف سے آواز آئی۔ اس کے لئے بددعا نہ کر کیونکہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ میں فوراً اس کے دروازے پر گیا اور دستک دی وہ باہر نکلا۔ اس نے سمجھا کہ میں اسے محلہ بدر کرنے آیا ہوں میں نے معذرت خواہانہ انداز میں گفتگو کی۔ میں نے کہا میں اس مقصد کے لئے نہیں آیا بلکہ میں نے اس طرح (تیری شان) ملاحظہ کی ہے۔ یہ سن کر اس پر گریہ طاری ہو گیا اور کہنے لگا آج سے

میری توبہ ہے پھر وہ اس شہر سے نکل گیا اس کے بعد نظر نہ آیا۔

مدت بعد مجھے حج پر جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے مسجد حرام میں لوگوں کو ایک حلقہ میں اکٹھے دیکھا۔ میں ان کی جانب بڑھا وہاں میں نے ایک بیمار کو پڑے دیکھا ابھی پوری طرح کھڑا ابھی نہیں تھا کہ لوگ کہنے لگے۔ یہ نوجوان فوت ہو گیا ہے۔ (یہ نوجوان وہی بادشاہ کا دوست تھا) رحمۃ اللہ علیہ۔

99۔ ایک نوجوان کی تخشش سے توبہ

یحییٰ بن راشد رجاء بن میسور الجاشعی سے خبر دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم صالح مری رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں تھے۔ اس وقت آپ وعظ فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ایک نوجوان سے فرمایا پڑھو۔ اس نے یہ آیت پڑھی:

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿١٨﴾ (المومن: 18)

"اور آپ ڈرائیے انہیں قریب آنے والے دن سے جب کہ دل گلے میں اٹک جائیں گے خوف و دہشت سے بھرے ہوئے۔ نہ ہوگا ظالموں کے لئے کوئی دوست اور نہ ایسا سفارشی جس کی سفارش مانی جائے۔"

حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ نے قرأت روکتے ہوئے فرمایا کون ظالم کا دوست یا سفارشی بنے گا جبکہ رب العالمین اس کا محاسبہ کرنے والا ہوگا۔

رب العزت کی قسم اگر تو ظالموں اور گناہگاروں کو اس وقت دیکھے جب وہ زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے نار جہنم کی طرف دھکیلے جا رہے ہوں گے اور ان کے پاؤں کے جوتے اور تن پر کپڑے نہیں ہوں گے اور ان کے چہرے سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں بے نور ہو چکی ہوں گی، جسم پگھل رہے ہوں گے، ان کی زبانیں یوں نوحہ کناں ہوں گی:

"ہائے ہماری تباہی، ہائے ہماری ہلاکت۔ یہ ہم پر کیا افتاد آپڑی ہم پر کیا (مصیبت)

اتر آئی۔ ہمیں کہاں بھیجا جا رہا ہے؟ ہم سے کیا تقاضے کیے جائیں گے۔"

(مزید برآں) فرشتے ان پر آتشیں کوڑے برسا رہے ہوں گے۔ پس کبھی تو منہ کے بل اوندھے گر جائیں گے اور کبھی انہیں بیڑیوں میں جکڑ کر ہنکایا جائے گا اس وقت وہ آنسو ختم ہو جانے کی وجہ سے خونی اشک بہا رہے ہوں گے اور ان کا طائر قلب شدت خوف کی وجہ سے چلا رہا ہو گا۔ بخدا (اے مخاطب) اگر تو وہ منظر دیکھے تو تیری نگاہ اس ہولناکی کی تاب نہ لا سکے اور تیرا دل لرز اٹھے اور رعب و ہیبت کی وجہ سے تیرے قدم اکھڑ جائیں پھر آپ بلند آواز سے یوں چلائے ہائے وہ کیا ہی برا منظر اور برا انجام ہے۔ آپ خود بھی رو پڑے اور تمام لوگ رونے لگ گئے۔

اس کے بعد محفل میں سے ایک جوان اٹھا جسے نسوانی ادائیں اپنانے کا شوق تھا۔ جوان نے کہا اے ابا بشر! یہ تمام چیزیں قیامت کے دن ہوں گی؟ آپ نے فرمایا بھتیجے یہ چیزیں بھی ہوں گی۔ اور اس سے زیادہ بھی مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ جہنمی آگ میں اتنا روئیں گے کہ ان کی آوازیں پست ہو جائیں گی اور وہ قریب المرگ شخص کی طرح کراہ رہے ہوں گے۔ یہ سن کر نوجوان چیخ اٹھا، حیف ہے میری زندگی کے دنوں کی غفلت پر۔ افسوس میں نے اپنے آقا کی اطاعت میں کوتاہی کی افسوس میں نے دنیا میں رہ کر اپنی زندگی تباہ کر دی پھر وہ رو پڑا اور قبلہ رو ہو کر کہنے لگا:

"اے میرے اللہ آج کے دن میں توبہ کر کے تیرے حضور حاضر ہو گیا ہوں یہ توبہ ریاء سے پاک ہے۔ یا اللہ میری بری عادات سے درگزر فرما اور میرے برے اعمال معاف فرما دے۔ میرے گناہوں پر قلم عفو پھیر دے مجھ پر اور تمام حاضرین پر رحم فرما۔ یا ارحم الراحمین ہم پر اپنا کرم فرما۔ تیرے لئے میں نے اپنی گردن سے گناہوں کے پھندے اتار پھینکے ہیں اور سچے دل سے میرا انگ انگ تیری طرف متوجہ ہو گیا ہے۔ اگر تو نے مجھے قبول نہ کیا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔"

پھر نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اسے حالت مرض میں وہاں سے اٹھا لیا گیا اور

حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر احباب اس کی عیادت کرتے رہے۔ کچھ دن بعد وہ فوت ہو گیا۔

خلق کثیر اس کے جنازے میں حاضر ہوئی۔ لوگ باچشم گریاں اس کے لئے دعا مانگ رہے تھے۔ حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ اکثر اس کا ذکر کرتے اور فرماتے شہید قرآن پر میرا باپ قربان۔ وعظ ونصیحت اور غموں کے مارے ہوئے پر میرا باپ قربان۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اس نوجوان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا۔ اس نے کہا حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی برکت سے میں تمام کائنات سے وسیع اپنے رب کی رحمت میں داخل ہو گیا ہوں۔

100۔ کعبہ کا طواف کرنے والی ایک خاتون کی توبہ

محمد بن یزید بن خنیس، وہیب بن الورد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ایک خاتون طواف کعبہ کرتے ہوئے یوں کہہ رہی تھی:

یارَبِّ ذهبتِ اللذّاتُ وَبَقِيَتِ التبعاتُ، یارَبِّ سُبْحَانَکَ وَعِزَّتِکَ اِنَّکَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِین۔

"میرے پروردگار! (جوانی کی) لذات (کی گھڑیاں) بیت گئیں اور ان کے پیچھے آنے والی (تھکاوٹیں) باقی رہ گئیں۔ میرے پاک پروردگار تیری عزت کی قسم تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے میرے رب تو آگ کے عذاب کا مالک ہے۔"

اس کی سہیلی نے کہا میری بہن آج تم اپنے رب کے گھر میں حاضر ہو (اس طرح نہ کہو) خاتون نے کہا رب ذوالجلال کی قسم میں اپنے قدموں کو اپنے رب کے گھر کا طواف کرنے کے قابل نہیں سمجھتی۔ (جب یہ قدم اس قابل بھی نہیں) تو کس طرح ان پیروں سے اپنے رب کے گھر کو آلودہ کروں جبکہ میں جانتی ہوں کہ یہ کہاں کہاں اور کس کس جگہ چل کر آئے ہوئے ہیں۔

101۔ایک گناہگار کی توبہ

ابو عبداللہ باہلی کہتے ہیں ہمیں عبداللہ بن محمد نے ابراہیم بن حارث سے یوں خبر دی کہ:
ایک شخص تھا جسے رونے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔اس سے کثرت گریہ کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا مجھے میرے برے اعمال کی یاد رلا رہی ہے جب میں نے گناہ کرتے وقت اپنے رب سے حیا نہ کی جو ہر لحہ مجھے دیکھ رہا تھا اور جو میری سزا پر مکمل قدرت رکھتا ہے پس اس نے دائمی سزا کے دن تک مجھ سے اعراض کیے رکھا اور نہ ختم ہونے والی حسرت کے دن تک مجھے مہلت دیئے رکھی۔

قسم بخدا اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ دو چیزوں میں سے تمہیں کیا پسند ہے محاسبہ کے بعد جنت میں جانا یا بغیر حساب کتاب کے مٹی بن جانا تو میں بغیر حساب کتاب کے مٹی بن جانا پسند کرلوں (تا کہ حساب کتاب کے شرمندگی سے بچ جاؤں۔)

102۔مدینہ منورہ کے ایک غافل نوجوان کی اپنی والدہ کے ہاتھ پر توبہ

''ملتقط'' میں موجود ہے،صالح بن عمر کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ شریف میں ایک عبادت گزار خاتون تھی لیکن اس کا بیٹا لہو ولعب میں مشغول رہتا تھا۔ اس کی ماں اسے نصیحت کرتے ہوئے فرماتی:

''بیٹا گزرے ہوئے غافلوں کا انجام پیش نظر رکھ اور اپنے سے قبل فضول لوگوں کی عاقبت یاد کر۔موت کا بھی دھیان رکھ'' جب وہ خاتون زیادہ اصرار کرتی تو وہ کہتا:
ترجمہ اشعار:۔'' (میری ماں) مجھے لعن طعن کرنے سے رک جاؤ اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جا (کیونکہ) اگر میں لذتِ دنیا کے حصول میں اپنے دل کی پیروی کروں اور تیری ملامت کی پرواہ نہ کروں تو بھی مجھے اللہ کے فضل سے توبہ کی امید ہے کیونکہ توبہ (کی توفیق) ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے۔''

وہ اسی حال میں مست رہا یہاں تک کہ واعظ حجاز ابو عامر بنانی رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کے مہینہ میں مدینہ شریف حاضر ہوئے۔احباب نے ان سے مسجد نبوی میں ایک

وعظ ونصیحت کی نشست کی درخواست کی جوانہوں نے قبول کرلی۔

آپ جمعہ کی رات تراویح کے بعد وعظ کرنے بیٹھے بہت سارے لوگ جمع ہو گئے وہ جوان بھی حاضر ہو گیا۔ ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ وعظ کرتے رہے عذاب سے ڈراتے بھی رہے اور جنت کی خوشخبریاں بھی دیتے رہے۔ دل شدت خوف سے ہاتھوں سے نکلے جا رہے تھے اور روحیں جنت کے شوق میں ابل رہی تھیں۔ یہ وعظ اس جوان کے دل میں بھی اتر گیا جوان کا رنگ بدل گیا۔ وہاں سے اٹھا اپنی والدہ کی خدمت میں آیا لمبی ہچکیوں اور آہوں کے بعد کہنے لگا:

ترجمہ اشعار: ''میں نے توبہ کے لئے اپنے اونٹوں کے کجاوے کس لئے ہیں۔ یہ کام بخوشی کر رہا ہوں ملامت گر میرے مطیع ہو چکے ہیں جب سے میری حالت بدلی ہے توبہ نے میرے تمام اعضاء کے تالے کھول دیئے ہیں جب سے سارباں قلب نے اطاعت الٰہی کا نغمہ چھیڑا ہے۔ میری تمام (شیطانی) زنجیریں ٹوٹ گئی ہیں۔ تب میں نے اسے جواب دیا اے جگانے والے میں حاضر ہوں۔

اے تنبیہ کرنے والے جس نے ذکر کے ساتھ میری غفلتیں کافور کر دی ہیں۔ اے میری ماں! کیا میرا مالک میرے پہلے (برے) حالات کے ہوتے ہوئے۔ مجھے قبول کرے گا۔

کتنی خرابی ہو گی اگر میرے رب نے مجھے نامراد واپس کر دیا اور میری حاضری سے راضی نہ ہوا۔''

پھر اس نے کمربستہ ہو کر عبادت میں خوب محنت کی۔ (پورا دن روزہ رکھنے کے بعد) تراویح ادا کر کے کوئی چیز کھاتا (رات قیام میں گزارتا) اور سورج طلوع ہونے کے بعد آرام کرتا۔ ایک رات اس کی والدہ نے اسے افطاری کا سامان پیش کیا۔ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا میں بخار محسوس کر رہا ہوں لگتا ہے کہ وقت اجل قریب آ چکا ہے پھر وہ گھبرا کر اپنے گوشہ عبادت کی طرف چلا گیا۔ دریں حال اس کی زبان ذکر الٰہی میں مصروف تھی۔

اسی حال میں چار دن گزر گئے پھر ایک دن قبلہ رو ہو کر کہنے لگا:

الٰھی عصیتک قویًا واطعتک ضعیفاً واسخطتک جلداً وخدمتک نحیفاً فلیت شعری ھل قبلتنی؟

"میرے معبود جب میں توانا تھا تو تیری نافرمانی کرتا رہا اور کمزور ہو گیا تو تیری اطاعت کی جب میں قوی جوان تھا تو تجھے ناراض کرتا رہا جب طاقت جاتی رہی تو تیری خدمت کرنے لگا۔ مجھے کیا معلوم کہ تو مجھے اس حالت میں قبول بھی کرے کہ نہیں؟"

یہ کہہ کر نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا اور اس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ اس کی والدہ اس کے پاس آئی اور کہا اے ثمرۂ جان! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! مجھے بول کر بتاؤ تو سہی (تمہیں کیا ہوا ہے؟) جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا مادرِ من یہی وہ دن ہے جس سے آپ مجھے ڈرایا کرتی تھیں اور یہی وہ دن ہے جس سے آپ مجھے محتاط رہنے کا درس دیا کرتی تھیں۔

ہائے افسوس عمل صالح کے بغیر بیتے دنوں پر۔ میری امی، لمبے عرصے کے لئے آگ میں رہنے کی وجہ سے مجھے اپنی جان کا خوف دامن گیر ہے۔

امی جان از بہر خدائے مہربان اپنا قدم میرے رخسار پر رکھئے تاکہ میں تواضع اور عجز کا لطف پاؤں شاید کہ اس طرح مجھ پر رحم کیا جائے۔ اس کی ماں نے ایسا ہی کیا وہ کہہ رہا تھا گناہگار کا بدلہ یہی ہے یہ کہتے ہوئے نوجوان چل بسا، رحمۃ اللہ علیہ۔

اس کی والدہ فرماتی ہیں میں نے جمعہ کی رات اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا گویا کہ وہ چاند ہے۔ میں نے کہا بیٹے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اس نے جواب دیا اچھا برتاؤ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرا مقام بلند فرما دیا ہے۔ ماں نے کہا تو موت سے قبل کیا کہتا تھا۔ اس نے کہا مجھے ہاتف سے آواز آئی تھی رب رحمٰن کی دعوت پر لبیک کہو میں نے ایسا ہی کیا۔

والدہ نے پوچھا (واعظ حجاز) ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں نوجوان نے کہا کیا کہوں

ہمیں ابو عامر سے کیا نسبت؟

ابو عامر ایک ایسے مکان میں رونق افروز ہیں جسے رب العرش نے (خاص) لوگوں کے لئے بنایا ہے۔

ان کے گرد حوروں کا جھرمٹ ہے جن کو کسی نے چھوا تک نہیں حوران خلد انہیں مقدس پیالوں میں شراب طہور پلاتی ہیں اور انہیں نرمی سے کہتی ہیں اے لوگوں کو وعظ سنانے والے یہ جام تمہیں نصیب ہوں۔

103۔ دینار العیار کی دست مادر پر توبہ

روایت ہے کہ ایک شخص دینار العیار کے نام سے مشہور تھا اس کی والدہ اسے نصیحت کرتی تھی لیکن وہ نصیحت قبول نہیں کرتا تھا۔ ایک دن وہ ایک ایسے قبرستان سے گزرا جس میں بہت ساری ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔

اس نے ایک خالی ہڈی پکڑی، ہڈی اس کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی۔ اس نے اپنے آپ سے کہا تیرا بھلا نہ ہو۔ کل تیری ہڈیاں بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی اور جسم مٹی میں مل جائے گا۔ اس نے کہا آج میں گناہ کا ارتکاب کر رہا ہوں۔ یہ سوچ کر وہ شرمندہ ہو گیا اور توبہ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ آسمان کی جانب سر اٹھا کر کہا:

الٰھی الیک القیت مقالید امر فاقبلنی وارحمنی۔

"میرے پروردگار میں نے اپنے تمام امور کی کنجیاں تیرے سپرد کر دی ہیں پس تو مجھے قبول کر لے اور مجھ پر رحم فرما۔"

پھر ٹوٹے دل اور بدلی ہوئی رنگت کے ساتھ اپنی ماں کے حضور حاضر ہوا اور کہا اُم مہربان، بھاگے ہوئے غلام کو پکڑنے کے بعد آقا کیا سزا دیتا ہے؟ ماں نے کہا اسے کھردرا لباس اور کھانا دیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

بیٹے نے کہا میں اُون کا ایک جبہ اور جو کی روٹیاں چاہتا ہوں اور آپ سے گزارش ہے کہ میرے ساتھ بھاگے ہوئے غلاموں کا سا سلوک کیا جائے شاید میری ذلت دیکھ کر

میرے آقا کو مجھ پر رحم آجائے۔ ماں نے اس کی درخواست پوری کردی۔ جب رات چھا جاتی تو وہ رونا اور چلانا شروع کر دیتا اور اپنے آپ سے کہتا:

''اے دینار! تیرا بھلا نہ ہو۔ کیا تو آگ کا عذاب سہنے کی طاقت رکھتا ہے تو کس طرح رب جبار کے غضب کے سامنے ڈٹ گیا۔'' یہ کہتے کہتے صبح ہو جاتی۔

کبھی کبھی اس کی ماں اسے کہتی اپنی جان پر رحم کر تو وہ کہتا امی مجھے چھوڑ دیجئے۔ تھوڑی دیر کے لئے تھک رہا ہوں شاید کہ طویل راحت کا حقدار بن جاؤں۔

امی جان مجھے بڑی دیر تک رب کے حضور کھڑا ہونا پڑے گا۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے ٹھنڈے سایوں میں جگہ ملے گی یا برے ٹھکانے میں بھیجا جائے گا۔

میں اس تھکاوٹ سے ڈر رہا ہوں جس کے بعد راحت نہیں ہو گی اور ایسی جھڑک سے لرزاں ہوں جس کے ساتھ عفو نہ ہو گی۔

ماں کہتی تھوڑی دیر آرام کر لو تو وہ کہتا کیا میں راحت پسند بن جاؤں، کیا آپ مجھے رہائی کی ضمانت دے سکتی ہیں؟ تو ماں کہتی مجھے کون رہائی کی ضمانت دے گا۔ اس پر بیٹا کہتا پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ کل آپ کو تو نیک لوگوں کے ساتھ جنت کی طرف بھیج دیا جائے گا اور مجھے دوزخ کی طرف ہانک دیا جائے گا۔

ایک رات تلاوت کرتے ہوئے یہ آیت آئی:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(الحجر: 92-93)

''پس آپ کے رب کی قسم ہم پوچھیں گے ان سب سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اس آیت میں اس نے سوچا تو رو پڑا اور (زخمی) سانپ کی طرح لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کی والدہ اس کے پاس آئی اور اسے بلایا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ماں نے کہا چشم مادر کی راحت! اب کہاں ملاقات ہو گی؟ بیٹے

نے جواب دیا اگر مجھے عرصہ محشر میں نہ پایا تو دروغۂ جہنم سے میرا پتہ پوچھ لینا پھر ایک جھٹکا لیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

ماں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور یہ اعلان کرتے ہوئے باہر نکلی لوگو! آؤ اور شہید جہنم کی نماز جنازہ پڑھو۔ لوگ بڑی کثرت سے آئے اس دن لوگوں کا ہجوم اور آنسوؤں کا سیلاب اس کثرت سے تھا کہ بیان سے باہر ہے۔

104۔ مغنیہ لونڈی کی محبت سے مردِ درویش کی توبہ

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہمارے پڑوس میں ایک عبادت گزار شخص رہتا تھا۔ اس نے سخت ریاضت کی یہاں تک کہ نماز پڑھتے پڑھتے اس کے پاؤں سوج گئے اور آہ و گریہ کرتے کرتے آنکھیں علیل ہو گئیں۔

ایک دن اس کے اہل و احباب اس کے پاس آئے اور کہا شادی کر لو۔ اس نے ایک لونڈی خرید لی جو گانا گاتی تھی لیکن درویش کو اس کا علم نہیں تھا۔

انہی ایام میں ایک دن وہ اپنی محراب میں نماز پڑھ رہا تھا اچانک لونڈی کے گانے کی آواز بلند ہوئی۔ نغمہ سن کر فقیر کے ہوش اڑ گئے اور اس طرف جانے کا ارادہ کیا لیکن (ضعف) عبادت کی وجہ سے جا نہ سکا۔ یہ دیکھ کر لونڈی اس کے پاس آئی اور کہا میرے آقا تو نے اپنی جوانی بوسیدہ کر دی اور ایام حیات میں لذات دنیا سے ہاتھ اٹھائے رکھا اب اگر بقیہ دنوں میں مجھ سے فائدہ اٹھا لے (تو کیا بگڑتا ہے۔)

وہ شخص لونڈی کی بات سن کر اس میں دلچسپی لینے لگا اور عبادت میں کوتاہی شروع کر دی۔

یہ بات اس درویش کے ایک بھائی تک بھی پہنچ گئی۔ وہ بھائی اس کی عبادت میں موافقت کرتا تھا اس نے درویش کو خط لکھا اور کہا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محبت کرنے والے ناصح اور مہربان نبض شناس کی طرف سے اس شخص کی طرف جو ذکر کی مٹھاس، قرآن کی لذت، خشوع و خضوع اور درد و سوز سے محروم ہو چکا ہے۔

(امابعد) مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے ایک لونڈی خریدی ہے جس کے بدلے آخرت کا ایک کثیر حصہ بیچ ڈالا ہے۔ اگر تو نے کثیر کو قلیل کے بدلے اور قرآن کو گانے کے بدلے بیچ ڈالا ہے تو میں تمہیں لذات کو ختم کرنے والی شہوات کو بھلا دینے والی اور بچوں کو یتیم کر دینے والی (موت) کے بارے میں تنبیہ کر رہا ہوں۔

جب وہ (موت) تیرے پاس آئے گی تو تیری زبان کو گنگ کر دے گی۔ تیرے جوڑوں کو ہلا کر رکھ دے گی۔ کفن تیرے قریب کر دے گی اور تیرے اہل و احباب کو وحشت میں مبتلا کر دے گی۔

(میرے بھائی) میں تمہیں اس چیخ سے ڈرا رہا ہوں جب جبار و قہار (اللہ) کے حضور خوف کی وجہ سے مخلوقات گھٹنے ٹیک دیں گی۔ پس تو اس عذاب سے احتیاط کر جو غصے والے بادشاہ کی طرف سے تجھ پر آئے گا۔ (یہ لکھ کر) اس نے خط لپیٹ کر اس کی طرف بھیج دیا۔"

وہ شخص مجلس سرور سجائے بیٹھا تھا کہ اسے خط ملا۔ خط پڑھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ مجلس طرب سے فوراً اٹھا جام توڑ ڈالا، لونڈی کو چھوڑ دیا اور قسم کھائی کہ نہ کھانا کھائے گا نہ سونے کے لئے بستر بچھائے گا۔

خط لکھنے والے کا بیان ہے کہ میں نے اس درویش کی موت کے تین دن بعد اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ اس نے کہا ہم رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اس نے اپنی جنت ہمیں عطا فرما دی۔ پھر اس نے یہ اشعار کہے:

ترجمہ:۔ "رب العرش نے مجھے موٹی موٹی سرمگیں آنکھوں والی حور عطا کی ہے جو مجھے شراب طہور کے جام پلاتی ہے اور مجھے مبارکباد دیتی ہے۔

وہ کہتی ہے خوب سیراب ہو جا اس انتظار کے بدلے جو تو میرے لئے کیا کرتا تھا اور غلمان و حور عین سے آنکھیں ٹھنڈی کر لے۔

اے وہ شخص جسے دنیا کی لذتوں اور گناہوں سے قرآنی سورتوں کی وعید نے دور رکھا۔"

105۔ایک جوان جوڑے کی سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ جامع المدینہ میں تقریر کر رہا تھا کہ وہاں ایک نوجوان دوستوں سمیت آیا وہ خوبصورت جوانی اور لباس فاخرانہ سے مزین تھا۔ میرے وعظ میں سے اس نے یہ جملہ سنا عَجَباً لِضَعِیفٍ یَعْصِیُ قَوِیّاً۔ تعجب ہے اس کمزور پر جو طاقت ور کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ سن کر اس کا رنگ بدل گیا گھر لوٹا اور دوسرے دن جب میں اپنی مجلس وعظ میں بیٹھا تو وہی جوان آیا اس نے سلام کیا دو رکعت نماز پڑھی اور مجھے کہا اے سری! کل میں نے آپ سے یہ جملہ سنا ہے عَجَباً لِضَعِیفٍ یَعْصِیُ قَوِیّاً۔ اس کا مطلب کیا ہے؟

میں نے کہا اس سے زیادہ کوئی قوی نہیں اور بندے سے زیادہ کوئی کمزور نہیں پھر بھی یہ کمزور اس قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔

جوان وہاں سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔ دوسرے دن دو سفید کپڑے پہنے تنہا میرے پاس آیا اور کہا اے سری! اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کونسا راستہ ہے؟ میں نے کہا اگر تیرا عبادت کا پروگرام ہے تو دن کو روزہ اور رات کو قیام اختیار کر لے اور اگر تیرا مقصود فقط اللہ ہے تو اس کے سوا ہر چیز ترک کر دے اس تک پہنچ جائے گا۔

اور یہ کام مساجد، ویرانوں اور قبرستانوں میں ہی اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ جوان وہاں سے اٹھا اور کہنے لگا:

''اللہ کی قسم! میں تو مشکل راستے پر ہی چلوں گا۔''

حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کچھ دن بعد میرے پاس کچھ لڑکے آئے اور کہا احمد بن یزید کاتب کہاں ہے؟ میں نے کہا مجھے یہ علم تو نہیں البتہ اس طرح کا ایک آدمی میرے پاس آیا تھا اور یہ یہ واقعات اس کے ساتھ پیش آئے تھے خدا جانے اب وہ کہاں ہے؟ لڑکوں نے کہا ہم آپ کو قسم دے کر کہتے ہیں کہ اگر دوبارہ وہ شخص آپ کے پاس آئے تو ہمیں ضرور اطلاع کرنا پھر انہوں نے احمد بن یزید کے گھر کے بارے میں مجھے بتا دیا۔

کئی سال گزر گئے مجھے اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ ایک دن عشاء کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے آنے والے کو اندر آنے کی اجازت دی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان سامنے کھڑا ہے جس کے اوپر ایک چادر ہے جو اس نے کمر اور کندھوں کے گرد لپیٹی ہوئی ہے اس کے ہاتھ میں ایک زنبیل ہے جس میں کچھ گٹھلیاں ہیں۔ اس نے آ کر میری پیشانی چوم لی اور کہا اے سری اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ سے آزادی عطا کرے جس طرح تم نے مجھے دنیا کی غلامی سے آزادی عطا کی ہے۔ میں نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا کہ جاؤ اس کے گھر والوں کو آگاہ کر دو۔ خبر ملنے پر اس کی بیوی اپنے بچوں سمیت آ گئی۔ اس نے زیور سے مزین چھوٹے بچے کو نوجوان کی آغوش میں رکھ دیا اور کہا میرے سرتاج تو نے اپنی زندگی میں ہی مجھے بیوہ بنا دیا ہے اور جیتے جی اپنی اولاد کو یتیم کر ڈالا ہے۔

سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ سن کر جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا آپ نے اچھا نہیں کیا پھر خاتون سے کہا اللہ کی قسم تو اب بھی میرے لئے ثمرۂ جاں اور رفیق دل ہو اور میرا یہ بچہ مجھے تمام مخلوق سے پیارا ہے مگر کیا کروں اس بزرگ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وصال ماسوا اللہ کو ترک کیے بغیر حاصل نہیں ہوتا پھر اس نے بچے کا زیور اور قیمتی لباس اتار کر کہا یہ برہنہ تن اور گرسنہ بدن لوگوں میں تقسیم کر دو۔ یہ کہہ کر اپنی چادر سے ایک ٹکڑا پھاڑا اور اس میں بچے کو لپیٹ لیا۔ عورت نے کہا میں اس حالت میں اپنا نورِ نظر نہیں دیکھ سکتی اور بچہ اپنے خاوند سے چھین لیا۔ نوجوان نے دیکھا کہ عورت اپنے بچے میں مشغول ہو گئی ہے۔ اس نے کہا میری آج کی رات تم لوگوں نے ضائع کر دی ہے پھر اٹھا اور کہا میرے اور تمہارے درمیان اللہ رب العزت کی حفاظت حائل ہے۔ خاتون شدت سے رونے لگی اور حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اگر دوبارہ یہ شخص آئے تو مجھے آگاہ فرما دینا۔ کچھ دنوں بعد ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے کہا اے سری (خانقاہ) شونیزیہ میں ایک نوجوان تمہیں یاد کر رہا ہے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ جوان بستر خاک پر اینٹ کا سرہانہ

بنائے محو استراحت تھا۔ میں نے اسے سلام کیا اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا جناب سری کیا (میری) خطائیں معاف ہو جائیں گی؟ میں نے کہاں ہاں۔ اس نے کہا کیا میرے جیسا گناہگار بھی بخش دیا جائے گا؟ میں نے کہا ہاں۔

اس نے کہا میں نے بڑے ظلم کیئے ہیں۔ میں نے کہا حدیث پاک میں آیا ہے کہ سچی توبہ کرنے والے کو قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا اس کے پیچھے پیچھے حقوق کا مطالبہ کرنے والے ہوں گے۔ انہیں کہا جائے گا اس کی راہ چھوڑ دو اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین بدلہ عطا کرنے والا ہے۔

نوجوان نے کہا اے سری! میرے پاس گٹھلیوں کی فروخت کے کچھ دراہم ہیں جب میں مر جاؤں تو اس رقم سے میری تجہیز و تکفین کر دینا۔ میرے گھر والوں کو نہ بتانا ایسا نہ ہو وہ حرام مال سے کفن خرید کر مجھے پہنا دیں۔ حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں کچھ دیر اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ (صافات:61)

''ایسی ہی عظیم الشان کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔''

یہ کہہ کر نوجوان فوت ہو گیا۔ میں نے دراہم لئے ضرورت کی چیزیں خریدیں اور جب واپس لوٹا تو دیکھا کہ لوگ جوق در جوق اس طرف جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا ایک ولی اللہ کا انتقال ہو گیا ہے ہم اس کی نماز جنازہ پڑھنے جا رہے ہیں۔ میں نے آکر اسے غسل دیا اور کفن دے کر دفن کر دیا۔ مدت بعد اس کے گھر والے اس کی خبر لینے میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس کی زوجہ روتے ہوئے آئی۔ میں نے اسے اس کی موت کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا آپ مجھے میرے شوہر کی قبر دکھا دیں۔ میں نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس کا کفن بدل دو گے۔ اس نے کہا بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ میں نے اسے کہا کہ وہ قبر ہے اس کی چیخ نکل گئی۔ خاتون نے دو گواہوں کی موجودگی میں تمام لونڈیوں کو آزاد کر دیا۔ تمام جائیداد وقف کر دی اور سارا مال صدقہ کر دیا

اور خود تادم آخر اپنے شوہر کی قبر پر مجاور بن گئی۔

106۔ ربیع بن خثیم (1) کو آزمانے والی حسین عورت کی توبہ

ابو القاسم محرز الجلاب کہتے ہیں مجھے سعدان نے بتایا کہ ایک مرتبہ لوگوں نے ایک مسحور کن حسن والی عورت سے کہا کہ تم ربیع بن خثیم کی راہ میں بیٹھ جاؤ اور انہیں اپنی طرف مائل کرو اگر تم کامیاب ہو گئی تو تمہیں ہزار درہم دیئے جائیں گے۔

اس نے حد درجہ دلکش لباس اور اپنی بساط کے مطابق بہترین خوشبو استعمال کی اور اس راستے میں بیٹھ گئی جہاں آپ مسجد سے نکل کر گھر تشریف لاتے تھے۔ آپ نے اسے دیکھا تو گھبرا گئے وہ بے حیائی سے آپ کے سامنے آئی۔ آپ نے فرمایا اگر تجھے بخار ہو جائے اور تیرے جسم کی یہ رونق اور تازگی ختم ہو جائے تو تیرا کیا حال ہو گا یا اگر ملک الموت آ کر تیری رگِ جان کاٹ دے یا منکر نکیر تجھ سے سوال کریں تو تیرا کیا حال ہو گا۔ یہ سننا تھا کہ اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی۔ بخدا جب اسے افاقہ ہوا تو اپنے رب کی اس طرح عبادت کرنا شروع کی کہ موت کے وقت کھجور کے جلے ہوئے تنے کی طرح اس کا جسم سوکھ چکا تھا۔

107۔ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوسی کی توبہ

ابو بکر آجری کہتے ہیں میں نے ابن ابی الطیب کو جعفر الصائغ کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ:

ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوسیوں میں سے ایک شخص تھا جو بدکاری اور بے حیائی کے کاموں کا رسیا تھا۔ ایک دن وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے از راہِ نفرت اسے پوری رغبت سے جواب نہ دیا۔

1۔ ربیع بن خثیم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احباب میں سے ہیں اپنے وقت کے ثقہ، عابد اور متقی عالم تھے۔ 61ھ یا 63ھ میں وصال ہوا۔

اس نے عرض کیا جناب آپ کیوں مجھ سے خفا ہیں حالانکہ میں نے ایک خواب کی وجہ سے اپنی زندگی کی روش بدل لی ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے کیا خواب دیکھا ہے؟ اس نے کہا میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے گویا کہ آپ ایک بلند جگہ تشریف فرما ہیں اور بہت سارے لوگ نیچے بیٹھے ہیں۔ لوگوں میں سے ہر شخص باری باری آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے لئے دعا فرمایئے۔

آپ ﷺ ہر ایک کے لئے دعا فرما رہے ہیں یہاں تک کہ فقط میں باقی رہ گیا۔ میں نے بھی بارگاہ رحمۃ للعالمین ﷺ میں جانے کا ارادہ کیا لیکن اپنے گناہوں کی وجہ سے ندامت محسوس کرنے لگا۔

آقائے رحمت ﷺ نے فرمایا اے فلاں! تو کیوں نہیں میری طرف آتا کہ تیرے لئے دعائے رحمت کروں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اپنی سیاہ کاریوں پر ندامت میری راہ میں حائل ہے۔ غریب نواز آقا ﷺ نے فرمایا اگرچہ تمہیں حیاء دامن گیر ہے لیکن پھر بھی آ جاؤ مجھ سے سوال کرو تا کہ میں تیرے لئے دعا کروں کیونکہ تو نے (گناہ کے باوجود) میرے صحابی کو کبھی برا بھلا نہیں کہا۔

وہ شخص کہتا ہے میں اٹھا اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نے میرے لئے دعا فرمائی۔ بیدار ہوا تو میرے دل کی دنیا بدل چکی تھی اور مجھے اپنی پہلی حالت سے سخت نفرت ہونے لگی۔

راوی کہتے ہیں ہمیں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے جعفر! اے فلاں! اس کی بات محفوظ کر لو کیونکہ یہ بڑی نفع بخش بات ہے۔

108۔ ابو عمرو بن علوان کی توبہ

محمد بن حماد رحبی کہتے ہیں میں نے ابو عمرو بن علوان کو کہتے ہوئے سنا کہ:

میں ایک دن کسی کام کے لئے گھر سے نکلا۔ میں نے دیکھا ایک جنازہ جا رہا ہے میں

بھی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے پیچھے چلنے لگا۔ جنازہ پڑھ کر دفن کے انتظار میں لوگوں کے ساتھ ٹھہر گیا۔ اچانک میری نظر ایک برہنہ سر خاتون پر پڑ گئی۔ میں نے فوراً نظر ہٹالی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا پھر استغفار پڑھی۔ جب میں گھر آیا تو ایک بوڑھی عورت نے کہا کیا وجہ ہے آج آپ کا چہرہ سیاہ کیوں نظر آرہا ہے۔

میں نے آئینہ دیکھا تو میرا چہرہ واقعی سیاہ ہو چکا تھا۔ میں نے تنہائی میں جا کر غور وفکر کیا یہ آفت کہاں سے نازل ہوئی۔ مجھے بے اختیار اٹھنے والی نظر یاد آگئی۔ چنانچہ چالیس دن تک تنہائی میں استغفار کرتا رہا اور عفوودرگزر کے لئے مناجات کرتا رہا۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ بغداد جا کر اپنے شیخ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کروں۔ جب میں ان کے حجرہ پر گیا اور دستک دی تو آپ نے فرمایا ابو عمرو آجاؤ۔ رُحبہ (1) میں گناہ کرتے ہو اور بغداد میں تمہارے لئے معافی مانگی جارہی ہے۔

109۔ پاکیزہ محبت کرنے والے دو جوان دل

اسحاق بن ابراہیم رجاء بن عمر نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ:

کوفہ میں ایک حسین وجمیل عبادت گزار نوجوان رہتا تھا۔ وہ اپنے وقت کے زاہدوں میں شمار ہوتا تھا۔ ایک دن وہ قبیلہ ''نخع'' کے پڑوس میں خیمہ زن ہوا تو قبیلہ کی ایک حسینہ پر اس کی نگاہ ٹھہر گئی وہ اسے چاہنے لگا اور اسی کا سودا سر میں سما گیا۔ ادھر محبوبہ کے دل میں بھی وہی آگ لگ گئی۔

نوجوان نے اپنی معشوقہ کے باپ کو اس کے لئے پیغام نکاح بھیجا۔ اس کے باپ نے جواب دیا وہ تو پہلے ہی اپنے چچازاد سے منسوب ہے۔

اس جواب سے ان دونوں کے دردِ محبت میں شدت آگئی۔ لڑکی نے پیغام بھیجا اور کہا مجھے تمہارے کرب کا بخوبی علم ہے اور خود بھی تیرے فراق میں جھلس رہی ہوں اگر تو چاہے تو میں تیرے پاس آجاؤں اور اگر میرے پاس تو آنا چاہے تو راستے کی دشواریاں ختم کی جا

1۔ رحبہ بغداد میں ایک جگہ کا نام۔

سکتی ہیں۔ نوجوان نے قاصد سے کہا ان دونوں میں سے کوئی بھی کام مجھے پسند نہیں۔

قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾

(الزمر:13)

''آپ فرمائیے۔ میں ڈرتا ہوں اگر میں حکم عدولی کروں اپنے رب کی اس بڑے دن کے عذاب سے۔''

میں اس آگ سے ڈرتا ہوں جس کی لپک سرد نہیں ہوتی اور جس کے شعلے بجھتے نہیں۔

قاصد نے واپسی جواب پہنچایا تو لڑکی نے کہا اس حالت میں بھی وہ زاہد سرشت نوجوان اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ بخدا یہ خوف کسی ایک فرد کی ملکیت نہیں بلکہ تمام بندے اس کے حقدار ہیں۔ پھر اس نے دنیوی زیب وزینت اور علائق ظاہری کو پس پشت ڈالا۔ عام کپڑے پہن کر اپنے رب کی عبادت شروع کردی۔

اور ساتھ ساتھ نوجوان کے حزن وشوق میں گھلتی بھی رہی۔ یہاں تک کہ اسی پاکیزہ محبت میں صدمہ جدائی سہتے سہتے عالم آخرت کو سدھار گئی۔

نوجوان ہمیشہ اس کی قبر پر آتا رہا۔ ایک مرتبہ نوجوان نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بڑے خوبصورت روپ میں ہے۔ اس نے پوچھا تیرا کیا حال ہے اور وہاں جا کر کیا معاملہ پیش آیا تو اس نے کہا: —

نعم المحبة یا حبیبی حُبّکا
حُبّ یقود الی خیرٍ واحسانٍ

''میرے دوست تیری محبت بھی کیا خوب محبت ہے۔ ایسی محبت جو بھلائی اور احسان کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے۔''

نوجوان نے پوچھا تجھے کونسا مقام عطا کیا گیا۔ اس نے کہا:

اِلی نعیم وعیشٍ لا زوال لہٗ
فی جنةِ الخلدِ ملک لیس بالفانی

"ابدی نعمتوں اور آسائشوں کے دیس خلد بریں میں جو فنا سے نا آشنا ہے۔"
نوجوان نے کہا اس ابدی نعمتوں والے دیس میں مجھے بھی یاد رکھنا کیونکہ میں تمہیں ایک پل کے لئے بھی نہیں بھول سکتا۔ لڑکی نے کہا بخدا میں نے بھی تمہیں نہیں بھلایا۔ میں نے اپنے اور تیرے مالک رب العزت کی جناب سے تجھے مانگا ہے۔ پس تو محنت کر کے میری مدد کر پھر وہ تیزی سے پیچھے مڑنے لگی۔ نوجوان نے کہا پھر کب ملاقات ہوگی وہ بولی، عنقریب تم میرے پاس پہنچ جاؤں گے۔ اس خواب کے بعد نوجوان صرف سات دن زندہ رہا اور چل بسا، رحمۃ اللہ علیہا۔

110۔ آیات قرآن سن کر نغمہ وے سے توبہ کرنے والا شخص

حسین بن خضر کہتے ہیں مجھے بغداد کے ایک شخص نے ابی ہاشم واعظ کے حوالے سے یوں بیان کیا کہ:

میں بصرہ جانے کے لئے ایک کشتی کے پاس گیا۔ کشتی میں ایک شخص اپنی لونڈی کے ہمراہ بیٹھا تھا۔ اس شخص نے کہا کشتی میں (تمہارے لئے) کوئی جگہ نہیں۔
میری مسکینی دیکھ کر لونڈی نے سفارش کی اور مجھے سوار کر لیا گیا۔ کشتی چل پڑی راستے میں اس شخص نے لونڈی سے کھانا مانگا۔ جب کھانا چن دیا گیا تو اس نے کہا مسکین کو بھی بلاؤ۔ مجھے بھی کھانا کھلایا گیا۔ کھانے کے بعد اس نے لونڈی سے کہا شراب پیش کی جائے مجھے بھی جام پیش کیا گیا لیکن میں نے معذرت کر دی۔

جب شراب کا نشہ اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تو اس نے لونڈی سے کہا مضراب (محبت) سے کوئی نغمہ چھیڑ۔ لونڈی نے ساز پکڑا اور یوں گویا ہوئی:
ترجمہ اشعار:۔ ہم ایک درخت کی دو شاخوں کی طرح تھے۔ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کی خاطر تمام لوگوں کو چھوڑ دیتا تھا۔

جب میرا دوست مجھے چھوڑ گیا تو میں نے بھی غیر سے دوستی کر لی اور جب وہ مجھ سے دور ہو گیا تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اگر میرا ہاتھ میری رفاقت نہ چاہے تو میں اسے

کاٹ دوں اور پھر کبھی بھی میری کلائی اس کا ساتھ نہ دے۔

اللہ تعالیٰ ضرور اس شخص کو تباہ کرے جو (محبت میں) دغا باز ہے۔ وہ شخص جو کہ خوشحالی میں بھائی ہو اور مصیبت میں (ساتھ چھوڑ دے۔)

بعد ازاں وہ شخص میری طرف متوجہ ہوا اور کہا کیا اس سے بہتر کوئی چیز تیرے پاس ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس سے کہیں زیادہ بہتر اور پھر یہ پڑھنا شروع کر دیا:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ (التکویر:1 تا 3)

"(یاد کرو) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے اور جب پہاڑوں کو اکھیڑ دیا جائے گا۔"

جب میں نے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ "اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔" پر اختتام کیا تو اس نے لونڈی سے کہا تو اللہ کے لئے آزاد ہے اور شراب دریا میں بہا دی، ساز توڑ دیا اور خود مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔ کہنے لگا برادر من تمہارا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کرے گا؟ میں نے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرہ:222)

"بے شک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں کو۔"

اس کے بعد چالیس سال تک ہم دونوں برادرانہ دوستی نبھاتے رہے پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا تو کہاں چلا گیا ہے۔ اس نے کہا جنت میں۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا تیرے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ پڑھنے کی برکت سے۔

111۔ ملہی شیخ اور اس کی مغنیہ لونڈی کی توبہ

اسمٰعیل بن عبداللہ خزاعی فرماتے ہیں کہ ایک شخص دورِ برامکہ میں مہالبہ سے بصرہ کسی کام کے لئے آیا۔ جب بصرہ میں اپنا کام کر چکا تو اپنی لونڈی اور غلام کے ہمراہ واپس جانے

لگا۔ جب دجلہ میں کشتی پر سوار ہوا تو ساحل پر اونی جبہ پہنے ہوئے ایک نوجوان کو دیکھا جس کے ہاتھ میں عصا اور کشکول تھا۔

نوجوان نے ملاح سے کہا کرایہ لے کر مجھے بھی کشتی پر سوار کرلو۔ انہی لمحات میں شیخ ملہی کی نظر جوان پر پڑی تو اسے ترس آ گیا اور کہا کشتی اس کے قریب کر کے اسے بھی سوار کرلو۔ چنانچہ اسے سوار کرلیا گیا۔

جب کھانے کا وقت آ گیا بوڑھے ملہی نے دستر خوان منگوایا اور ملاح سے کہا جوان سے کہو کہ ہمارے ساتھ کھانے میں شامل ہو جائے لیکن جوان نے انکار کر دیا۔ کافی اصرار کے بعد نوجوان ان کے ساتھ کھانے پر آمادہ ہوا جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو نوجوان نماز پڑھنے کے ارادہ سے اٹھا لیکن بوڑھے نے اسے روک لیا اور صراحی طلب کی ایک جام شراب خود پیا، ایک کنیز کو دیا اور ایک جام نوجوان کو پیش کیا لیکن نوجوان نے معذرت کی اور کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے معاف رکھیں۔ اس نے معذرت تو قبول کر لی لیکن کہا میرے پاس بیٹھو پھر نغمہ گو کنیز کو ایک جام اور پیش کیا اور کہا ''کچھ ہو جائے'' کنیز نے تھیلے سے ساز نکالا، اسے درست کیا اور گانا شروع کر دیا۔ شیخ نے کہا جوان کیا اس سے بہتر کلام تمہارے پاس ہے۔ نوجوان نے کہا اس سے کہیں زیادہ بہتر اور پڑھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ (النساء:77-78)

''(اے ترجمان حقیقت انہیں) کہو دنیا کا سامان بہت قلیل ہے اور آخرت زیادہ بہتر ہے اس کے لئے جو تقویٰ اختیار کئے ہے اور نہیں ظلم کیا جائے گا تم پر کھجور کی گٹھلی کے ریشے کے برابر۔ جہاں کہیں تم ہو گے آلے گی تمہیں موت اگرچہ (پناہ گزین) ہو تم مضبوط قلعوں میں۔''

نوجوان کی آواز بہت شیریں تھی (بوڑھا بہت متاثر ہوا) اور شراب کا پیالہ پانی میں بہا دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کلام پہلے کلام سے بہت زیادہ خوبصورت ہے کیا کچھ اور بھی سنا سکتے ہو؟

اس نوجوان نے پھر پڑھا

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ (الکہف:29)

یہ کلام اعجاز آفریں بوڑھے کے دل میں گھر کر گیا اس نے صراحی پھینک دی، ساز توڑ ڈالا اور پوچھا اے نوجوان کیا میری خلاصی ممکن ہے؟ نوجوان نے یہ آیت تلاوت کی:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر:53)

''آپ فرمائیے، اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر مایوس نہ ہو جاؤ۔ اللہ کی رحمت سے۔ یقیناً اللہ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو بلا شبہ وہی بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔''

یہ سن کر بوڑھے نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گیا۔ لوگوں نے دیکھا تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی کشتی بصرہ کے قریب پہنچ چکی تھی۔ وہ شخص مہالبہ کا ایک باا ثر آدمی تھا لوگوں میں ایک شور بپا ہو گیا۔ اس کی میت اس کے گھر پہنچا دی گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ شاید ہی کسی جنازے پر اس جتنا ہجوم خلق ہو۔ بعد ازیں اس لونڈی نے بھی بالوں کا کھردرا لباس اور صوف کا جبہ پہن کر دن کو روزہ اور رات کو عبادت کرنا شروع کر دی۔ ابھی چالیس دن ہی گزرے تھے کہ ایک رات اس نے یہ آیت تلاوت کی قل الحق من ربکم...... الخ۔ یہ

آیت پڑھ کر وہ فوت ہو گئی۔ صبح لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس جہاں سے کوچ کر چکی ہے۔

112۔ایک آیت قرآن سن کر اعرابی تائب ہو گیا

ابوالفضل عباس بن ابوالفرج ریاشی کہتے ہیں میں نے اصمعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ایک دن بصرہ کی جامع مسجد سے واپس آ رہا تھا راستے میں مجھے ایک دُبلا پتلا دیہاتی ملا جو ایک جوان اونٹ پر سوار تھا، اس کے ہاتھ میں کمان اور گلے میں تلوار حمائل تھی۔ وہ میرے قریب ہوا سلام کر کے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں بنی اصمع سے ہوں۔ اس نے کہا تم ہی اصمعی ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگا تم کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا ایک جگہ تلاوت کلام الٰہی ہو رہی تھی وہاں سے آ رہا ہوں۔

اعرابی نے کہا رحمٰن کا کلام آدمی بھی تلاوت کرتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا پھر مجھے بھی کچھ سناؤ۔ میں نے کہا پہلے اپنی سواری سے اترو وہ اتر گیا۔ میں نے سورۃ الذاریات کی تلاوت شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ (الذاریات:22)

''اور آسمان میں ہے تمہارا رزق اور وہ ہر چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

اعرابی نے کہا اصمعی یہ واقعی کلام رحمٰن ہے۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یہ رب کا کلام ہے جو اس نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔

اس نے کہا مجھے یہی کافی ہے پھر اس نے اپنی سواری ذبح کی اور کھال سمیت ٹکڑے کر کے مجھے کہا اسے تقسیم کرنے میں میری مدد کیجئے۔ ہم نے آتے جاتے لوگوں میں گوشت تقسیم کر دیا۔ اس نے اپنی تلوار اور کمان توڑ ڈالی اور یہ کہتے ہوئے جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ (الذاریات:22)

میں نے اپنے آپ کو ملامت کی اور کہا جس کلام سے اعرابی بیدار ہو گیا تو خود نہ اس

سے بیدار ہوئے پھر جب میں نے ہارون الرشید کے ہمراہ حج کیا۔ میں طواف کر رہا تھا کہ ایک کمزور سی آواز سنائی دی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہی اعرابی تھا جو اب کمزور اور پیلا ہو چکا تھا۔ اس نے مجھے سلام کیا میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مقام ابراہیم کے پاس لے گیا وہاں بٹھا کر کہا اللہ کے کلام کی تلاوت کرو۔ میں نے (پھر) سورۃ ذاریات شروع کی جب میں نے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ پڑھا تو اعرابی پکار اٹھا ہم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔ اس نے کہا کچھ اور سناؤ میں نے پڑھا:

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ

(الذاریات:23)

"پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی یہ حق ہے (بعینہ اسی طرح) جس طرح تم باتیں کر رہے ہو۔"

اعرابی چلا اٹھا اور کہنے لگا سبحان اللہ کس نے رب کو غضبناک کیا کہ اسے قسم اٹھانا پڑی۔ کیا لوگوں نے اللہ کی تصدیق نہ کی یہاں تک کہ اسے قسم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ تین مرتبہ اسی طرح کہا اور اس کی جان نکل گئی۔

113۔ روزے کے سبب ایک بدوی کی توبہ

ابن سمعون سے حکایت بیان کی جاتی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ شام جانے والے ایک قافلہ کے ساتھ تھے۔ راستے میں ڈاکو آ گئے انہوں نے ہر ایک کو پکڑ کر اپنے امیر کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا۔ لوٹے ہوئے سامان سے ایک برتن نکلا جس میں شکر اور بادام تھے۔ ڈاکوؤں نے شکر اور بادام کھانا شروع کر دیئے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ڈاکوؤں کے سردار سے کہا سارے ڈاکو کھا رہے ہیں تم کیوں نہیں کھاتے؟

سردار نے کہا میں روزے سے ہوں۔ میں نے کہا ڈاکے بھی ڈالتے ہو، مال بھی لوٹتے

ہو، قتل بھی کرتے ہو اور روزہ بھی رکھا ہوا ہے۔ سردار نے کہا جناب کوئی صلح کا دروازہ بھی باقی رہنا چاہئے۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کچھ عرصہ بعد میں نے اسی سردار کو حالت احرام میں مکہ شریف دیکھا وہ پرانی مشک کی طرح کملا چکا تھا۔ میں نے پوچھا کیا تم وہی نہیں ہو۔ اس نے کہا ہاں مجھے اس روزے نے اس مقام پر پہنچا دیا ہے۔

114۔ سانپ مارنے والے لبیب العابد کی توبہ

قاضی ابوعلی تنوخی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بغداد میں باب الشام کی غربی جانب ایک مشہور عابد وزاہد شخص رہتا تھا جو لبیب العابد کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی بارگاہ میں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ قاضی تنوخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے خود لبیب نے بیان کیا کہ میں ایک رومی سپاہی کا غلام تھا۔ اس نے میری تربیت کی اور ہتھیار چلانا سکھایا۔ میں جوان ہو گیا میرا مالک مجھے آزاد کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔ میں نے وہ مال حاصل کر لیا جو اس نے میرے لئے چھوڑا تھا اور میں نے اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ خدا جانتا ہے میں نے اس کی عزت کے تحفظ کی غرض سے شادی کی تھی اور ایک مدت تک اس کے ساتھ رہا۔ اتفاقاً میں نے ایک دن ایک ناگن کو بل میں گھستے دیکھ لیا، میں نے اسے مارنے کے لئے دم سے پکڑ لیا اس نے اچھل کر میرا ہاتھ کاٹ کھایا۔ میرا ہاتھ شل ہو گیا۔ کافی عرصہ بعد میرا دوسرا ہاتھ بھی کسی ظاہری سبب کے بغیر شل ہو گیا پھر میرے دونوں پاؤں سوکھ گئے، بینائی بھی جاتی رہی اور قوت ناطقہ بھی جواب دے گئی۔

اس حالت میں پورا سال گزر گیا۔ میرے کانوں کے سوا کوئی قوت بھی سلامت نہ رہی۔ کانوں سے میں ہر ناپسندیدہ بات سننے پر مجبور تھا۔ پیٹھ کے بل لیٹا ہوا پڑا نہ کلام نہ اشارہ نہ حرکت پر قدرت تھی۔ جب میں سیراب ہو جاتا تو مجھے مزید پلایا جاتا اور اگر پیاس ہوتی تو محروم رکھا جاتا۔ پیٹ بھر جاتا تو مزید کھلایا جاتا اور بھوکا ہوتا تو کچھ نہ دیا جاتا۔

ایک سال بعد میری بیوی کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے میری بیوی سے پوچھا

ابوعلی لبیب کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا نہ تو ایسا زندہ ہے جس کی (صحت کی) امید کی جا سکے اور نہ ایسا مردہ ہے کہ جس کی موت پر دل کو تسلی دی جا سکے۔

اس بات نے مجھے رنجیدہ کر دیا اور میرے دل کو بڑا دکھ ہوا۔ میں رو پڑا اور دل ہی دل میں اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑایا اور دعا کی۔ حال یہ تھا کہ ان تمام بیماریوں میں مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اس دعا کے بعد اس دن کے بقیہ حصے میں میں نے اپنے جسم پر سخت چوٹیں محسوس کیں قریب تھا کہ میں مر جاتا۔ آدھی رات یا اس سے زیادہ تک یہی حالت رہی پھر درد ٹھہر گیا اور میں سو گیا۔ صبح کے وقت میں بیدار ہوا تو میرا ایک ہاتھ میرے سینے پر تھا حالانکہ ایک سال سے میرا ہاتھ بستر پر پڑا تھا۔

میں نے ہاتھ کو ہلایا تو حرکت کرنے لگ گیا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ کی مہربانی سے عافیت کی حرص تیز ہو گئی۔ میں نے دوسرے ہاتھ کو حرکت دی تو وہ بھی ہلنے لگا پھر ایک ٹانگ کو پکڑا تو وہ ہاتھ میں آ گئی اس کو چھوڑا تو واپس اپنی جگہ چلی گئی۔ دوسری ٹانگ کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔

میرے اندر تبدیلی کی خواہش پیدا ہو گئی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا پھر میں نے قیام کا ارادہ کیا تو کھڑا ہو گیا اور چارپائی سے نیچے اتر آیا۔ چارپائی ایک کمرے میں تھی میں رات کی تاریکی میں دیوار تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اچانک میرا ہاتھ دروازے پر لگ گیا۔

ابھی مجھے اپنی بینائی کی خواہش نہیں تھی۔ دروازے سے باہر نکلا تو آسمان پر ستارے چمکتے نظر آئے۔ قریب تھا کہ میں فرطِ مسرت سے جاں بحق ہو جاتا۔ بے اختیار میری زبان سے نکلا۔

یا قدیم الاحسان لک الحمد

"اے ہمیشہ احسان کرنے والے تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔"

پھر میں نے چلا کر اپنی بیوی کو بلایا۔ اس نے کہا (کیا تم) ابوعلی ہو؟ میں نے کہا ہاں اب ابوعلی بنا ہوں۔ اٹھو قینچی میرے پاس لاؤ۔ وہ قینچی لائی تو میں نے اپنی سپاہیانہ ہیئت کی

مونچھیں کاٹ ڈالیں۔ میری زوجہ کہنے لگی کیا کر رہے ہو تیرے دوست اس حالت میں برا منائیں گے۔ میں نے کہا اس کے بعد میں فقط اپنے رب کی خدمت کروں گا۔ لہٰذا میں سب سے تعلق توڑ کر گھر بار چھوڑ کر فقط اپنے رب کا ہو گیا اور اپنے رب کی عبادت کو اپنا شعار بنا لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ لبیب العابد مستجاب الدعوات شخص تھا اور ''یا قدیم الاحسان لک الحمد'' اس کا تکیہ کلام بن گیا۔

115۔ تمیم بن جمیل کے قتل سے معتصم کا رجوع

احمد بن ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے تمیم بن جمیل جیسا شخص نہیں دیکھا کہ جو بالکل موت کے منہ میں کھڑا ہو اور اسے رب نے موت سے بچا لیا ہو کیونکہ میں نے اسے معتصم کے سامنے دیکھا کہ اس کے قتل کے لئے چمڑا بچھا دیا گیا اور تلوار سونت لی گئی۔ تمیم بہت خوبصورت شخص تھا۔

معتصم نے چاہا کہ اس کی گفتگو سن کر اس کی دانش کا اندازہ کرے معتصم نے کہا کوئی بات کرو۔ تمیم بولا تمام تعریفیں اس رب کے لئے ہیں:

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ

(السجدہ:8,7)

''وہ جس نے خوب بنایا جس چیز کو بھی بنایا اور ابتداء فرمائی انسان کی تخلیق کی گارے سے پیدا کیا اس کی نسل کو ایک جوہر سے یعنی حقیر پانی سے۔''

امیر المؤمنین خدا کرے آپ کے ذریعے دین مضبوط ہو اور مسلمانوں کا انتشار ختم ہو۔ بے شک غلطیاں زبانوں کو گونگا اور دلوں کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ اللہ کی قسم جرم بے حساب ہو چکے ہیں اور عذر بھی ختم ہو چکے ہیں، امیدیں ٹوٹ چکی ہیں۔ اب آپ کی بخشش یا انتقام کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا پھر یہ شعر کہے:

''میں نے تلوار اور چرمی فرش میں چھپی ہوئی موت کو دیکھ لیا ہے جو مجھے دیکھ رہی ہے

جہاں جہاں میں نے جرم کیے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آج تو میرا قصہ تمام کردے گا اور کون ہے جو قضاء الٰہی کو ٹال سکے؟

کون شخص ہے جو عذر یا حجت سے پیش کر سکے جبکہ موت کی تلوار اس کے سامنے بے نیام ہو چکی ہو۔ مجھے اپنی موت پر کوئی غم نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ موت یقینی امر ہے۔ لیکن میرے پیچھے میرے بچے ہیں جن کے جگر موت کی حدت سے پگھلے جا رہے ہیں۔

اگر میں زندہ رہتا تو وہ بھی سلامتی کے ساتھ قابل رشک زندگی گزارتے اور میں ان سے دشمنوں کو دور کرتا۔ اگر میں مر گیا تو وہ بھی مر جائیں گے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں جب میری موت کی خبر ان تک پہنچے گی تو وہ رخساروں پر طمانچے مار مار کر چلائیں گے۔"

راوی کا بیان ہے یہ اشعار سن کر معتصم کے آنسو بہہ پڑے اور کہا اے تمیم میں نے تیری خطا معاف کر دی اور تجھے تیری اولاد کو ہبہ کر دیا پھر اس کی بیڑیاں اتارنے کا حکم دیا "وعقدله علی سقی الفرات......"

116۔ایک چور کا مخلوق کو تنگ کرنے سے پرہیز

محمد بن مرزوق کہتے ہیں مجھے امۃ الملک بنت ہشام بن حسان نے بیان کیا کہ:

حضرت عطاء الازرق رحمۃ اللہ علیہ رات کے وقت صحرا میں نماز کے لئے گئے تو راستے میں ایک چور نے انہیں روک لیا۔ آپ نے دعا کی الٰہی مجھے اس سے محفوظ فرما۔ اسی وقت چور کے ہاتھ پاؤں سوکھ گئے اور اس نے رونا چلانا شروع کر دیا۔ عرض کرنے لگا بخدا میں آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔

آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اسے نجات مل گئی۔ چور آپ کے پیچھے پیچھے آیا اور کہا اللہ مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں عطاء ہوں۔ صبح وہ شخص لوگوں کے پاس آیا اور کہا کیا تم ایسے مرد مومن سے واقف ہو جو رات کے وقت صحرا میں عبادت کے لئے جاتا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں وہ عطاء السلمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

وہ شخص حضرت عطاء السلمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور کہا میں آپ کے پاس

اپنے سابقہ گناہوں سے تائب ہو کر حاضر ہوا ہوں آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور روتے ہوئے فرمانے لگے۔ خدا تیرا بھلا کرے میں وہ عطاء نہیں ہوں وہ تو حضرت عطاء الازرق رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

117۔ کفن چور نوجوان کے ہاتھ پر یوسف بن اسباط کی توبہ

عمرو بن حفص شیبانی ابن خبیق سے اور وہ اپنے باپ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ:

یوسف بن اسباط نے اہل جزیرہ میں ایک نوجوان کی سنگت اختیار کی۔ نوجوان نے دس سال بعد آپ سے گفتگو کی۔ یوسف دس سال تک اس کے رونے دھونے اور صبح و شام عبادت و ریاضت کو دیکھتے رہے۔ ایک دن انہوں نے پوچھ ہی لیا کہ آپ سے کیا جرم سرزد ہو گیا ہے؟ تمہاری آہ و فغاں تھمتی ہی نہیں۔ جوان نے کہا میں ایک کفن چور شخص تھا۔ یوسف نے کہا جب تم لحد تک پہنچتے تھے تو کیا نظر آتا تھا۔ اس نے کہا میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ چند ایک کے سوا سب کے منہ قبلہ سے پھرے ہوئے تھے۔ یوسف کی زبان سے ''الا قلیلاً'' (چند ایک) کے الفاظ نکلے اور پھر بے حواس ہو کر یوں گرا کہ اس کا (کئی دن) علاج کرنا پڑا۔

ابن خبیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد نے سلیمان نامی طبیب کو یوسف کے علاج کے لئے بلایا۔ یوسف کی عقل کبھی لوٹ آتی تو کہتا (اِلّا قلیلاً ، چند ایک) طبیب اسے دوائی دیتا رہا یہاں تک کہ یوسف صحت یاب ہو گیا۔ جب طبیب جانے لگا تو یوسف نے پوچھا تم نے طبیب کی کیا خدمت کی ہے ہم نے کہا طبیب تم سے کچھ نہیں لینا چاہتا۔ یوسف نے کہا سبحان اللہ تم شاہی معالج کو لائے ہو اور میں اسے خالی ہاتھ لوٹا دوں۔ ہم نے کہا پھر اسے ایک دینار عطا کر دو۔ یوسف نے کہا یہ تھیلی لو اور اسے دے کر کہو کہ میرے پاس اس کے سوا فی الحال کچھ نہیں تاکہ طبیب یہ خیال نہ کرے کہ میں بادشاہوں سے کم مروت والا ہوں۔ اس تھیلی مین پندرہ سو دینار تھے۔

خبیق رحمۃ اللہ کہتے ہیں مجھے ہیثم بن جمیل نے حبیب سے روایت بیان کی ہے کہ

یوسف بن اسباط نے بیان کیا کہ مجھے کوفہ میں اپنے باپ کی طرف سے ایک جاگیر ورثہ میں ملی جس کی قیمت پانچ لاکھ دینار تھی۔ اس جاگیر کی وجہ سے میرے درمیان اور میرے چچاؤں کے درمیان تنازعہ چل پڑا۔

میں نے حسن بن صالح سے مشورہ کیا انہوں نے فرمایا تمہیں جھگڑا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ خراج کی زمین ہے۔ میں نے وہ زمین اللہ کی رضا کے لئے چھوڑ دی حالانکہ اس وقت میں پائی پائی کا محتاج تھا۔

118۔ ایک کفن چور کی توبہ

ابواسحاق فرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک آدمی اکثر ہمارے پاس بیٹھتا تھا لیکن وہ آدھا چہرہ چھپائے رکھتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا تو اکثر ہمارے پاس بیٹھتا ہے لیکن چہرہ چھپایا ہوا ہے اس کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ۔

اس نے کہا آپ پہلے مجھے امان دیں۔ میں نے کہا تمہیں امان ہے۔ اس شخص نے کہا میں ایک کفن چور تھا۔ ایک مرتبہ ایک خاتون دفن کی گئی۔ میں اس کی قبر پر آیا قبر کھودی، کچی اینٹوں تک پہنچ گیا۔ اینٹیں ہٹائیں اور اس کی چادر کو ہاتھ ڈالا پھر لفافہ کو پکڑ کر اتارنا شروع کر دیا۔ اس خاتون نے بھی لفافے کے کپڑے کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا تیرا کیا خیال ہے کہ تو مجھ پر غالب آ جائے گی۔ میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر لفافہ کھینچنا شروع کر دیا۔

خاتون نے ایک زوردار طمانچہ میرے منہ پر مارا۔ (یہ کہہ کر اس نے) چہرے سے کپڑا ہٹایا تو اس کے چہرے پر پنجے کا واضح نشان تھا۔

ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا پھر کیا ہوا اس نے کہا میں نے اس پر لفافہ اور ازار ڈال دیا اور مٹی برابر کر دی اور اپنے دل میں کہا کہ آئندہ زندگی بھر کفن نہیں چوری کروں گا۔

راوی کا بیان ہے میں نے یہ واقعہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ بھیجا۔ امام اوزاعی رحمۃ

اللہ علیہ نے مجھے لکھ بھیجا کہ اس سے پوچھو کہ اہل توحید میں سے کتنوں کے منہ قبلہ کی طرف تھے اور کتنوں کے منہ پھر چکے تھے۔

میں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا اکثر کے منہ قبلہ سے پھر چکے تھے۔ یہ جواب میں نے حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ بھیجا۔ انہوں نے واپسی خط میں میری طرف لکھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ تین مرتبہ فرمایا جس کے منہ قبلہ سے پھر چکے ہیں وہ تمام کے تمام تارکین سنت ہیں۔

119۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر ایک عصیاں شعار نوجوان کی توبہ

روایت ہے کہ جناب ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور کہا اے ابواسحٰق! (آپ کی کنیت) میں گناہ کا عادی ہو چکا ہوں۔ مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیے جو نفس کے لئے تنبیہ اور میرے دل کے لئے گناہ سے نفرت کا باعث ہو۔ آپ نے فرمایا اگر تو پانچ چیزوں کو اپنا لے تو گناہ تمہیں پریشان نہیں کرے گا اور نہ ہی لذاتِ (دنیا) تجھے ہلاک کرے گی۔ اس نے کہا اے ابواسحٰق! جلدی بیان فرمائیے۔

آپ نے فرمایا پہلی نصیحت یہ ہے کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کا رزق کھانا چھوڑ دے۔ آدمی نے کہا پھر کہاں سے کھاؤں حالانکہ ساری کائنات میں اسی کا رزق ہے؟ آپ نے فرمایا کیا یہ مناسب ہے کہ تو اس کا رزق بھی کھائے اور اس کی نافرمانی بھی کرے؟ اس نے کہا نہیں۔ آدمی نے کہا دوسری نصیحت فرمائیے۔

آپ نے فرمایا اگر تو اللہ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کی زمین پر رہنا ترک کر دے۔ اس نے کہا یہ تو پہلے سے بھی مشکل کام ہے۔ مشرق و مغرب تو سارے اسی کے ہیں پھر میں کہاں رہوں؟ آپ نے فرمایا پھر کیا یہ مناسب ہے کہ تو اللہ کا رزق بھی کھائے، اس کی زمین میں رہائش بھی رکھے اور اس کی نافرمانی بھی کرے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر

کہنے لگا تیسری نصیحت فرمایئے۔

آپ نے فرمایا جب تو گناہ کا ارادہ کرے اور تو اس کا رزق بھی کھا رہا ہو اور اس کی زمین میں رہ رہا ہو تو کوئی ایسی جگہ تلاش کر لیا کرو جہاں وہ موجود نہ ہو اور تجھے دیکھ نہ رہا ہو۔ آدمی نے کہا اے ابراہیم! یہ کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ رب العزت تو پوشیدہ چیزوں کو بھی جانتا ہے۔

آپ نے فرمایا پھر تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ اس کا رزق کھاتے ہوئے اس کی زمین پر بستے ہوئے اس کے سامنے اس کی نافرمانی کرے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر عرض کیا چوتھی نصیحت کیجئے۔

آپ نے فرمایا جب ملک الموت تیری روح قبض کرنے کے لئے تیرے پاس آئے تو اسے کہنا کہ مجھے مہلت دو کہ میں سچی توبہ اور عمل صالح کرلوں۔ آدمی نے کہا ملک الموت تو یہ بات نہیں مانے گا۔ آپ نے فرمایا جب تو موت کو ٹالنے کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ علم بھی ہے کہ جب موت آجائے گی تو توبہ کے لئے بھی مہلت نہیں ملے گی تو پھر رہائی اور خلاصی کی امید کیوں لگائے بیٹھے ہو؟

اور پانچویں نصیحت یہ ہے۔ آپ نے فرمایا جب عذاب والے فرشتے تیرے پاس آ جائیں تاکہ تمہیں آگ کی طرف لے جائیں تو ان کے ساتھ نہ جانا۔

اس نے کہا وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی میری بات مانیں گے۔ آپ نے فرمایا اس کے باوجود بھی تم نجات کی امید باندھے بیٹھے ہو۔

آدمی نے کہا جناب ابراہیم! رحمۃ اللہ علیک بس کیجئے مجھے کافی ہے میں اپنے رب سے معافی مانگتا ہوں اور سچی توبہ کرتا ہوں۔ توبہ کر کے وہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آخر دم تک رہا۔

120۔ ایک دمشقی نوجوان کے ہاتھ پر کھیرا فروش کی توبہ

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

میں نے صحرا میں ایک خوش شکل جوان دیکھا جس کی پیشانی پر بالوں کی دو خوبصورت لٹیں لٹک رہی تھیں اور وہ نرم و باریک کپڑے کی چادر، سوتی قمیص اور موزوں جوتے پہنے ہوئے تھا۔ حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے اس ویرانے میں اس کے حسین لباس پر بڑا تعجب ہوا۔ میں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اس نے جواب دیا چچا جان آپ پر بھی اللہ کی طرف سے سلامتی رحمت اور برکت نازل ہو۔ میں نے پوچھا نوجوان تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے کہا میرے شہر کا نام دمشق ہے۔

میں نے پوچھا دمشق سے کب چلے تھے اس نے کہا (آج) چاشت کے وقت۔ آپ فرماتے ہیں مجھے سخت حیرت ہوئی کیونکہ دمشق اور اس صحرا کے درمیان کئی مراحل کی دوری حائل تھی پھر میں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا مکہ شریف جانے کا ارادہ ہے میں جان گیا کہ اس کو (قدرت کی جانب سے) اٹھا کر پہنچایا جاتا ہے۔ میں نے اسے الوداع کہا وہ چلا گیا پھر تین سال تک میری اس سے ملاقات نہ ہوئی۔

ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھا اس نوجوان کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے باہر جا کر دیکھا تو وہی میرا دوست تھا۔ میں نے اسے سلام کیا اور اپنے گھر لے آیا (اب اس کی حالت بدل چکی تھی) وہ پریشان حال اور غمگین تھا۔ اس نے ساربانوں جیسی گدڑی اوڑھی ہوئی تھی، سر پر کوئی کپڑا نہ تھا پاؤں بھی ننگے تھے۔

میں نے اسے کہا یہ کیا حال ہے اور ایسا کیوں ہے؟ اس نے کہا (اے معروف) میرے استاذ محترم! اس (معبود حقیقی) نے میرے ساتھ نرمی کی یہاں تک کہ مجھے جال میں جکڑ کر تیروں سے مار ڈالا وہ کبھی مجھ سے محبت کرتا ہے کبھی نگاہ پھیر لیتا ہے کبھی بھوکا رکھتا ہے کبھی مجھے عزت عطا کرتا ہے۔

کاش وہ مجھے اپنے دوستوں کے اسرار سے آگاہ کرتا پھر اپنی رضا کے مطابق جو چاہتا کر لیتا۔

حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے اس کی باتوں نے رلا دیا میں نے کہا

مجھے کچھ بیان کرو جو تم پر گزری ہے جب سے تم مجھ سے جدا ہوئے ہو۔ اس نے کہا واہ واہ دوست کہتا ہے چھپاؤ اور تم کہتے ہو ظاہر کرو لیکن جناب آپ تک آنے میں جو کچھ گزری ہے بیان کرتا ہوں پھر اس کے آنسو بہہ پڑے۔

میں نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا میرے دوست نے مجھے ایک ماہ بھوکا رکھا پھر میں ایک گاؤں میں آیا وہاں کھیرے کثرت سے تھے کچھ کھیرے جن میں کیڑے پڑ چکے تھے ایک جگہ پڑے تھے۔ میں نے وہاں بیٹھ کر وہ کھیرے کھانا شروع کر دیئے اس کھیت کے مالک نے مجھے دیکھ لیا وہ میری طرف آیا اور مجھے مارنا شروع کر دیا وہ کہنے لگا اے چور تو نے ہی میرے کھیرے خراب کیے ہیں۔ میں کب سے تیری تلاش میں تھا۔ ابھی وہ مجھے مار رہا تھا کہ ایک گھوڑ سوار تیزی سے اس کی طرف آیا اور اس کے سر میں چھانٹا مار کر کہا تو اللہ کے ولی کو چور کہہ رہا ہے۔ اس کے بعد اس کسان نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اس نے ہر لحاظ سے میری تکریم کی مجھ سے معافی مانگی اور سارا کھیت اللہ کی رضا کے لئے معروف کے دوستوں کے لئے وقف کر دیا۔ میں نے اس کسان سے پوچھا مجھے معروف کا تعارف کراؤ۔ اس نے آپ کا تعارف کروایا تو میں نے آپ کی جو صفات دیکھی تھیں ان کی وجہ سے آپ کو جان گیا۔

حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابھی نوجوان نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ اسی کسان نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ ایک مالدار شخص تھا اس نے اپنا تمام مال فقراء میں تقسیم کر دیا اور ایک سال تک اسی دمشقی نوجوان کے ساتھ رہا پھر دونوں حج کے لئے گئے اور ربذۃ میں وفات پائی، رحمۃ اللہ علیہما۔

(ربذۃ مدینہ شریف کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اسی جگہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔)

121۔ بوقت نیم شب آیت قرآن سن کر ایک گناہگار کی توبہ

احمد بن موسیٰ انصاری مصور بن عمار سے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

میں ایک دفعہ حج پر گیا۔ اثناء سفر کوفہ کے ایک کوچہ میں قیام کیا۔ ایک تاریک رات میں جب باہر نکلا تو کیا سنتا ہوں کہ ایک رونے والا یوں التجائیں کر رہا ہے:

اِلٰھی وعزّتک وجلالک ما اردتُ بمعصیتی مخالفتک...... الخ۔

''میرے خدا تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم میں نے تیری مخالفت کے لئے گناہ نہیں کئے جب میں نے تیری نافرمانی کی تھی تو تیری سزا سے ناواقف نہیں تھا لیکن گناہ میرے درپیش آ گیا اور میری بدبختی نے گناہ پر میری مدد کی اور تیری صفت پردہ پوشی سے میں فریب کھا گیا۔ میں تیری نافرمانی اور نادانی کی وجہ سے تیرے حکم کی مخالفت کر بیٹھا اور تو صاحب حجت ہے (میرے پاس کوئی دلیل نہیں) اب کون مجھے تیرے عذاب سے بچائے گا؟ اور تیری رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی تو کس کا دامن پکڑوں؟

ہائے میری جوانی ہائے میری جوانی۔''

راوی کا بیان ہے جب وہ اس التجا سے فارغ ہوا تو میں نے یہ آیت تلاوت کی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (تحریم: 6)

''(اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو) اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تند خو سخت مزاج ہیں۔'' (ترجمہ: جمال القرآن)

تلاوت کے بعد میں نے ایک شدید حرکت سنی اس کے بعد کوئی حرکت نہ محسوس کی میں اس جگہ سے ہٹ گیا۔ اگلے دن جب اسی جگہ سے گزرا تو دیکھا کہ ایک جنازہ پڑا ہے اور ایک بڑھیا رو رہی ہے۔ میں نے بڑھیا سے میت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یہ شخص ہے اللہ اسے اپنے کئے کی جزا دے۔ گزشتہ رات یہ میرے بیٹے کے قریب سے گزرا جب وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے کتاب اللہ کی کوئی آیت پڑھی جس سے اس کا پتہ پھٹ گیا

تو چل بسا۔

122۔ایک عورت کی گانے بجانے سے توبہ اور اس کے آقا کی اس کے ہاتھ پر توبہ

مصنف فرماتے ہیں یہ بات میں نے ایک کتاب میں دیکھی ہے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے۔ حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میری طبیعت پریشان تھی میں نے کہا کیوں نہ آج شفا خانے جاؤں اور وہاں دیوانوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کروں۔ میں ایک شفا خانے پہنچا تو بیڑیوں میں جکڑی ہوئی ایک عورت کو دیکھا جو خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے تھی اور عطر کی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ یوں شعر پڑھ رہی تھی:

''میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں کہ تو میرے ہاتھ بے گناہ باندھ دے تو میرے ہاتھ باندھتا ہے حالانکہ انہوں نے نہ چوری کی ہے نہ خیانت۔

میرے پہلو میں دل ہے یوں لگتا ہے کہ وہ جل چکا ہے اسے میری تمناؤں کے مرکز تیرے حق کی قسم۔ میری قسم سچی ہے۔ اگر میرے وجود کے ٹکڑے کیے جائیں تو تمام کے تمام (تیری محبت میں) بول اٹھیں۔''

میں نے شفا خانے کے مالک سے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے کہا یہ ایک لونڈی ہے جس کی عقل زائل ہو چکی ہے۔ میں نے اسے قید کر دیا ہے تا کہ صحیح ہو جائے۔ جب اس نے مالک کی یہ گفتگو سنی تو یہ شعر پڑھے:

''اے لوگو! میں پاگل نہیں ہوں بلکہ مدہوش ہوں اور میرا دل چلا کر کہہ رہا ہے تم نے کیوں مجھے جکڑ دیا ہے حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ میں اپنے مالک حقیقی کی محبت میں رسوا ہوں۔

میں اپنے محبوب کی محبت میں دیوانی ہوں اور اس کے دروازے سے نہیں ہٹنا چاہتی۔

جس چیز کو تم میری خرابی گمان کر رہے ہو وہ تو میری اصلاح ہے اور جس چیز کو تم میری اصلاح تصور کرتے ہو وہ میری خرابی ہے۔

جس بادشاہوں کے بادشاہ سے میں محبت کرتی ہوں اگر اس نے مجھے اپنی محبت کے لئے چن لیا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔"

حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لونڈی کی ان باتوں نے مجھے رُلا دیا۔ جب اس نے میرے آنسو دیکھے کہنے لگی اے سری! تیرے یہ آنسو فقط صفاتِ (حق) پر ہیں اگر تو ذاتِ (حق) کو جان لے تو تیرا کیا حال ہوگا؟

میں نے کہا تو نے بڑی عجیب بات کی ہے تم نے مجھے کیسے پہچان لیا؟ اس نے جواب دیا جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ "اہل درجات" (محبت والے لوگ) ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بیٹی تو تو محبت کی باتیں کر رہی ہے بھلا کس سے محبت کرتی ہو؟

لڑکی نے کہا (اس سے محبت کرتی ہوں) جس نے اپنی نعمتیں عطا فرما کر ہمیں اپنی پہچان کرائی اور اپنے انعامات عطا کر کے ہمارا محبوب ہو گیا ہے اور اپنے کرم عظیم کی ہم پر بارش کر دی ہے وہ دلوں کے قریب ہے ہر بات کا جواب دینے والا ہے۔ اچھے ناموں سے موسوم ہے اور ہمیں حکم دیا ہے ہم اسے انہی اچھے ناموں سے پکاریں۔ وہ حکیم ہے، کریم، قریب اور مجیب ہے۔

حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تمہیں کس وجہ سے قید کیا گیا ہے؟ اس نے کہا میری قوم نے مجھے معیوب گردانا ہے۔ میں نے شفا خانے کے مالک سے کہا اس کو آزاد کر دو۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ میں نے لونڈی سے کہا جہاں جانا چاہو چلی جاؤ تو وہ کہنے لگی میرے حبیب جاں نے مجھے اپنے بندوں میں سے بعض کا مملوک بنایا ہے۔ اگر میرا مالک حقیقی میری اس آزادی پر راضی ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ میں صبر کر کے ثواب کماؤں گی۔ میں نے کہا بخدا یہ لونڈی تو مجھ سے بھی زیادہ عقل مند ہے۔

پھر اس کا آقا آ گیا اس کے ساتھ بہت سارے لوگ اور بھی تھے۔ اس نے شفا خانے کے مالک سے پوچھا بدعۃ (لونڈی کا نام) کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا اسے حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے آزاد کر دیا ہے۔ جب اس شخص نے مجھے دیکھا تو میری بہت تعظیم کی۔ میں نے کہا اللہ کی قسم مجھ سے زیادہ وہ لونڈی قابل تعظیم ہے تمہیں اس کی کون سی باتیں پسند نہیں؟ اس کا مالک بولا اس کا زیادہ متفکر رہنا، اس کے آنسوؤں اور آہوں کی کثرت اور ہر وقت رونے کے ساتھ رغبت، وہ کسی کے ساتھ مل کر نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ وہی میرا اثاثہ ہے جسے میں نے اپنے سارے مال کے بدلے خریدا ہے۔ میں نے اسے بیس ہزار درہم میں خریدا ہے اس امید پر کہ اس سے دگنا نفع ہوگا۔

میں نے پوچھا وہ کیا کام کرتی ہے؟ وہ بولا وہ ایک مطربہ (گانے والی عورت) ہے۔ میں نے پوچھا یہ بیماری اسے کب سے ہے؟ اس نے کہا ایک سال ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا اس بیماری کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اس نے بتایا کہ ساز اس کی گود میں تھا اور وہ یوں گا رہی تھی:

ترجمہ اشعار:۔ مجھے تیرے حق کی قسم میں تیرے عہد کو کبھی نہیں توڑوں گی اور محبت کی صفائی کو کبھی گدلا نہیں کروں گی۔

محبت نے میرے جسم و جاں کو معمور کر دیا ہے اب میں کیسے قرار، تسلی اور سکون پاؤں؟

اے وہ (ذات) جس کے سوا میرا کوئی نہیں۔ کیا تو دیکھ رہا ہے کہ تو نے مجھے لوگوں کا غلام بنا دیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس لونڈی نے ساز توڑ دیا اور رونے لگ گئی۔ میں نے سمجھا کہ اسے کسی انسان سے محبت ہے میں نے اس کی تحقیق کی لیکن ایسی کوئی بات نہ تھی۔

سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسی طرح ہوا تھا؟

وہ لونڈی بول اٹھی۔

ترجمہ اشعار:۔ "میرا وعظ میری زبان پہ تھا کہ میرے دل کے وعظ نے مجھے خطاب کیا۔

اللہ نے دوری کے بعد مجھے قرب عطا کیا مجھے چن کر خاص کر لیا۔ جب مجھے بلایا گیا تو میں نے بصد شوق بلانے والے کی آواز پر لبیک کہا۔ پھر مجھے اپنے اعمال سے خوف ہوا تو محبت نے امان بخش دی۔"

حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا کہ اس کی قیمت اور نفع میرے ذمہ ہے۔ وہ چلایا آپ جیسے تارک الدنیا کے پاس اتنا مال کہاں۔ میں نے کہا جلدی نہ کر دتم یہیں ٹھہرو میں اس کی قیمت لے آتا ہوں۔ جب وہ واپس آیا تو دل گھبرایا ہوا تھا اور آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے بھوکے رات گزار دی اور اس کی قیمت میں سے ایک درہم بھی میرے پاس نہ تھا۔ میں نے ساری رات بارگاہ ایزدی میں یوں زاری کرتے ہوئے گزار دی۔

"اے میرے رب تو میرے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ میں نے تیرے فضل اور مہربانی پر بھروسہ کیا ہے اب مجھے رسوا نہ فرمانا۔"

میں اسی حال میں تھا کہ سحری کے وقت کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عطا فرمانے والے مالک کی طرف سے ایک دوست ایک سبب لے کر حاضر ہوا ہے۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک شخص خادم اور چراغ سمیت موجود تھا۔ اس نے کہا اے استاد محترم میں احمد بن مثنیٰ ہوں کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ آج رات مجھے ہاتف سے آواز آئی ہے کہ دیناروں سے بھری پانچ تھیلیاں سری کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ بدعۃ کے مالک کو رقم دے کر اسے فوراً قید اور غلامی سے آزاد کرا لے کیونکہ بدعۃ سے ہمارا تعلق ہے۔ آواز غیبی سن کر میں جلدی جلدی یہ مال لے کر آیا ہوں۔

سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں سجدے میں گر گیا۔ جب صبح ہوئی تو احمد کو ساتھ لے کر شفا خانے پہنچ گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا مرحبا آ جاؤ کیونکہ بدعۃ کا اللہ کے نزدیک خاص درجہ ہے۔ آج رات ہاتف سے میں نے یہ آواز سنی ہے۔

ترجمہ اشعار:۔ "بے شک وہ ہماری نگاہ میں ہے اور ہماری عطا سے محروم نہیں وہ قریب

ہوئی اور پھر ارادہ کیا اور ہر حال میں سربلند رہی۔"

وہ شخص کہتا ہے میں نے یہ کلام یاد کر لیا اور تمہارے آنے تک اسے دہراتا رہا پھر میں اس لونڈی کے پاس گیا تو وہ یہ شعر کہہ رہی تھی:

ترجمہ:"میں نے بہت صبر کیا یہاں تک کہ تیری محبت میں صبر کرنا مشکل ہو گیا۔ میرے قید و بند مجھ پر شدید ہو گئے (قید اور بیڑیوں نے) تیری خاطر مجھے لاغر (اور بوسیدہ) کر دیا ہے۔ اے میرے لئے سرمایہ جاں اور میرے دل کی آرزو میرا حال تجھ پر مخفی نہیں۔ آج تو میرے لئے مجھے آزاد کر رہا ہے اور میری قید ختم کر رہا ہے۔"

راوی کا بیان ہے کہ اس لونڈی کا آقا روتے ہوئے آیا میں نے اسے کہا ہم تیرے پاس لونڈی کی اصل قیمت اور پانچ ہزار نفع لے کر آئے ہیں۔ اس نے کہا واللہ نہیں۔ میں نے کہا دس ہزار نفع لے لو اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا اصل قیمت کے برابر نفع۔ اس نے کہا اگر آپ مجھے ساری دنیا بھی دے دیں تو بھی قبول نہیں کروں گا۔ اب میں اسے اللہ کی رضا کے لئے آزاد کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا قصہ ہے مجھے بھی بتاؤ۔

وہ کہنے لگا استاد محترم گزشتہ رات مجھے تنبیہ کی گئی ہے میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تمام مال سے دستبردار ہو کر اپنے اللہ کی طرف رجوع کر رہا ہوں۔ اے اللہ میری کوششوں کا اور میرے حلال رزق کا کفیل بن جا۔

پھر میں نے ابن مثنیٰ کی طرف دیکھا تو وہ رو رہا تھا۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میرے رب نے میرا وہ عمل پسند نہیں کیا جس کے لئے اس نے مجھے ہاتف سے آواز دی تھی کہ (مال لے کر حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ تاکہ وہ بدعۃ کو آزاد کرائیں لیکن اس شخص نے مال لئے بغیر ہی بدعۃ کو آزاد کر دیا ہے۔)

ابن مثنیٰ نے کہا میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنا تمام مال اللہ کی رضا کے لئے صدقہ کر دیا ہے۔

میں نے کہا بدعۃ ہم تمام کیلئے کتنی عظیم برکت والی ہے۔ بدعۃ نے اپنا پہلا لباس اتار کر

کھردرا لباس پہن لیا اور یہ اشعار کہتے ہوئے باہر نکل گئی۔

ترجمہ اشعار: ''میں اسی سے بھاگ کر اسی کی طرف آئی ہوں۔

اسی کی محبت میں اس کے سامنے روئی ہوں۔ حق یہ ہے کہ وہی میرا مولیٰ ہے میں ہمیشہ اس کی نظر میں ہوں۔ یہاں تک کہ میں وہ حصہ پالوں گی جس کی مجھے اس کی بارگاہ سے امید ہے۔''

حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس واقعہ کے بعد مدت تک میں وہاں رہا یہاں تک کہ اس لونڈی کا آزاد کرنے والا شخص فوت ہو گیا۔

ایک مرتبہ میں طواف کعبہ میں مصروف تھا کہ اچانک ایک زخمی دل سے دردناک آواز سنی۔

ترجمہ اشعار:۔ ''میں تیری محبت میں مشہور ہو گئی ہوں۔ پس (مجھے بتا) میرے لئے تیرا قرب کیسے (ممکن) ہے؟

اے میرے نفس اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہوں پر مواخذہ کیا تو تیرا کیا حال ہوگا۔

اے میری جانِ (پرغم) تیری طرح کسی کو بھی شدتِ کرب میں مبتلا نہیں کیا گیا۔ پس اپنے رب سے ہی سوال کر، وہی تمہیں اپنی جناب سے عطا کرے گا۔''

حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس آواز کا تعاقب کیا تو اچانک ایک عورت نظر آئی جو مورت کی طرح لاغر اور بے جان نظر آ رہی تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا السلام علیک یا سری۔ اے سری سلام ہو۔ میں نے جواب دیا وعلیک السلام تو کون ہے؟ اس نے کہا لا الہ الا اللہ تعارف کے بعد یہ انجانا پن کیسا؟ میں بدعۃ ہوں۔ میں نے پوچھا مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خالق کی طرف رجوع کرنے کا تمہیں فائدہ ہوا (کہ نہیں)۔ اس نے جواب دیا مجھے میری تمام آرزوئیں مل گئی ہیں پھر یہ شعر پڑھے:

ترجمہ اشعار:۔ ''اے وہ ذات جس نے میری وحشت دیکھی تو اپنا قرب عطا کر کے انس بخشا اور مجھے سر بلند کر دیا۔

میں اپنے مسکن سے خوبصورت رہائش کی طرف اور اپنے وطن سے (اس کے) وطن کی طرف دوڑی۔

اے میری (ابدی) رہائش گاہ، میں اس رہائش گاہ سے کبھی (کسی دوسری جگہ) نہیں جاؤں گی اور اے وہ ذات جو (حادثاتِ) دھر میں میرا سہارا ہے۔

جب مجھ سے اس کی طرف جناب سے کچھ چھن گیا تو میں وحشت میں مبتلا ہوگئی (لیکن فوراً ہی) اس نے اپنے احسانات سے نواز کر مجھے انس عطا کر دیا۔

میں بھی حسب معمول اس کی جناب میں حاضر ہوئی اس نے بھی کرم فرمایا اور یہ (سلسلہ) اس وقت سے ہے جب سے اس نے مجھے اپنے کرم کا عادی بنایا ہے۔"

یہ اشعار کہہ کر اس نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اب مجھے دنیا میں رہنے کی حاجت نہیں مجھے اپنی بارگاہ میں بلا لے۔ حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (ان الفاظ کے بعد) جب میں نے اسے حرکت دی تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکی ہے، رحمۃ اللہ علیہا۔

اسلام قبول کرنے والے ایک گروہ کا ذکر

123۔ابو اسماعیل نصرانی کی توبہ اور اس کے اسلام لانے کا ذکر

عبداللہ بن الفرج العابد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں موصل شہر میں ایک نصرانی رہتا تھا جس کی کنیت ابو اسمٰعیل تھی۔ایک دن وہ ایک ایسے شخص کے قریب سے گزرا جو اپنے گھر کی چھت پر تہجد کی نماز پڑھ رہا تھا۔اس وقت وہ شخص یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (آل عمران:83)

''اسی کے حضور سر جھکا دیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔خوشی سے یا مجبوری سے اور اسی کی طرف وہ (سب) لوٹائے جائیں گے۔''

ابو اسمٰعیل آیت سن کر چیخ مار کر گرا اور بے ہوش ہو گیا اور صبح تک بے ہوش رہا۔صبح ہوش آیا تو مسلمان ہو گیا اور حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر ان کی صحبت میں حاضر رہنے کی اجازت چاہی۔آپ کی صحبت میں رہا اور آپ کی خدمت کرتا رہا۔راوی کا بیان ہے کہ ابو اسمٰعیل اتنا رویا کہ اس کی ایک آنکھ بالکل جاتی رہی اور دوسری کی بصارت میں کمی آ گئی۔

راوی فرماتے ہیں میں نے اسے کہا مجھے حضرت فتح رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی بات سناؤ۔وہ رو پڑا اور پھر کہا بتاتا ہوں اللہ کی قسم وہ روحانیین میں سے تھے۔ان کا دل وہیں (اپنے خالق کی طرف) اٹکا ہوا تھا۔(لذات) دنیا میں ان کے لئے کوئی راحت نہ تھی۔میں نے کہا کچھ اور۔ابو اسمٰعیل نے جواب دیا ہاں ایک مرتبہ ان کے ساتھ عید گزارنے کا اتفاق ہوا۔جب لوگ عید گاہ سے لوٹ آئے تو آپ بھی واپس آ گئے میں آپ کے ساتھ تھا۔انہوں نے شہر میں ایک جگہ دھواں اٹھتا دیکھا تو رو پڑے اور کہا لوگوں نے اپنی اپنی قربانیاں دی ہیں کاش

میرے محبوب تو نے میری قربانی کو بھی قبول کیا ہوتا۔ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ میں نے آپ کے چہرے پر پانی چھڑکا جب افاقہ ہوا تو شہر کی ایک گلی میں داخل ہو گئے اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے کہا:

"اے میرے محبوب! تو میرے غم واندوہ اور دنیا کے بازاروں میں سرگردانی کو جانتا ہے۔ میری یہ قید کب تک رہے گی؟"

یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہو گئے۔ میں نے چہرے پر پانی چھڑکا آپ کو قدرے افاقہ ہوا لیکن کچھ دن بعد انتقال فرما گئے، رحمۃ اللہ علیہ۔

124۔ ایک نصرانی نوجوان کی توبہ اور اسلام

محمد بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کے مرید حامد الاسود نے یوں بیان کیا ہے کہ:

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی سفر کا ارادہ کرتے کسی کو اپنے اس ارادہ سے آگاہ نہ فرماتے آپ اپنا چرمی مشکیزہ اٹھاتے اور چل پڑتے۔ ایک مرتبہ ہم آپ کی مسجد میں آپ کے ساتھ تھے کہ آپ نے تھیلا اٹھایا اور چل دیئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ نے کوفہ پہنچنے تک میرے ساتھ کوئی گفتگو نہ کی۔ آپ وہاں ایک دن رات ٹھہرے پھر قادسیہ کی راہ لی۔

جب قادسیہ پہنچے تو مجھ سے پوچھا تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا میں انشاء اللہ مکہ جاؤں گا۔ میں نے عرض کیا میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ ہم ایک دن رات سفر کرتے رہے پھر کچھ دن بعد راستے میں ایک نوجوان ہمارے ساتھ مل گیا۔ وہ ایک دن رات ہمارے ساتھ سفر کرتا رہا لیکن اس وقت میں اس نے کوئی ایک بھی نماز نہ پڑھی۔

میں نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ یہ نوجوان نماز نہیں پڑھتا۔ آپ نے اسے فرمایا اے نوجوان تو نماز کیوں نہیں پڑھتا حالانکہ نماز حج سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

اس نے کہا مجھ پر نماز فرض ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو مسلمان نہیں ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں نصرانی ہوں لیکن عیسائیت کے ہوتے ہوئے میں توکل پر عمل پیرا ہوں۔ وہ اس طرح کہ میرے نفس نے توکل کا دعویٰ کیا تو میں نے اپنے نفس کی تصدیق نہ کی اور اسے اس ویرانے کی طرف نکال لایا جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں یہاں میں اپنے دل کا امتحان لے رہا ہوں۔

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ چل دیئے اور مجھے فرمایا اس کو ساتھ رہنے دو۔ وہ نوجوان ہمارے ساتھ رہا یہاں تک کہ ہم بطن مر (کے مقام) پر پہنچ گئے۔ اس مقام پر جناب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کپڑے اتارے اور انہیں دھویا پھر اس نصرانی سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا "عبدالمسیح"۔

آپ نے فرمایا اے عبدالمسیح یہ دہلیز مکہ ہے اللہ تعالیٰ نے تیرے جیسے (کافروں) پر مکہ میں داخل ہونا حرام قرار دیا ہے پھر سورۂ توبہ کی ایک آیت پڑھی۔

جس کی جستجو کی تم نے کوشش کی ہے وہ ظاہر ہو چکا ہے۔ پس اب مکہ میں داخل نہ ہونا اگر ہم نے تمہیں وہاں دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہوگا۔

حامد کہتے ہیں ہم نے اسے وہیں چھوڑا اور مکہ شریف داخل ہو گئے پھر موقف کی طرف گئے۔ جب ہم میدان عرفات میں تھے کہ وہی نصرانی نوجوان احرام باندھے ہوئے نظر آیا وہ لوگوں کے چہرے دیکھ کر پہچان رہا تھا۔

یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس رک گیا اور جناب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر قدموں میں گر گیا اور پھر آپ کا سر چومنے لگا۔ آپ نے پوچھا ہمارے بعد تمہارا کیا حال ہوا؟ عبدالمسیح بتاؤ تو سہی۔ اس نے کہا نہیں نہیں آج میں عبدالمسیح نہیں بلکہ اس کا بندہ ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی جس کے بندے ہیں۔ اس نے کہا آپ کے بعد میں اسی جگہ بیٹھا رہا کہ ایک قافلہ حجاج وہاں سے گزرا۔ میں بھی مسلمانوں جیسا لباس پہن کر احرام باندھ کر ان کے ساتھ ہو لیا۔ جب کعبہ شریف پر میری نظر پڑی تو اسلام کے سوا سارے ادیان سے

اعتقاد اٹھتا گیا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا، غسل کیا اور (از سر نو) احرام باندھا۔ اس دن سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا اے حامد! نصرانیت کے باوجود بھی صدق کی برکت دیکھو۔ سچائی اور خلوص نے کس طرح اسے اسلام تک پہنچایا ہے۔

اس کے بعد وہ نوجوان ہمارے ساتھ رہا اور تادم آخر فقراء کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

125۔ ایک بت پرست کی توبہ اور قبول اسلام

عبدالواحد بن زید سے حکایت بیان کی گئی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بحری جہاز پر سوار تھا۔ تیز ہوا نے ہمیں ایک جزیرے میں پھینک دیا۔ وہاں ایک شخص تھا جو ایک بت کی پوجا کرتا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ اس نے بت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص بھی ہے جو اس طرح کے بت خود گھڑ سکتا ہے یہ (پتھر) لائق عبادت نہیں۔

اس نے پوچھا پھر تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کی۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کون ہے؟

ہم نے کہا جس کا عرش آسمانوں میں، جس کی حکومت زمینوں میں اور جس کا حکم تمام زندوں اور مُردوں پر نافذ ہے۔ اس نے پوچھا تم نے اس خدا کو کیسے جانا؟

ہم نے کہا اس بادشاہ نے ہماری طرف ایک عزتِ والا رسول (ﷺ) بھیجا۔ اس رسول کریم (ﷺ) نے ہمیں اس کے بارے میں بتایا۔

اس نے پوچھا وہ رسول پاک (ﷺ) اب کہاں ہیں؟ ہم نے بتایا کہ انہوں نے حق رسالت ادا کر دیا پھر اللہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

اس نے پوچھا کیا وہ تمہارے پاس کوئی نشانی (دلیل) چھوڑ گئے ہیں؟ ہم نے کہا وہ اسی خدا کی کتاب چھوڑ گئے ہیں۔ اس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔ بادشاہوں کی کتب

خوبصورت ہونی چاہئیں۔ہم اس کے پاس مصحف شریف لے گئے۔وہ بولا میں اسے پڑھنا نہیں جانتا۔ہم نے اسے ایک سورت پڑھ کر سنائی۔ہم پڑھتے رہے وہ روتا رہا یہاں تک کہ سورت ختم ہوگئی تو وہ بول اٹھا اس کتاب کے مالک کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے۔یہ کہہ کر مسلمان ہوگیا۔ہم نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا اسے تعلیمات اسلام سے آگاہ کیا اور قرآن کی سورتیں سکھائیں۔

جب رات خوب تاریک ہوگئی ہم نے نماز عشاء پڑھی اور اپنے بستروں میں چلے گئے۔اس آدمی نے پوچھا جس خدا کی طرف تم نے مجھے رہنمائی کی ہے کیا وہ رات کے وقت سو جاتا ہے۔ہم نے کہا اے بندۂ خدا وہ عظیم ہے، قیوم ہے کبھی نہیں سوتا۔

اس نے کہا:

بئس العبید انتم، تنامون و مولا کم لا ینامُ۔

''تم کتنے ستم ظریف بندے ہو تم خود سو جاتے ہو حالانکہ تمہارا رب نہیں سوتا۔''

ہمیں اس کی گفتگو سے بڑی حیرت ہوئی۔جب ہم (جزیرہ) عبادان پہنچے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ نومسلم ہے۔(اس کے لئے رقم اکٹھی کرو) ہم نے اس کے لئے دراہم اکٹھے کئے اور اسے پیش کئے۔

اس نے کہا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا ان کو اپنے لئے استعمال کرلو۔

اس نے کہا لا الہ الا اللہ تم نے مجھے اس راہ سے متعارف کرایا ہے جس پر خود گامزن نہیں ہو۔جب میں جزائر سمندر میں بت کی پوجا کرتا تھا تو میرے رب رحمٰن نے مجھے ضائع نہ کیا اب وہ مجھے ضائع کردے گا؟

کچھ دن بعد مجھے بتایا گیا کہ وہ شخص قریب الموت ہے۔میں اس کے پاس گیا پوچھا کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا میری حاجات اس خدا نے پوری کردی ہیں جس نے تمہیں میرے پاس جزیرے میں بھیجا تھا۔

عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہاں مجھے نیند نے آلیا اور میں وہیں سو گیا۔ میں نے خواب میں گورستان عبادان میں ایک باغ دیکھا اس باغ میں ایک قبہ تھا جس میں پلنگ پر ایک خوبصورت دوشیزہ بیٹھی تھی۔ اس نے کہا میں اللہ کے واسطے تم سے سوال کرتی ہوں کہ اس (نومسلم) کے لئے میری آتش شوق بھڑک اٹھی ہے اسے جلد یہاں پہنچاؤ۔

میں جاگ گیا دیکھا تو وہ نومسلم دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔ میں نے اسے غسل دے کر کفن پہنایا اور دفن کر دیا۔ اگلی رات خواب میں اس دوشیزہ کے ساتھ اس نومسلم کو تخت پر براجمان دیکھا وہ یہ آیات تلاوت کر رہا تھا۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ (الرعد:24,23)

"اور فرشتے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے ان پر ہر دروازہ سے، سلامتی ہو تم پر بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا پس کیا عمدہ ہے یہ آخرت کا گھر۔"

126۔ ایک آتش پرست کی توبہ اور اپنے گھر والوں سمیت قبول اسلام

(مصنف فرماتے ہیں) میں نے (یہ واقعہ) ملتقط (نامی کتاب) میں پڑھا ہے کہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے) ایک علوی بلخ میں سکونت پذیر تھا۔ اس کی زوجہ بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی اس کی بچیاں بھی تھیں۔ غربت نے ان کے گھر کا رخ کر لیا اور ساتھ اس شخص کا انتقال بھی ہو گیا۔ وہ خاتون بچیوں کے لئے سمرقند چلی گئی تا کہ دشمن ان کی غربت کا مذاق نہ اڑائیں۔ اتفاق سے وہ دن سخت سردی کے تھے۔ وہ خاتون شہر میں بچیوں کو ایک مسجد میں بٹھا کر خوراک کی تلاش میں چلی گئی۔

وہ دو گروہوں کے پاس گئی ایک گروہ ایک مسلمان کا تھا جو شیخ البلد بھی تھا۔ دوسرا گروہ ایک مجوسی کا تھا جو ضامن البلد تھا۔

خاتون نے مسلمان سے ابتداء کی اور اسے اپنے حالات سے آگاہ کیا اور کہا کہ آج رات کا کھانا درکار ہے۔ مسلمان نے کہا پہلے دلیل پیش کرو کہ تم واقعی خاندان حضرت

بوتراب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلق رکھتی ہو۔خاتون نے کہا ہم اس شہر میں اجنبی ہیں۔ مسلمان نے اس سے اعراض کرلیا تو وہ مجوسی کے پاس چلی گئی اسے اپنے حالات بتائے اور مسلمان سے ہونے والی گفتگو سے بھی آگاہ کیا۔ مجوسی نے اپنی خواتین کو اس خاتون علویہ کے ساتھ مسجد میں بھیجا اور وہاں سے ان بچیوں کو گھر بلوالیا پھر انہیں قیمتی لباس پیش کیے۔

جب آدھی رات کا وقت ہوا تو اس مسلمان نے خواب میں دیکھا گویا کہ قیامت قائم ہے اور لواء الحمد محمد کریم ﷺ کے سر اقدس پر سایہ فگن ہے اور (سامنے) سبز زمرد کا ایک محل ہے۔ یہ مسلمان پوچھتا ہے یا رسول اللہ (ﷺ) یہ محل کس کا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ محل ایک توحید پرست مسلمان کا ہے۔ اس نے عرض کیا میں بھی توحید پرست مسلمان ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی دلیل پیش کرو۔ یہ سن کر یہ (نام نہاد) مسلمان حیران رہ گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب دختر حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرے دروازے پر آئی تھی تو تو نے بھی دلیل طلب کی تھی۔ اب تو بھی اپنے مسلم ہونے کی دلیل پیش کر۔

اب یہ مسلمان روتا پیٹتا ہوا بیدار ہوا اور سارا شہر اس خاتون کی تلاش میں چھان مارا۔ بالآخر اسے سراغ مل گیا اور مجوسی کو بلا بھیجا اور کہا وہ خاتون علویہ کہاں ہے؟ اس نے کہا میرے گھر۔ مسلمان نے کہا میں انہیں اپنے گھر لانا چاہتا ہوں۔

مجوسی نے جواب دیا ایسا ممکن نہیں۔ یہ کہنے لگا مجھ سے ہزار دینار لے لو۔ مجوسی نے کہا جب سے وہ میرے مہمان بنے ہیں میرے گھر برکتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ مسلمان نے کہا ان کا میرے گھر آنا بڑا ضروری ہے۔

مجوسی نے جواب دیا جو کچھ تم طلب کر رہے ہو۔ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں جو محل تو نے خواب میں دیکھا ہے وہ تو میرے لئے بنایا گیا ہے۔ کیا تو اپنا اسلام میرے سامنے جتا رہا ہے۔ اللہ کی قسم میں اور میرے اہل وعیال اپنے بستروں پر جانے سے پہلے خاتون علویہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے ہیں اور جو کچھ تو نے خواب میں دیکھا ہے وہ میں نے بھی دیکھ لیا ہے۔

مجھے رحمۃ للعالمین نبی ﷺ نے فرمایا کیا دختر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی بچیاں تیری مہمان ہیں۔

میں نے عرض کیا جی ہاں، سرکار ﷺ نے فرمایا پھر یہ محل تیرے لئے اور تیرے اہل خانہ کے لئے ہے۔ تو اور تیرا گھرانہ جنتی ہے اللہ تعالیٰ نے ازل سے تجھے مومن پیدا کیا ہے۔

127۔ ایک یہودی کی توبہ اور قبول اسلام

ابوعمران اللوذی کے داماد سے روایت ہے کہ ایک صالح آدمی فقراء (سے محبت کرتا تھا) اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس کا گھر گویا کہ ضیافت گاہ تھا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ اس کے پاس آئے اس مرد صالح نے ان کی تواضع کے لئے حاکم سے درخواست کی لیکن حاکم نے اسے کچھ نہ دیا۔

پھر یہ شخص ایک یہودی کے پاس گیا تو یہودی نے ضرورت کی تمام اشیاء اس کے گھر پہنچادیں۔ رات کے وقت جب حاکم سویا تو اس نے دیکھا کہ وہ سرخ موتیوں کے ایک محل کے دروازے پر کھڑا ہے۔ حاکم نے اندر داخل ہونا چاہا لیکن اسے روک دیا گیا اور کہا گیا کہ واقعی یہ محل تیرا تھا لیکن اب یہ ایک یہودی کو دے دیا گیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حاکم نے ابوعمران کے داماد کو بلا بھیجا اور سارا قصہ معلوم کیا پھر یہودی کو بلا بھیجا اور کہا کہ جنت میں تیرا ایک محل ہے کیا تو دس ہزار درہم میں فروخت کرنا چاہتا ہے؟ یہودی نے کہا نہیں۔ حاکم نے قیمت میں اضافہ کیا لیکن یہودی نے پھر بھی انکار کر دیا اور حاکم سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے؟ حاکم نے اسے اپنا خواب سنا دیا تو یہودی نے مردِ صالح سے کہا مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر دو اور پھر اسلام قبول کر لیا۔

128۔ ایک آتش پرست کی اپنی اولاد اور اپنے قبیلے سمیت توبہ اور اسلام

حضرت ابوحفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اپنے دوستوں کے ہمراہ موسم بہار میں سیر کے لئے نکلا۔ ایک محلے میں ہم نے امرود کا ایک پھلدار درخت دیکھا۔ ہم اس درخت کو دیکھنے لگے کہ اس گھر سے ایک معمر مجوسی نکلا۔ اس نے آپ سے کہا اے صالحین

کے پیشوا کیا بدکاروں کے سربراہ (مجوسی) کے مہمان بن سکتے ہو؟

حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں سمیت اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کے احباب میں سے کچھ قراء بھی تھے۔ مجوسی نے کچھ دراہم نکالے اور کہا میں جانتا ہوں کہ آپ ہمارے کھانے سے پرہیز کرتے ہیں لہٰذا آپ کسی کو حکم دیں کہ وہ بازار سے آپ کے لئے کھانا خرید لائے، رقم میں ادا کرتا ہوں۔ کھانا کھانے کے بعد جب آپ جانے لگے تو مجوسی نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر مجوسی اور اس کے تمام گھر والوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت اس کے قبیلے کے لوگوں کی تعداد دس اور بیس کے درمیان تھی۔

129۔ بغداد کے ایک مجوسی کی بچوں اور دوستوں کے ہمراہ توبہ اور اسلام

(مصنف فرماتے ہیں) یہ واقعہ میں نے "جوہری" کی کتاب سے لیا ہے۔

ابن ابی دنیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک شخص نے خواب میں رحمت عالم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ بغداد جا کر فلاں مجوسی سے کہو کہ "دعا" قبول ہو گئی ہے۔ وہ شخص بیدار ہوا تو وہ بغداد میں مجوسی کے پاس جانے میں ہچکچانے لگا۔ مزید دو راتیں بھی اسے یہی حکم ملا۔ تیسری رات کے بعد بوقت صبح وہ سوئے بغداد روانہ ہو گیا۔ مجوسی کو دیکھا کہ وسیع و عریض دنیوی نعمتوں میں عیش کر رہا ہے۔

راوی کہتا ہے میں اس کے پاس گیا، سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ مجوسی نے پوچھا کوئی حاجت ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا بیان کرو۔ میں نے کہا تنہائی ضروری ہے۔ دوسرے لوگ اٹھ گئے سوائے دوست احباب کے۔ پھر اس نے دوستوں کو بھی بھیج دیا اور کہا اب کہو۔ میں نے کہا میں حضور ﷺ کا قاصد ہوں تیرے پاس آیا ہوں۔ سرکار ﷺ فرما رہے ہیں "دعا" قبول ہو گئی ہے۔ مجوسی نے کہا کیا تم مجھے جانتے ہو۔ میں اسلام اور رسالت محمدی کا منکر ہوں۔ میں نے کہا جانتا ہوں لیکن حضور ﷺ نے ہی مجھے تیری طرف بھیجا ہے۔ مجوسی نے کہا کیا میری طرف؟ یہ کہہ کر پڑھا:

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انّ محمداً رسول اللہ۔

پھر اپنے دوستوں کو بلایا اور کہا میں گمراہ تھا اب حق کی طرف آ گیا ہوں۔ تم میں سے جو اسلام قبول کر لے۔ میرا جتنا مال اس کے پاس ہے وہ اسی کا ہے اور جو اسلام نہیں قبول کرے گا میرا مال واپس کر دے۔ چند دوستوں کے سوا باقی تمام مسلمان ہو گئے۔

پھر اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا میں نے گمراہی کے بعد حق کی طرف رجوع کر لیا ہے تیرا کیا خیال ہے؟ بیٹے نے کہا میں بھی اسلام قبول کرتا ہوں پھر اس نے بیٹی سے کہا میں بھی اور تیرا بھائی بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اگر تو اسلام قبول کر لے تو میں تمہارے درمیان (رشتہ نکاح) ختم کر دیتا ہوں۔ بیٹی نے کہا بخدا میں اس نکاح سے پہلے بھی متنفر تھی وہ بھی مسلمان ہو گئی۔

مجوسی نے قاصد سے کہا کیا تم اس دعا کو جانتے ہو جو قبول ہوئی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے بتایا کہ جب میں نے اپنی اس بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کی تو لوگوں کو کھانے کی دعوت دی۔ لوگوں نے کھانا کھایا۔ میں بہت تھک گیا تو خادم سے کہا اوپر والی منزل پر بستر ڈالو تا کہ میں کچھ دیر آرام کر لوں۔

جب میں اوپر گیا تو دیکھا کہ ہمارے پڑوس کے غریب سادات کی ایک بچی اپنی امی سے کہہ رہی ہے۔ امی جان اس مجوسی نے اپنے کھانے کی مہک سے ہمیں تکلیف دی ہے۔

یہ سن کر میں نیچے اتر آیا بہت سارا کھانا، بہت سارے دینار، بہت سارے لباس اپنے ساتھ لئے اور سادات کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

ایک بچی نے کہا حشرک اللہ مع جدی۔ ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں میرے نانا جان محمد عربی (ﷺ) کی سنگت نصیب کرے'' باقی گھر والوں نے کہا آمین۔

یہ ہے وہ ''دعا'' جو قبول ہو گئی ہے۔

130۔ ایک احسان شعار نصرانی طبیب کی توبہ اور اسلام

روایت کیا جاتا ہے کہ ایک شیخ طریقت اپنے چالیس ساتھیوں سمیت کہیں باہر تشریف

لے گئے۔ تین دن تک انہیں کھانے کی کوئی چیز نہ ملی۔ شیخ محترم نے اپنے ساتھیوں سے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے اسباب سے کام لینا مباح فرمایا ہے:

فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (الملک:15)

"پس (اطمینان سے) چلو اس کے راستوں پر اور کھاؤ اس کے (دیئے ہوئے) رزق سے۔"

لہٰذا تم کسی ساتھی کو بھیجو تا کہ وہ ہمارے لئے کوئی چیز تلاش کر کے لائے۔ ان میں سے ایک فقیر نے شہر بغداد کے اطراف وجوانب میں جا کر تلاش رزق کی کوشش کی لیکن بے سود۔ اب اسے بھوک اور تھکاوٹ نے آلیا اور تھک ہار کر ایک نصرانی طبیب کی دکان پر بیٹھ گیا۔ طبیب کی دکان پر لوگوں کا ہجوم تھا وہ انہیں ادویات تجویز کر کے دے رہا تھا۔ طبیب نے اس درویش سے پوچھا تمہیں کیا ہے؟ درویش نے کچھ بتائے بغیر اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔ طبیب نے نبض دیکھ کر کہا میں اس بیماری کا علاج جانتا ہوں۔ یہ کہہ کر طبیب نے خادم کو پیسے دیئے اور کہا کہ بازار سے بھنا ہوا گوشت، روٹی اور حلوا لے کر آؤ۔ درویش نے کہا جناب یہی مرض میرے چالیس ساتھیوں کو بھی ہے۔ طبیب نے ان کے لئے بھی مذکورہ اشیاء منگوا کر درویش کے حوالے کر دیں۔ درویش یہ تمام چیزیں لے کر اپنی قیام گاہ (موضع) دویرہ چلا آیا۔

نصرانی طبیب بھی درویش کی سچائی جاننے کے لئے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ دویرہ پہنچا تو ایک جگہ چھپ گیا۔ یہاں تک کہ درویش نے کھانا اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھ دیا۔ تمام درویش اپنے شیخ سمیت اکٹھے ہو گئے کھانا سامنے لایا گیا لیکن شیخ نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اور فرمایا درویش کھانے کی وضاحت کرو۔ درویش نے ساری بات عرض کر دی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میرے دوستو! کیا تم بدلہ دیئے بغیر نصرانی کا کھانا کھانا چاہتے ہو۔"

ساتھیوں نے عرض کیا جناب اس کا بدلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کھانے سے پہلے

نصرانی کے لئے جہنم سے نجات کی دعا مانگو۔ تمام نے طبیب کے لئے دعا مانگی۔

جب نصرانی نے دیکھا کہ سخت بھوک کے باوجود درویش محض دعا کے لئے رک گئے ہیں جونہی دعا ختم ہوئی۔ طبیب نے دروازے پر دستک دی دروازہ کھولا گیا۔ وہ اندر داخل ہوا۔ زنار توڑ کر پڑھا:

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول اللهﷺ

توبہ کے بارے میں ارشادات رب العالمین

تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں توبہ کا حکم دیا ہے اس ارشاد کے ساتھ:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ (تحریم:۸)

''اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو خالص توبہ۔''

یعنی وہ توبہ سچی ہو، پختہ ہو اور پہلے تمام گناہوں کو مٹا دینے والی ہو اور توبہ کرنے والے کو سابقہ گناہوں سے روک دینے والی۔

اس توبہ پر اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا اس طرح وعدہ فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ

(شوریٰ:۲۵)

''وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور معاف کرتا ہے (ان کے) گناہوں کو۔''

اللہ تعالیٰ نے در امید کھولا اور فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ (زمر:۵۳)

''(اے حبیب ﷺ) آپ فرما دیجئے اے میرے (رب کے) بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (گناہ کر کے) ناامید نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہے تمام گناہ اور وہ غفور رحیم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم توبہ میں جلدی کریں۔ جلدی نجات طلب کریں اس

سے پہلے کہ ہمیں موت آجائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ
عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ
حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ
يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾

(النساء:17-18)

"توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ ان کی توبہ ہے جو کر بیٹھتے ہیں گناہ بے سمجھی سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے پس یہی لوگ ہیں (نظر رحمت سے) توجہ فرماتا ہے اللہ ان پر اور ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، بڑی حکمت والا اور نہیں یہ توبہ (جس کے قبول کرنے کا وعدہ ہے) ان لوگوں کے لئے جو کرتے رہتے ہیں برائیاں (ساری عمر) یہاں تک کہ جب آ جائے کسی ایک کو ان میں سے موت (تو) کہے بے شک میں توبہ کرتا ہوں اب نہ ان لوگوں کی توبہ جو مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کافر ہیں انہیں کے لئے ہم نے تیار کر رکھا ہے عذاب دردناک۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ ہم اچھے کاموں کی طرف جلد آیا کریں اور قرب خداوندی کے حصول کے لئے جلدی کیا کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَ
الْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَ
الضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ
ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴿۱۳۶﴾ (آل عمران 133 تا 136)

"اور دوڑو بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور (دوڑو) جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ جو تیار کی گئی ہے پرہیز گاروں کے لئے۔ وہ (پرہیزگار) جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگ دستی میں اور ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کر بیٹھیں کوئی برا کام یا ظلم کریں اپنے آپ پر (تو فوراً) ذکر کرنے لگتے ہیں اللہ کا اور معافی مانگنے لگتے ہیں اپنے گناہوں کی۔ اور کون بخشتا ہے گناہوں کو اللہ کے سوا۔ اور نہیں اصرار کرتے اس پر جو ان سے سرزد ہوا اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں، یہ وہ (نیک بخت) ہیں جن کا بدلہ بخشش ہے اپنے رب کی طرف سے اور جنت رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں کیا ہی اچھا بدلہ ہے کام کرنے والوں کا۔"

(ترجمہ:۔ جمال القرآن از ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

توبہ کے بارے میں ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یاایها الذین امنوا توبوا الی الله واستغفروه فانی اتوبُ الیه فی الیوم مائة مرةٍ۔

"اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کیا کرو اور اس سے مغفرت طلب کیا کرو کیونکہ میں ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔"

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اغر بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یبسطُ یدہ باللیل لیتوب مسیٔ النھار ویبسطُ یدہٗ بالنھار لیتوبَ مسیٔ اللیل حتی تطلع الشمس من مغربھا۔

"بے شک اللہ تعالیٰ اپنا دست کرم رات کے وقت پھیلا دیتا ہے تا کہ دن کے وقت گناہ کرنے والا توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ دن کے وقت اپنا دست کرم پھیلا دیتا ہے تا کہ رات کے وقت گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔ (یہ سلسلہ اس وقت تک ہے) کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔"

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

کُلّ بنی آدم خطّاءٌ وخیر الخطائین التوابون۔

"تمام اولادِ آدم خطا کار ہے اور ان میں سے بہترین وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔"

اسے امام احمد اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے:

وقال ﷺ فیما یرویہ عن ربہ تبارک وتعالیٰ انہ قال: یا عبادي إني حرمت الظلم علی نفسي وجعلتہ بینکم محرماً فلا تظالموا، یا عبادي کلکم ضال إلا من ھدیتہ،

فاستهدوني أهدكم، يا عبادي كلكم جائع إلا من أطعمته، فاستطعموني أطعمكم، يا عبادي كلكم عار إلا من كسوته فاستكسوني أكسكم، يا عبادي إنكم تخطئون بالليل والنهار وأنا أغفر الذنوب جميعاً فاستغفروني أغفرلكم، يا عبادي إنكم لن تبلغوا ضري فتضروني، ولن تبلغوا نفعي فتنفعوني، يا عبادي لو أن أولكم وآخركم وإنسكم وجنكم كانوا على أتقى قلب رجل واحد منكم، مازاد ذلک في ملكي شيئاً، يا عبادي لو أن أولكم وآخركم وإنسكم وجنكم كانوا على أفجر قلب رجل واحد منكم ما نقص ذلک من ملكي شيئاً، يا عبادي لو ان أولكم وآخركم وإنسكم وجنكم قاموا في صعيد واحد، فسألوني فاعطيت كل واحد مسألته ما نقص ذلک بما عندي إلا كما ينقص المخيط إذا أدخل البحر، يا عبادي إنما هي أعمالكم أحصيها لكم ثم أوفيكم إياها، فمن وجد خيراً فليحمد الله، ومن وجد غير ذلک فلا يلومن إلا نفسه، رواه مسلم في "صحيحه" عن ابي ذر الغفاری رضي الله عنه.

"حضور ﷺ اپنے رب کا ارشاد روایت کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کر دیا ہے اور تمہارے لئے بھی حرام کر دیا پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔

اے میرے بندو! تم تمام گمراہ ہو سوائے ان کے جن کو میں ہدایت عطا

کروں۔ پس تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم تمام بھوکے ہو بجز ان کے جن کو میں سیر کروں۔ پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم تمام ننگے ہو سوائے ان کے جن کو میں پہناؤں پس تم مجھ سے کپڑا مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔

اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہ معاف کرنے والا ہوں پس تم مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں معاف کردوں گا۔

اے میرے بندو! تم مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے اور تم مجھے نفع نہیں پہنچا سکتے۔

اے میرے بندو! اگر تم تمام از اول تا آخر جن وانس۔ سب سے پرہیزگار شخص کی طرح بن جاؤ تو میری حکومت میں اضافہ نہیں کر سکتے۔

اے میرے بندو! اگر تم تمام از اول تا آخر سب سے زیادہ نافرمان شخص کی طرح بن جاؤ تو میری حکومت میں کمی نہیں کر سکتے۔

اے میرے بندو! اگر تم تمام از اول تا آخر جن وانس ایک میدان میں کھڑے ہو جاؤ۔ پھر مجھ سے سوال کرو اور میں ہر ایک کو اس کی مراد عطا کردوں تو بھی میرے خزانوں میں اتنی کمی بھی نہیں ہو سکتی جتنی کہ سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر میں کمی ہوتی ہے۔

اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جنہیں میں تمہارے لئے گن کر رکھتا ہوں پھر وہی تمہیں پورے پورے عطا کر دیتا ہوں۔ پس جسے بھلائی پہنچی اسے چاہئے کہ خدا کا شکر ادا کرے اور جسے اس کے علاوہ پہنچا تو اپنے نفس کو ملامت کرے۔"

توبہ کی شرائط

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "ریاض الصالحین" میں فرماتے ہیں۔ علماء کا قول ہے

کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے۔

پس اگر گناہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو اور کسی دوسرے آدمی کے حق سے متعلق نہ ہو تو اس کی تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: کہ وہ گناہ ترک کر دے۔

دوسری شرط: کہ اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کرے۔

تیسری شرط: کہ آئندہ وہ گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے۔

اور اگر گناہ کا تعلق کسی بندے کے ساتھ ہو تو پھر توبہ کی چار شرطیں ہیں۔ مذکورہ تین شرائط اور چوتھی شرط کہ صاحب حق کے حق سے بری الذمہ ہو جائے اور اگر مال یا کوئی دوسری چیز لی ہے تو وہ واپس کر دے۔

اور اگر حد قذف (تہمت وغیرہ) ہے تو اس کا بدلہ دے یا معافی طلب کرے۔

اور اگر غیبت کی ہے تو وہ بھی معاف کرائے۔

اور واجب ہے کہ تمام گناہوں سے توبہ کرے اگر بعض گناہوں سے توبہ کی تو وہ بھی اہل حق کے نزدیک صحیح ہے لیکن باقی گناہ اس کے ذمہ ہی رہیں گے۔

تمت بالخیر

کتاب رشد وہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے
نور دسرور اور جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت
اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی وتفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں
مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔
اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، ججز
اور عوام وخواص کے لئے قیمتی سرمایہ
آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

اہل علم کیلئے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی ایک اور عظیم علمی پیشکش

قرآن حکیم ہی نظریاتی خلفشار کے موجودہ تاریک دور میں بنی نوع انسان کو ایک باوقار مستقبل کی راہ دکھاتا ہے

قرآنی علوم کا بیش بہا خزینہ

تفسیر الحسنات

مفسر

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کلام مجید کو سمجھنے میں تفسیر الحسنات آپ کی صحیح رہنمائی کرے گی

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور